فروری 2007

قیمت : -/10 روپے

ماہنامہ

اردو دنیا

نئی دہلی

Annual Subscription

		Sea Mail Regd.	Sea Mail Ordinary	Air Mail Regd	Air Mail Ordinary
Pakistan	Rs	352	172	640	460
Nepal	Rs	484	280	772	[illegible]
Bangladesh	Rs	316	[illegible]	804	[illegible]
Rest of World	Rs	460	280	[illegible]	664

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کی جانب سے 17 تا 24 دسمبر 2006 کو کولکاتا میں آٹھویں کل ہند اردو کتاب میلے کا انعقاد کیا گیا۔ اس کتاب میلے کے افتتاح کے موقعے پر (بائیں سے) محترمہ رشمی چودھری (ڈائرکٹر قومی اردو کونسل)، جناب ہاشم عبدالحلیم (اسپیکر، مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی) ڈاکٹر عبدالسلام (وزیر اقلیتی فلاح و بہبود اور مدرسہ بورڈ، مغربی بنگال) کے علاوہ جناب محمد معصوم (آر. اے. قومی اردو کونسل) کو دیکھا جاسکتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے تعاون سے جوش و فراق لٹریری سوسائٹی کے زیر اہتمام الٰہ آباد میں دو روزہ جوش سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقعے پر لی گئی تصویر میں (دائیں سے) پروفیسر قمر رئیس، جناب شمس الرحمٰن فاروقی، پروفیسر سید محمد عقیل، جناب سید محمد علی کاظمی، پروفیسر راجندر کمار اور پروفیسر علی احمد فاطمی۔

ماہ نامہ
اردو دنیا نئی دہلی
جلد۔9، شمارہ۔2 فروری 2007

مدیر: رشمی چودھری
اعزازی مدیر: مخمور سعیدی
معاون مدیر: ڈاکٹر رئیس احمد

ناشر اور طابع:
ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، محکمۂ ثانوی واعلیٰ تعلیم، حکومت ہند

کمپوزنگ: اسد نیاز

مطبع: ایس نارائن اینڈ سنز، بی۔88، اوکھلا انڈسٹریل ایریا،
فیز-II، نئی دہلی-110020

مقام اشاعت: دفتر قومی اردو کونسل

قیمت -/10 روپے، سالانہ -/100 روپے

ڈرافٹ NCPUL, New Delhi کے نام ارسال کریں۔

صدر دفتر:
ویسٹ بلاک۔1، ونگ-6
آر۔کے۔ پورم، نئی دہلی- 066 110
فون: 26103381, 26103938
26179657 فیکس: 26108159
ویب سائٹ:
http://www.urducouncil.nic.in
email: ncpuleditorial@yahoo.co.in
urducoun@ndf.vsnl.net.in

شعبۂ فروخت:
ویسٹ بلاک-8، ونگ-7،
آر۔کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066
فون: 26109746, 26169416

شاخ: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس،
بلاک نمبر 5-1، نظم گلی، حیدر آباد-500002
فون: 24415194 - 040

اس شمارے میں

آپ کی بات .... قارئین کے خطوط 2
ہماری بات .... ادارہ 4

زبان و ادب اور تعلیم

● اچھی اردو: روزمرہ، محاورہ، صرف .... شمس الرحمٰن فاروقی 5
● درس و تدریس کے عصری تقاضے .... محمد حسن فاروقی 7
● اردو فاصلاتی نظام تعلیم — سمت و رفتار .... وجے دیو سنگھ 9
● بنیادی تعلیم — معیار و مسائل .... احسان الرحمٰن 13
● ماحولیاتی آلودگی اور ہرے بھرے اسکول .... کرشن کمار 15
● اردو میں وضاحتی کتابیات .... مشتاق احمد 17
● تفہیم داغ کی ایک تازہ کوشش .... محمد شاہد پٹھان 21
● داستان گوئی کا فن .... شمسہ عارف 26

سائنس

● کوکنگ گیس (چند احتیاطی تدابیر) .... مدحت لقمان 29

ماحولیات

● ماحولیاتی آلودگی اور سواریاں .... فرزانہ اسد 31

شخصیت

● مجاہد آزادی چندر شیکھر آزاد .... افتخار الزماں 34

تخلیقی ادب

● دو ہزار چھ — نظم .... مظہر امام 35

خراج عقیدت

● خدا کی بستی کا آفتاب غروب ہو گیا .... ابوالکلام 36

روبرو

● نظیر صدیقی سے گفتگو .... مناظر عاشق ہرگانوی 39

روداد

● آٹھواں کل ہند اردو کتاب میلہ — کولکاتا .... احمد کفیل 43

ہماری مطبوعات سے

● شہزادہ خرم (''تاریخ شاہجہاں'' سے ماخوذ) .... بنارسی پرساد سکسینہ 45
● لوک گیت اور شاعری (''اتر پردیش کے لوک گیت'' سے ماخوذ) .... اظہر علی فاروقی 47

اردو خبر نامہ .... ادارہ 49
تبصرہ و تعارف .... کتابوں پر تبصرے 60

بچوں کا گوشہ

● رات کا قیدی .... نکہت فاطمہ 66

آپ کی بات

■ **ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی، سابق ممبر پارلیمنٹ (راجیہ سبھا)، دہلی۔**

اردو دنیا کے جنوری 2007 کے شمارے میں عظیم محقق جناب شمس الرحمٰن فاروقی کے جوابات سے مستفید ہوا۔ کاش اردو لکھنے والے اردو اخباروں کے رپورٹر اور ایڈیٹر صاحبان ''اردو دنیا'' کے اس مستقل کالم سے استفادہ کریں۔

جناب رؤف پاریکھ صاحب اپنے گراں قدر معلوماتی مضمون ''رومن اردو کیوں'' کے لیے جملہ محبان اردو کی جانب سے مبارک باد قبول فرمائیں۔ یہ مضمون اردو رسم الخط کے مخالفین کے لیے جملہ دلائل کی تردید کرتا ہے۔ مضمون نگار نے اس مضمون کے ذریعے اردو کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔

جناب ابوالکلام صاحب کا مضمون ''ترجمے کے بنیادی اصول ونظریات'' بھی بہت مفید ہے لیکن افسوس ہے کہ اس میں اردو کے صف اول کے کامیاب مترجمین مولانا عبدالماجد دریاآبادی، شیخ عنایت اللہ، منشی ذکاء اللہ اور ڈاکٹر عابد حسین کا ذکر نہ ہونا ایک بڑی فروگذاشت ہے۔ جناب شمس بدایونی کے مضمون نے بہت متاثر کیا۔

■ **محمد ناظم علی، صدر شعبۂ اردو۔ گری راج گورنمنٹ کالج۔ نظام آباد (اے پی)**

''اردو دنیا'' جنوری 2007 کا تازہ شمارہ ہمدست ہوا۔ اس رسالے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بروقت مل جاتا ہے۔ اس کے مشمولات عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ اسے میں ایک ہی نشست میں پڑھ لیتا ہوں۔ اس کے تمام کالم پُر اثر اور فکر انگیز ہیں۔ ڈاکٹر فیروز عالم کی مرزا حامد بیگ سے گفتگو ادبی معلومات کا خزانہ ہے۔ جناب شمس الرحمٰن فاروقی کا کالم ''اچھی اردو: روزمرہ، محاورہ، صرف'' نہ صرف لسانی بصیرت عطا کررہا ہے بلکہ اس کے مطالعے سے زبان و بیان، لفظیات اور املا کے ساتھ ساتھ تلفظ سے بھی صحیح واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ ابوالکلام نے ترجمے کے بنیادی اصول ونظریات پر جامع روشنی ڈالی ہے۔ پروفیسر ابن کنول نے اردو تحقیق کی سمت ورفتار سے بحث کی ہے۔ رسالے میں شامل دیگر مشمولات بھی معلومات افزا ہیں۔ اس معیاری اشاعت پر مبارکباد قبول فرمائیں۔

■ **ندیم انصاری، 13 قومی کنزیومرس سوسائٹی کی چال، رکھیال روڈ، احمد آباد۔ 380023**

''اردو دنیا'' کا تازہ شمارہ (ماہ جنوری 2007) نظر سے گزرا، حسب سابق تمام مشمولات لائق صد تحسین ہیں۔ مذکورہ شمارے میں سید امتیاز الدین نے اپنے مضمون ''یادوں کے نگارخانے سے'' میں جوش کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان دنوں فراق صاحب دہلی میں اپنے کسی دوست کے یہاں مقیم تھے۔ جبکہ فراق صاحب ان دنوں بہت بیمار تھے اور آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں زیر علاج تھے۔ فراق صاحب کو جوش کے انتقال کی خبر ریڈیو والوں نے آکر دی تھی۔ فراق صاحب نے یہ خبر سن کر یکلخت چپ سادھ لی تھی اور ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا تھا۔

''اچھی اردو......'' بہت کارآمد سلسلہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مستقل کالم کم از کم چار پانچ صفحات پر مشتمل ہو۔ یہ سلسلہ طلبہ کے علاوہ نئی نسل کے مضمون نگاروں کے لیے بھی بہت کارآمد ہے۔

■ **راشد جمال فاروقی، سی۔1452، آئی ڈی پی ایل ٹاؤن شپ، ویربھادر (رشی کیش) دہرادون۔**

''اردو دنیا'' جہاں اپنے بے حد معلوماتی مضامین کی وجہ سے اہم ہے وہیں آپ نے ''اچھی اردو'' کا مفید سلسلہ شروع کرکے ہم تشنگانِ علم وادب پر احسان عظیم کیا ہے اور محترم شمس الرحمٰن فاروقی سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شخص ہو نہیں سکتا تھا۔ موصوف روزمرّہ، محاورے اور صرف کی روشنی میں کچھ اس طرح وضاحت فرماتے ہیں کہ حق ادا ہو جاتا ہے۔ دسمبر کے شمارے میں میرے سوالات کے تشفی بخش جوابات سے نوازا گیا۔ میں فاروقی صاحب اور آپ کا شکرگزار ہوں۔ اس بار مجھے اداریے میں تعامل (انٹرایکشن) نقاط (پوائنٹ) عطیہ (ڈونیشن) فہرست انقطاع (کٹ آف لسٹ) اور فہرست انتظار (ویٹنگ لسٹ) کی جدت بے حد پسند آئی۔ ضرورت بھی اس بات کی ہے کہ آسان اردو میں مروجہ انگریزی اصطلاحات کے تراجم کو فروغ دیا جائے۔ مجتبیٰ حسین کا انٹرویو پسند آیا۔ باقی مشمولات خوب سے خوب تر کی عمدہ مثال ہیں۔

■ **شکیل احمد فریک خالق ہاؤس، شیخ پور، گورکھپور (یوپی)۔**

جنوری 2007 کا ماہنامہ ''اردو دنیا'' نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ جنوری کا یہ شمارہ بہت ہی معلوماتی، مفید، دلچسپ اور معیاری ہے۔ اس کے مضامین ''اردو خبرنامہ''، ''تبصرہ وتعارف'' نورالرحمٰن فاروقی کی کہانی

"منے میاں کی بکری" افتخار الزماں کا مضمون "نیتا جی سبھاش چندر بوس"، ابوالکلام کا مضمون "ترجمے کے بنیادی اصول ونظریات" نے بطور خاص متاثر کیا۔ اس شمارے کا سرورق بہت ہی خوبصورت اور پرکشش ہے۔ مدیر رشمی چودھری، اعزازی مدیر مخمور سعیدی، معاون مدیر ڈاکٹر رئیس احمد کے علاوہ مجلس ادارت کے دیگر ذمہ داران مبارکباد کے مستحق ہیں۔

■ **فیروز احمد فیضی، سکریٹری، جمعیۃ المسلمین لائبریری، محسن پورہ، مئو ناتھ بھنجن، یوپی۔**

"اردو دنیا" کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا۔ "اچھی اردو، روز مرہ، محاورہ، صرف" ایک ایسا کالم ہے جس کے توسط سے جہاں "اردو دنیا" کے قارئین کو ہر ماہ محترم شمس الرحمن فاروقی سے رو برو ہونے کا موقع حاصل ہوتا ہے وہیں طلبہ وطالبات کے لیے اردو قواعد وضوابط سے واقفیت بھی ہوتی ہے۔

■ **شیخ عبداللہ، اکولہ، مہاراشٹر۔**

نئے سال کا "اردو دنیا" ملا۔ نام نیلی سیاہی میں لکھا دیکھا۔ آسمان کا رنگ بھی نیل گوں ہے۔ اردو گویا عرش سے فرش تک پہنچ چکی ہے۔ تمام مضامین فکر انگیز ہیں۔ شمس الرحمن فاروقی نے غلط اور صحیح کا فرق بتانے کا جو بیڑا اٹھایا ہے یہ فاروقی صاحب کی جسارت ہے۔ شمس بدایونی کا مضمون "عالمی خبر نویسی کا ایک طرز خاص" تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔

■ **انوار انصاری، سابق سینئر آڈٹ آفیسر، اولڈ ہزاری باغ روڈ، اپوزٹ چونا بھٹہ، شانتی نگر، رانچی۔**

حسین اور دلکش سرورق کے ہمراہ دسمبر کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ اس شمارے میں فیروز عالم کی مجتبیٰ حسین سے گفتگو بڑی اہم ہے۔ مجتبیٰ حسین عصر حاضر کے صف اول کے طنز و مزاح نگار ہیں۔ کچھ ادیبوں کا خیال ہے کہ طنز ومزاح نگاری دوسرے درجے کا فن ہے۔ مجتبیٰ صاحب کا کہنا ہے کہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں طنز ومزاح کو وہ اہمیت نہیں دی جاتی ہے جس کی وہ مستحق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طنز ومزاح بھی ادب کا ایک درخشاں باب ہے۔ راشد جمال فاروقی کے سوالوں کا جواب جناب شمس الرحمن فاروقی نے نہایت ہی سلجھے ہوئے انداز میں دیا ہے۔ اس مستقل کالم کے مطالعے سے عام قارئین بھی مستفیض ہورہے ہیں۔ گوشہ باقر مہدی بھی خوب ہے۔ بچوں کا گوشہ بڑا ہی دلچسپ اور معلومات سے پر ہے۔ مہندر ناتھ کا "پیشہ ور رشوت خور" عمدہ طنز ہے۔ "اولین اعتبارے" تو معلومات کا خزانہ ہے۔ تبصرہ وتعارف معیاری ہے۔ ہمیشہ کی طرح اردو خبر نامہ اہم اور مفید ہے۔ "طلبہ کے لیے عملی زندگی میں رہنمائی" سید محمد عمیر کا یہ مختصر مضمون بھی اہمیت کا حامل ہے۔

■ **تشہیر احمد عثمانی، پرانی بازار، شاہ پور پٹوری، سمستی پور، بہار۔**

دسمبر کا شمارہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ نظر نواز ہوا۔ تمام مشمولات بیش بہا ہیں۔ مجتبیٰ حسین کا "اردو مشاعرے اور بیرونی سیاح" لائق تحسین ہے۔ عہد حاضر کے مشاعروں کی منظر کشی خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔ دیگر مشمولات بھی قابل تعریف ہیں۔ "اردو دنیا" ادبی، سماجی اور سائنسی موضوعات کے علاوہ تعلیمی موضوعات کا احاطہ کرتا ہے جس کے لیے مجلس ادارت مبارکباد کی مستحق ہے۔

■ **الطاف انجم، ریسرچ اسکالر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد۔**

دسمبر کا "اردو دنیا" نظر نواز ہوا۔ یہ شمارہ مجتبیٰ حسین کی وجہ سے کچھ زیادہ جاندار ثابت ہوا ہے۔ مجتبیٰ حسین نے شاعری، شعرا اور مشاعروں پر بڑی فنکاری کے ساتھ چوٹ کی ہے۔ مضامین کی ہمہ رنگی جاذب توجہ ہے۔ شمارے میں یہ خبر تھی کہ کولکاتا میں ماہ دسمبر میں اردو کتاب میلے کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ قومی اردو کونسل کی جانب سے اس طرح کے اقدامات اردو زبان کے فروغ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

■ **مشتاق احمد محمد الیاس اشرفی ہنکولی پوڈگا، بھونڈی، تھانہ، مہاراشٹر۔**

موقر رسالہ "اردو دنیا" باصرہ نواز ہوا بلاشبہ یہ ایک مبنی بر انصاف اور بے باک تجزیہ پیش کرنے والا رسالہ ہے جو بے لاگ مضامین سے پر ہوتا ہے ساتھ ہی معلوماتی اور تاریخی دستاویز کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ ایسے پرآشوب دور میں اس جیسے رسالے کا اجرا بلاشبہ اولوالعزمی کا مظہر ہے۔

■ **سید احمد قادری، 7 نیو کریم گنج، گیا، بہار۔**

اردو دنیا کا شمارہ نومبر 2006 اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ تمام مشمولات بے حد معیاری اور معلوماتی ہیں۔ عام رسالوں سے منفرد اس کی ترتیب و پیش کش توجہ کی مرکز ہے۔ پروفیسر عبدالمغنی (مرحوم) پر جناب مشہدی صاحب کا تاثراتی مضمون پسند آیا۔ رضا نقوی واہی کے مضمون نے بھی متاثر کیا۔ یہ غالباً واحد رسالہ ہے جو ایک گھر کے جملہ افراد بشمول بچوں کے، پسند کیا جاتا ہے۔

■ **عبدالواحد، الرشید آئیڈیل ہائی اسکول، جھجر ولی روڈ، جگادھری، ہریانہ۔**

ماہنامہ "اردو دنیا" پابندی سے مل رہا ہے۔ مشمولہ جملہ مضامین بے حد پسند آئے۔ آپ کی کاوشیں بار آور ہیں۔ ہماری جانب سے اس معیاری اور خوبصورت اشاعت پر مبارکباد قبول فرمائیں۔

□□□

ہماری بات

ہند آریائی زبانوں میں اردو اپنی ایک منفرد شناخت رکھتی ہے اور اس کے کچھ امتیازات بھی ہیں۔ آج سے کئی صدی قبل حضرت امیر خسرو نے اسے زبان ہندوی کا نام دیا تھا۔ ان سے منسوب بعض غزلیں، دوہے اور بہت سی کہہ مکرنیاں، پہیلیاں عوام میں آج بھی مقبول ہیں۔ اردو کا ایک روپ وہ ہے جسے ہم دکنی کا نام دیتے ہیں، اس میں بھی نثری اور شعری ادب کا ایک بڑا ذخیرہ ہمارے قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ تاریخی واقعہ ہے کہ شمالی ہند میں بھی اردو کو ادبی اعتبار دکن کے ایک شاعر ولی دکنی کے کلام سے حاصل ہوا اور ان کی ریختہ گوئی کی شہرت اور مقبولیت نے یہاں کے شاعروں کو بھی اس زبان میں طبع آزمائی پر راغب کیا۔ ہندوستان کے آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں جو خود بھی اس زبان کے ایک باکمال شاعر تھے اردو کو اور بھی فروغ حاصل ہوا۔ اس کا دوسرا گہوارہ لکھنؤ بنا اور اس دور میں دلّی کی طرح لکھنؤ نے بھی بڑے بڑے باکمال شاعر اور ادیب پیدا کیے۔

ہندوستان میں اردو کی مقبولیت اور اس کے ہمہ رس زبان ہونے کا احساس غیر ملکی حاکموں یعنی انگریزوں کو بھی ہوگیا تھا چنانچہ انھوں نے اپنے کارپردازوں کو اردو سکھانے کے لیے کولکاتا میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا۔ اس کالج کے قیام کے مقاصد اصلاً سیاسی سہی لیکن اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں اس کالج نے تاریخی کردار ادا کیا اور اسے انتظامی نیز عدالتی زبان کے طور پر خود کفیل بنانے میں اہم معاونت کی۔ اس سلسلے میں دہلی کالج کی سرگرمیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جہاں بہت سے علمی کام ہوئے اور اس طرح اردو محض شعر و ادب کی زبان نہ رہ کر ایک مکمل زبان کی حیثیت حاصل کرتی گئی۔

جنگ آزادی میں اردو کے قلمکاروں کی سرگرم شرکت بھی کسی سے مخفی نہیں۔ 'انقلاب زندہ باد' کا نعرہ ہو، یا:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوِ قاتل میں ہے

جیسے اشعار جو دلوں کو گرماتے اور دماغوں میں انقلابی تصورات پیدا کرتے تھے، پورے ملک میں ان کی گونج سنائی دیتی تھی۔ قومی رہنماؤں کی تقریریں بھی بالعموم اسی زبان میں ہوتی تھیں۔

آزادی کے بعد کے برسوں میں جانے انجانے میں اردو کے ساتھ بہت سی ناانصافیاں روا رکھی گئیں۔ ان ناانصافیوں کے پیچھے کچھ بدگمانیاں تھیں جو ہنگامی حالات کی پیدا کردہ تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بدگمانیاں کم ہونا شروع ہوئیں لیکن اس اثنا میں اردو کی تعلیم پر جو دوررس منفی اثرات مرتب ہوئے ان کی تلافی بہت ضروری ہے۔

شریمتی اندرا گاندھی کے دور اقتدار میں حکومتی سطح پر اردو کے کھوئے ہوئے حقوق کی بازیابی کا آغاز ہوا اور یہ عمل ہنوز جاری ہے۔ اس کے مثبت اثرات بھی دیکھنے میں آرہے ہیں لیکن اب ایک غور طلب سوال یہ ہے کہ خود اردو والے اپنی زبان کی بقا اور اس کی ترویج و ترقی کے لیے کیا کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے بعض صوبوں مثلاً بہار، آندھرا پردیش، مہاراشٹر، کرناٹک وغیرہ میں اردو والوں کو اپنی زبان کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا تھوڑا بہت احساس ہے اور وہ اپنی نئی نسلوں کو اردو پڑھا رہے ہیں لیکن اردو کے روایتی مراکز مثلاً دہلی اور لکھنؤ کے تعلیمی منظرنامے پر نظر ڈالی جائے تو مایوسی ہوتی ہے۔ یہاں سرکاری مدارس ہوں یا نجی تعلیم گاہیں، بیشتر میں یا تو اردو پڑھانے کا انتظام ہی نہیں اور جہاں انتظام ہے وہاں پڑھنے والے بچے بہت کم ہیں۔ پورے شمالی ہندوستان میں یہی صورت حال دیکھنے میں آتی ہے۔ دینی مدارس میں ضرور اردو ذریعۂ تعلیم کے طور پر باقی ہے مگر وہاں زور نہ تو اردو کی بہتر تعلیم پر ہے اور نہ اس گنگا جمنی تہذیبی روایت سے طلبہ کو شناسائی پیدا کرانے پر جس کی اردو امین ہے۔ ہندوستان کی نوعمر جمہوریت کو پروان چڑھانے اور ملک میں ذہنی اور جذباتی ہم آہنگی کی فضا کو قائم رکھنے اور بڑھاوا دینے کے لیے اس روایت کو زندہ رکھنا کتنا ضروری ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔

اپنی نئی نسلوں کو انگریزی، ہندی اور اپنی علاقائی زبان پڑھانے کے علاوہ اردو بھی ضرور پڑھایئے۔ یہ کام ایک فرض کی طرح انجام دینا چاہیے۔

• • •

شمس الرحمٰن فاروقی

اچھی اردو: روزمرہ، محاورہ، صرف

نومبر2006 سے ہم نے **"اچھی اردو: روزمرہ، محاورہ، صرف"** کے عنوان سے ایک نیا کالم شروع کیا ہے جس میں اردوروزمرہ اور اردو زبان کے بارے میں قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔ ایک وقت میں تین سے زیادہ سوالات نہ پوچھے جائیں اور سوالات کا تعلق الفاظ کے استعمال، روزمرہ میں ان کے صرف اور ان کے معنی کے بارے میں ہو۔ (ادارہ)

سوال: مشاعرہ کا صحیح تلفظ کیا ہے؟

جواب: عربی میں ''شعر'' کو باب مفاعلہ میں لے جاتے ہیں اور ''مُشاعرۃ'' (اول مضموم، چہارم مفتوح) حاصل کرتے ہیں۔ لیکن وہاں اس کے معنی ہیں، ''مقابلے کی غرض سے باہم شعر پڑھنا یا کہنا'' یعنی اس میں کسی محفل کلام خوانی اور سامعین کی موجودگی کا کوئی تصور نہیں۔ اردو میں اول مضموم اور چہارم مکسور (مُشاعِرہ) بمعنی ''شعر سنانے کی محفل، جس میں سامعین بھی ہوں اور کئی شعرا شعر سنائیں'' عام طور پر مستعمل ہے اور اسی کو صحیح سمجھنا چاہیے۔ بعض لوگ میم اور عین پر زبر بولتے تھے، یا میم پر زبر اور عین پر زیر بولتے تھے۔ اب یہ تلفظ رائج نہیں ہیں۔ ''مشاعرہ'' (اول مضموم، چہارم مکسور) بروزن ''مقابلہ'' ہی صحیح ہے۔

سوال: طیب میں چھوٹی ی پر زیر ہے یا زبر؟

جواب: عربی میں بکسر تحتانی مشدد بمعنی ''پاک، خوشگوار، اچھا، خبیث کا الٹا'' درست ہے۔ لیکن اردو میں تحتانی کے زبر کے ساتھ بروزن نیز (بمعنی سورج) مستعمل ہے اور اردو کے لیے یہی درست ہے۔ آنحضرتؐ کے دو صاحب زادگان کے نام طیب اور طاہر یا مطاہر، اور بقول بعض طاہر اور مطاہر بتائے گئے ہیں۔ بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ صاحبزادۂ نبی کے نام کے طور پر ''طیب'' مع فتحہ و تشدید تحتانی (یعنی طَیّب) ہی درست ہے۔ یہ قول مختلف فیہ ہے، بہر حال اردو میں ''طیب'' چھوٹی ی پر زبر کے ساتھ (بروزن نیز بمعنی سورج) ہی درست ہے۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یائے تحتانی مکسور مشدد کے پہلے فتحہ ہو تو اردو والے یائے تحتانی کے کسرہ کو فتحہ میں بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ ذیل کے تمام الفاظ میں تحتانی مکسور ہے لیکن اردو میں مفتوح بولی جاتی ہے:

جید: سید: میت: وغیرہ۔

سوال: آہستہ مع ہائے ہوز درست ہے یا آہستا مع الف؟

جواب: ''آہستا'' مع الف کوئی لفظ نہیں۔ بعض لوگ ''آہستہ'' اور اس کی طرح کے بہت سے لفظوں کو، جن کے آخر ہائے ہوز ہے، جب الف پر ختم ہونے والے لفظ کے ساتھ قافیہ کرتے ہیں تو ''آہستہ'' کو ''آہستا''، ''پردہ'' کو ''پردا'' وغیرہ لکھتے ہیں۔ اس کی کوئی سند نہیں۔ صحیح لفظ ''آہستہ'' ہے اور اسے ہمیشہ اسی طرح لکھنا چاہیے۔ ''آہستہ''، ''پردہ''، ''جلوہ'' جیسے الفاظ کو ضرورت قافیہ کی خاطر الف سے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی جواز ہے۔

(سوالات از شیخ عبداللہ، اکولہ، مہاراشٹر)

سوال: ارمغاں اور فرید کے معنی کیا ہیں؟

جواب: اَرمُغان مع اول مفتوح و سوم مضموم (اردو میں ارمغاں بھی مستعمل ہے) فارسی لفظ ہے۔ فارسی میں عام طور پر اول اور سوم مفتوح (اَرمَغان) رائج ہے۔ اس کے معنی ہیں تحفہ، یا سوغات، یا ہدیہ، خاص کر وہ تحفہ یا سوغات یا ہدیہ جسے سفر سے واپس آنے والے اپنے اقربا کے لیے لاتے ہیں۔ اسی لیے فارسی میں ارمغان کو ''رہ آورد'' بھی کہتے ہیں۔ ارمغان کے ایک معنی زر نقد کے بھی ہیں، لیکن اردو میں یہ معنی رائج نہیں۔

فرید بروزن شریف عربی لفظ ہے۔ اردو میں اس کے معنی ہیں: یگانہ، یکتا، بے نظیر۔ جو لوگ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی اولاد ہیں وہ انھیں کی نسبت سے اپنے کو ''فریدی'' لکھتے ہیں۔

سوال: قدیم کرناٹک میں کی وہ استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ سوال سمجھ میں نہیں آیا۔ سوال کنندہ کو لکھا گیا کہ وضاحت فرمائیں،

لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔

سوال: ستر پر چار، ساٹھ پر تین، کیا یہ کہنا صحیح ہے؟ ہم نے چورہتر اور ترسٹھ پڑھا تھا؟

جواب: ستر پر چار، ساٹھ پر تین، وغیرہ یہ اردو محاورہ نہیں۔ اردو میں "چوہتر" (نہ کہ "چورہتر") اور "تریسٹھ" یا "ترسٹھ" ہے۔ یہ اردو زبان کی بہت بڑی خوبی ہے کہ اس میں گنتیوں کے لیے الگ الگ لفظ مقرر ہیں۔ ورنہ انگریزی اور فرانسیسی جو بہت ترقی یافتہ زبانیں کہلاتی ہیں، ان کو بھی بیس سے زیادہ گنتی نہیں آتی۔

(سوالات از محمد سمیع اللہ خان باز، ہتھا، شموگا)

سوال: ان دنوں شرجیل، ضویا، شیزان، راحیل، طالش، زارا جیسے نام بہت عام ہو رہے ہیں۔ مگر یہ الفاظ لغت میں نہیں ملتے۔ کیا آپ اس پر روشنی ڈالیں گے؟

جواب: **شرجیل**، بروزن تفصیل (اول مفتوح، یاے معروف)، بالکل صحیح اور اچھا مردانہ نام ہے۔ حضرت شرجیل بن حسنہ مشہور صحابی تھے۔ بوجوہ ان کی نسبت ان کی والدہ حسنہ سے قائم کی جاتی ہے، ان کے والد سے نہیں۔ اس لفظ کے صحیح معنی نہیں مل سکے۔ غالباً یہ بہت پرانا عرب نام ہے۔ شرحبیل (اول مضموم، دوم مفتوح) بن سعد بھی ایک مشہور عرب بزرگ تھے۔ بعض لوگوں نے انھیں تابعی کہا ہے۔ مغازی کے اولین ماخذ میں ان کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں شرجیل بروزن تفصیل مروج ہے۔ "شرج" مع اول مفتوح اور دوم ساکن کے ایک معنی ہیں، "سنگستان سے نرم زمین کی طرف بہنے والا پانی۔" شرجیل غالباً اسی سے مشتق ہے اور شرحبیل اس کی تصغیر معلوم ہوتا ہے۔

ضویا نہیں، بلکہ زویا۔ یہ روسی زنانہ نام ہے۔ زویا ایک لڑکی تھی جو 1943 میں جرمن افواج کے خلاف بہت بہادری سے لڑی اور جرمنوں نے اسے بڑے ظلم کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جنگ کے بعد کئے زمانے میں یہ نام روس میں بہت مقبول تھا۔ اب کم سننے میں آتا ہے لیکن ہندوستان کے بعض روس پسند مسلمانوں نے بھی اپنی لڑکیوں کو یہ نام دیا ہے۔ یہ اصلاً یونانی ہے اور اس کے معنی "زندگی" وغیرہ کی قسم سے ہیں۔

شیزان کوئی نام نہیں، مہمل ہے۔ ایک مشہور فرانسیسی مصور سیزان (Cezanne) (تلفظ زان) نامی ضرور تھا۔ شیز مع یاے معروف بروزن "چیز" البتہ آبنوس کے پیڑ یا اس کی لکڑی کو کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے آبنوسی کمان کو بھی "شیز" لکھا ہے۔ بقول بعض یہ ایک علاقے کا نام بھی ہے۔ ممکن ہے اس علاقے کی نسبت سے کسی نے "شیزان" یعنی "شیز کے رہنے والے" بنا لیا ہو۔ اردو میں بہرحال شیز یا شیزان بطور نام کہیں سننے میں نہیں آئے۔

راحیل (یاے معروف) عبرانی ہے۔ یہ حضرت یعقوب کی بیوی یعنی حضرت یوسف کی ماں تھیں۔ عبرانی میں اس لفظ کے معنی "میمنا" ہیں۔ میمنا نرم مزاجی، نیکی اور حلم کی علامت ہے۔ یہ زنانہ نام ہے لیکن ہمارے یہاں بعض لڑکوں کا بھی نام راحیل سننے میں آیا ہے۔

طالش کی تفصیل یہ ہے کہ قدیم فارسی میں ایک قبیلے کا نام "کادوس" تھا۔ ہتانشی (قدیم فارسی کی ایک نہایت مشکل شکل) میں لکھتے "کادوس" اور پڑھتے "تالش" تھے۔ بعد میں شاید عربی کے زیر اثر تاے فوقانی کو طاے حطی میں بدل لیا گیا۔ جدید فارسی میں "طالش" ایک پہاڑی سلسلے اور ایک دریا کا نام ہے۔ میں نے کسی کا نام "**طالش**" نہیں سنا، لیکن ممکن ہے کسی صاحب کو اپنے بیٹے کے لیے پسند آ گیا ہو۔

زارا بھی روسی، بلکہ وادی قاف کے علاقوں میں زنانہ نام ہے، کہیں کہیں روس میں بھی سننے میں آتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کی اصل فارسی "زر" بمعنی "دولت" ہے۔ ہمارے یہاں بعض لوگوں نے اپنی لڑکیوں کو یہ نام دیا ہے۔

(سوالات از جمیل الرحمن، کلٹی، ضلع بردوان)

□□□

رابطہ:
29-C, Hastings Road
Civil Lines
Allahabad (U.P.)

اچھی اردو: روز مرہ، محاورہ، صرف، اس کالم کی اردو دنیا کے قارئین میں خوب پذیرائی ہو رہی ہے۔ حال ہی میں بعض سوالات ایسے ارسال کئے گئے ہیں جن کا تعلق محض عربی اور فارسی زبان کے الفاظ اور ان کے معانی سے ہے۔ اگرچہ ان سبھی سوالات کے جوابات محترم شمس الرحمن فاروقی صاحب کی جانب سے دیئے جا رہے ہیں۔ لیکن آئندہ سوالات کرتے وقت یہ خیال رہے کہ ارسال کردہ جملہ سوالات کا تعلق صرف اردو زبان اور اس کے روزمرہ سے ہو۔ **(ادارہ)**

محمد حسن فاروقی

درس و تدریس کے عصری تقاضے

زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلی آرہی ہے۔ تعلیم کا شعبہ بھی ان تبدیلیوں سے متاثر ہو رہا ہے۔ خصوصاً درس و تدریس کے طریقوں میں ایسا انقلاب آرہا ہے جس کا چند برس پیشتر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ درس و تدریس میں ان تبدیلیوں کی چار اہم وجوہات ہیں۔

1. Knowledge Explosion کے تحت معلومات میں اضافہ
2. اطلاعاتی ٹکنالوجی کی بڑھتی ہوئی اہمیت و افادیت
3. مختلف پیشوں اور روزمرہ زندگی کے کاموں کی بدلتی ہوئی نوعیت
4. مختلف خصوصیات اور صلاحیتیں رکھنے والے طلبہ کی شناخت اور ان کی بڑھتی ہوئی تعداد۔

تعلیمی عمل کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. نصاب
2. اس نصاب کی روشنی میں علم کو درس و تدریس اور دیگر ذرائع سے طلبہ کو پہنچانا۔
3. امتحانات

آزادی کے بعد ملک میں بعض تعلیمی کمیشن قائم ہوئے اور ان کی سفارشات کی روشنی میں نصاب بھی تبدیل کیا جاتا رہا۔ نصاب کی یہ تبدیلی مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی سطح پر ہوتی ہے اور مدارس اس نصاب کو پڑھانے کے پابند ہوتے ہیں۔

تعلیم کے دوسرے مرحلے میں چوں کہ ہمارا عمل دخل تقریباً مکمل ہوتا ہے اس لیے یہ مرحلہ ہماری خصوصی توجہ کا مستحق ہے اور اس کی کارکردگی کو جانچنا اور پرکھنا زیادہ ضروری ہے۔ نظم و ضبط میں بندھے معصوم بچے قطاروں میں بیٹھے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے رنگ برنگی تتلیاں ہیں جنھیں پن سے ٹانک دیا گیا ہے۔ بچپن کی خوشیاں ان سے رخصت ہو چکی ہیں۔ روسو نے صحیح کہا تھا کہ 'خدا ہر چیز کو اس کی بہترین صورت میں تخلیق کرتا ہے لیکن انسانوں کی ہاتھوں میں آکر وہ زوال پذیر ہو جاتی ہیں'، یہ بات پرائمری سطح کے طلبہ پر پوری طرح صادق آتی ہے۔

کلاس میں استاد علم کا تنہا منبع ہوتا ہے وہی طے کرتا ہے کتنا پڑھایا جائے۔ طلبہ بھی اتنے ہی علم کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جدید ٹکنالوجی نے استاد اور طالب علم دونوں کے رول کو بدل دیا ہے۔ کمپیوٹر ایک مثالی ذریعہ ہے جس نے عالمی سطح پر ایک نہایت مضبوط تعلیمی ڈھانچہ کھڑا کر دیا ہے اور طالب علم کمپیوٹر کو حصول علم کے اہم وسیلے کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ انٹرنیٹ طلبہ کو مواد، افراد اور وسائل تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اب طالب علم صرف دوسرے سے علم حاصل کرنے والا ہی نہیں رہا بلکہ اس میں خود آموزی کی صلاحیت پیدا ہو رہی ہے۔ اب درس و تدریس What to learn تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا مقصد Learning to learn ہو گیا ہے۔ غرض انفارمیشن ٹکنالوجی نے طلبہ کے سیکھنے کے عمل کو زیادہ وسیع، معنی خیز اور بارآور بنا دیا ہے۔

اب استاد کے لیے زیادہ اہم یہ ہو گیا ہے کہ وہ طلبہ کو ان جدید ٹکنالوجی سے استفادہ کرنا سکھائے اور طالب علم کو مکمل طور پر خود آموز متعلم autonomous learner بننے میں مدد دے۔ اب استاد کی حیثیت ایک رہنما اور مددگار کی بھی ہو گئی ہے۔ ضروری ہے کہ اساتذہ کو درس و تدریس کے طریقوں میں آنے والی تبدیلیوں سے واقف کرایا جائے اور انھیں مناسب تربیت بھی دی جائے تاکہ وہ اپنی تدریس کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر سکیں۔

طلبہ، استاد، تعلیمی اداروں اور تعلیم کے محکموں کی صلاحیت اور کارکردگی طلبہ کے بیرونی امتحانات کے نتائج سے جانچی جاتی ہے لیکن موجودہ دور میں امتحانات کے نتائج پر سوالیہ نشان لگتا جا رہا ہے اور ایک عام آدمی بھی ان نتائج کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ موجودہ پیمائش قدر کے طریقوں میں متعدد خامیاں بھی ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے کی جانے والی پیمائش قدر نے بڑی حد تک ان خامیوں پر قابو پا لیا ہے۔ کمپیوٹر ہر طالب علم کے لیے علاحدہ علاحدہ آزمائشی پرچے تیار کر سکتا ہے۔ طلبہ کی صلاحیتوں کی جانچ کر سکتا ہے۔ ان کی درجہ بندی کر سکتا ہے اور مسلسل پیمائش قدر کے ذریعے طلبہ کی تعلیمی ترقی کا تفصیلی ریکارڈ محفوظ رکھ سکتا ہے۔ طلبہ بھی اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر مناسب رفتار سے اکتساب عمل کر سکتے ہیں اور اپنی تعلیمی کارکردگی سے فوراً واقف ہو سکتے ہیں اس لیے اب اساتذہ کو پیمائش قدر کے

نئے تصور، طریقوں اور جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے ان پر عمل کر سکنے کا اہل بنانا اور انھیں تربیت دینا ضروری ہو گیا ہے۔

اسکول میں مختلف خصوصیات اور صلاحیت رکھنے والے طلبہ زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کلاس میں بعض بچے بڑے اچھے انداز میں کہانیاں یا سریلی آواز میں نظمیں سناتے ہیں۔ کوئی بچہ فوری طور پر حساب حل کر لیتا ہے تو کوئی ڈرائنگ اور پینٹنگ میں طاق ہوتا ہے۔ کوئی خاموش طبع ہے تو کوئی باتونی، کوئی قائدانہ صلاحیت رکھتا ہے تو کوئی فرماں برداری کا جذبہ رکھتا ہے۔ کلاس میں جسمانی یا ذہنی طور پر معذور بچے ہو سکتے ہیں اور ایسے طالب علم بھی جو نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں اچھا استاد اپنی تدریس کے دوران اپنی کلاس کے بچوں کے مختلف طبائع اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھتا ہے اور تمام دشواریوں کو ایک چیلنج کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

تختہ سیاہ، فلینل بورڈ، نیوز بورڈ، تصویری خاکے، فلیش بورڈ، چارٹ، پوسٹر، گراف، حقیقی اشیاء یا ان کے ماڈل، کھلونے، کٹھ پتلیاں، ریڈیو، سمعی و بصری فیتے، گراموفون ریکارڈ، فلم، ٹی.وی. وغیرہ نہ جانے کتنے وسائل تعلیم ہیں جن کی مدد سے تدریس کو موثر اور بامعنی بنایا جا سکتا ہے۔ ان میں سے اکثر وسائل تعلیم کلاس روم یا اسکول میں موجود ہوتے ہیں۔ ان کا استعمال نہایت ضروری ہے۔ طالب علموں کے ذہنوں میں سوالات کا ہجوم ہوتا ہے۔ لیکن ان کے علم کے شوق اور جاننے کی خواہش کو بڑھاوا نہیں ملتا۔ حالات اور ضرورتوں کے پیش نظر تخلیقی صلاحیت Creativity ذہانت Intelligence اور کمال کا اعلیٰ ترین معیار Excellence ہماری درس و تدریس کی منزل مقصود ہونی چاہیے۔ تخلیقی صلاحیت انسانی زندگی کا انمول خزانہ ہے اور تمام نمایاں ایجادات اور کامیابیوں کے پس پشت یہی انوکھا جذبہ کارفرما ہے۔ یہ غلط فہمی نہ ہو کہ تخلیقی صلاحیت پر چند منتخب اشخاص کی اجارہ داری ہوتی ہے۔ یہ بنیادی خدائی عطیہ مختلف درجات میں ہر فرد میں موجود ہوتا ہے۔ اب ایسے ذرائع وجود میں آ گئے ہیں جن کے ذریعے اس چھپے ہوئے خزانے کو دریافت کیا جا سکے اور اسے ترقی دی جا سکے۔ تخلیقی صلاحیتوں کو جلا دینے والی تدریس روایتی طریقے سے مختلف ہوتی ہے۔ اول الذکر طریقۂ تدریس کو اپنانے کا حوصلہ وہی استاد کر سکتا ہے جسے اپنے مضمون پر عبور حاصل ہو اور جو بھرپور تیاری کے ساتھ جماعت میں داخل ہو۔

ذہین طلبہ قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اساتذہ، سرپرست بلکہ پورے معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کو پہچانیں اور تدریس کے نئے طریقوں، جدید وسائل تعلیم اور تربیتی پروگراموں کے ذریعے انھیں فروغ دینے کی کوشش کریں۔

موجودہ زمانہ Excellence کا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں انھیں لوگوں کی پذیرائی ہو رہی ہے جو اپنے مخصوص میدان میں کمال کے اعلیٰ ترین مقام پر ہیں۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکول کو مختلف سرگرمیوں کا ایسا مرکز ہونا چاہیے جہاں طلبہ کی صلاحیتیں فروغ پائیں، ان کی ذہانت کو جلا ملے اور وہ علم کے اعلیٰ معیار تک پہنچ سکیں۔ ضابطوں کی بے جا جکڑ بندیوں اور خوف کے ماحول کے بجائے کھلے ماحول میں اپنی پسند اور میلان طبع کے مطابق اکتساب علم کریں اور اپنی شخصیت میں نکھار لائیں۔

لازمی ہے کہ ہماری درس و تدریس اور اسکول کی تمام سرگرمیاں نیکی، شرافت، شائستگی اور انسانیت کی اعلیٰ قدروں کی بنیاد پر استوار ہوں۔ انسانی اقدار سے محروم تعلیم اردو معاشرے کو بڑی تیزی سے پستی میں لے جائے گی۔

ہنوز صاحبان اردو نے اپنی ضرورتوں کے پیش نظر کوئی تعلیمی منصوبہ بندی نہیں کی۔ ملک میں جاری نظام تعلیم کے ایک محدود اور بے لچک حصے کے دھارے میں بہے جا رہے ہیں۔ نظام تعلیم کا وہ حصہ جو حالات کی تبدیلیوں کا آئینہ اور زندگی کی ضرورتوں کی تکمیل کرنے والا ہے۔ ہماری غفلت کا شکار ہے۔ صرف ممبئی میں Language Development Programme کے تحت ہزار ہا ہزار آڈیو اور ویڈیو کیسیٹ تیار کیے ہیں اور پورے نصاب تعلیم کو ان میں سمو دیا ہے۔ پورے ملک میں انٹرنیٹ کے ذریعے برق رفتاری سے تعلیمی انقلاب آ رہا ہے لازمی ہے کہ صاحبان اردو بھی اس انقلاب کا حصہ بنیں تا کہ ہماری آنے والی نسلیں بھی وقت کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے اور اپنے مستقبل کو تابناک بنا سکیں۔ اگر ان تبدیلیوں سے بے اعتنائی کا یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں جب ہمیں کف افسوس ملتے ہوئے کہنا پڑے گا۔

یاراں تیزگام نے منزل کو جالیا
ہم محوِ نالۂ جرس کارواں رہے

□□□

رابطہ:

574, Bail Bagh,
Guruwarward
Malegaon, Nasik

وجے دیو سنگھ

اردو فاصلاتی نظام تعلیم۔۔۔سمت و رفتار

جموں وکشمیر ملک کی واحد ریاست ہے، جہاں 1956ء میں ریاست کی پہلی آئین ساز اسمبلی نے دفعہ 145 کے تحت اردو کو سرکاری زبان قرار دیا اور حکومت کی طرف سے بھی اردو کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں کئی ٹھوس اقدامات عمل میں لائے گئے۔ اردو ریاست کے تینوں خطوں جموں، کشمیر اور لداخ میں رابطے کی زبان ہے۔ ابتداء میں ڈوگرہ حکمرانوں بالخصوص مہاراجہ گلاب سنگھ (56-1846ء) اور مہاراجہ رنبیر سنگھ (75-1857) کے ادوار حکومت میں اردو زبان اس خطے کی تمام تر سرکاری اور غیر سرکاری ذمے داریوں کو سنبھالنے کے قابل ہوئی۔ 1858 میں ریاست کا پہلا سرکاری پریس جموں میں قائم ہوا جس میں سنسکرت، فارسی اور اردو طباعت کے سارے وسائل موجود تھے۔ اس پریس کے قیام کے تقریباً ایک دہے بعد ریاست کی پہلی ادبی انجمن ''بدیا بلاس'' 1867 میں منظر عام پر اور ریاست کا پہلا اخبار ''بدیا بلاس'' جموں سے ہی شائع ہوا۔ یہ ہفت روزہ اخبار اردو و ہندی، دو زبانوں میں شائع ہوتا تھا۔ اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا دوسرا اخبار ''دھرم درپن'' (1873) بھی حکومت کا ترجمان تھا۔ یہ پندرہ روزہ شائع ہوتا تھا۔ ازاں بعد'' تحفۂ کشمیر'' (1876)، ''جموں گزٹ'' (1884)، ''مہاجن نیتی پتر'' (1912) اور'' ڈوگرہ گزٹ'' (1913) جیسے اخبارات و رسائل ریاست میں اردو زبان وادب کی تبلیغ اور تحفظ کے حوالے سے سنگ ہائے میل ثابت ہوئے۔ اردو کا پہلا مکمل اخبار'' رنبیر'' 20 جون 1924 کو لالہ ملک راج صراف کی ادارت میں شائع ہوا۔ ریاست میں اردو زبان و ادب اور اردو صحافت کے تاریخی پس منظر میں'' رنبیر'' کی ادبی و لسانی خدمات بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

مہاراجا ہری سنگھ کے دور حکومت میں 1940 میں ریاست کے اسکولوں اور کالجوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا۔ سرکاری دفاتر، بالخصوص محکمہ جنگلات، محکمہ مال، محکمہ پولیس اور عدلیہ میں تمام تر دفتری کارروائی اردو میں رائج تھی۔ نجی شعبہ جات میں بھی اردو زبان کا استعمال کیا جاتا تھا۔ عوام و خواص اردو میں مراسلت کرتے تھے۔ تاجرین بھی اپنی خط و کتابت، لین دین نیز حساب کتاب وغیرہ کے لیے اردو ہی پر منحصر تھے۔ لیکن تجارتی سطح پر اب صورت حال قدرے مختلف ہے۔ کاروباری اداروں میں اردو کا رواج اب قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔

آزادی کے بعد جانب ریاست جموں وکشمیر میں اردو کا رواج عام رہا۔ پرائمری اسکولوں سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹی سطح تک اردو پڑھانے کی جانب خاص توجہ دی گئی۔ جموں کے چند تعلیمی اور نیم تعلیمی اداروں میں شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی، جموں، کا ششماہی مجلہ ''تسلسل''، ریاستی کلچرل اکادمی، کا اردو جریدہ ''شیرازہ''، محکمہ اطلاعات اور اس کا معیاری ماہنامہ ''تعمیر''، دور درشن کیندر جموں کا اردو ادبی پروگرام'' آبشار'' اور ریڈیو کشمیر جموں کا اردو ادبی پروگرام'' خرمن'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی، جہاں اعلیٰ اردو تدریس کے سلسلے میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے وہاں ششماہی ''تسلسل'' ہر طرح کے علمی و ادبی موضوعات کی اشاعت پر کاربند ہے، بالخصوص ایسے موضوعات اس جریدے کی ترجیحات میں شامل ہیں جن سے اردو زبان اور اس کے طلبہ کو براہ راست فیض پہنچے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال ماہنامہ ''شیرازہ'' اور ماہنامہ'' تعمیر'' کی بھی ہے جن کا ایک ایک ورق اردو زبان کے لیے وقف ہے۔ دوردرشن کیندر جموں اور ریڈیو کشمیر جموں کے اردو پروگراموں میں ریاست اور بیرون ریاست کے نامور ادبا و شعرا کی شمولیت اور ان کی تخلیقات کی پیش کش سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محولہ بالا دونوں اداروں کی پالیسی میں اردو کا فروغ شامل ہے۔ صوبہ جموں کے طلبہ و طالبات کی علمی و ادبی استعداد کو جلا بخشنے اور ان کی ادبی صلاحیتوں کو فروغ دینے میں ریڈیو اور دور درشن کے پروگرام جس نوعیت کے کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں ان کی اہمیت و افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ تاہم اردو میں **News Bulletin** نشر کرنے کا اہتمام ان اداروں کی جانب سے نہیں کیا گیا ہے۔

نجی شعبے میں صوبہ جموں کے جو چند اردو اخبارات اردو کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں ان میں روزنامہ'' فروغ وطن''، روزنامہ ''تسکین'' اور روزنامہ ''سندیش'' وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح چند غیر سرکاری علمی و ادبی انجمنیں بھی اپنے محدود وسائل کے باوجود اردو زبان و ادب کی خدمت کے لیے کوشاں ہیں۔ ان غیر سرکاری علمی و ادبی انجمنوں میں بزم ادب (شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی)، انجمن محبان اردو جموں، پروفیسر جگن ناتھ آزاد فاؤنڈیشن، رسا جاودانی میموریل لٹریری سوسائٹی جموں، جموں وکشمیر اردو فورم، جموں، ادبی کنج جموں، انجمن فروغ اردو جموں، اور انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ جموں جیسی انجمنوں کے نام سرفہرست ہیں۔

یوروپ میں فاصلاتی نظام تعلیم کا آغاز سب سے پہلے Issac Pitman's Shorthand Course کے ذریعے 1840 میں ہوا۔ اس شارٹ ہینڈ کورس کے سلسلے میں دور دراز کے طلبہ کو درسی مواد بذریعہ ڈاک فراہم کیا گیا۔ لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ فاصلاتی نظام تعلیم کے آغاز کا سہرا انگریزی زبان کے اس مدرّس کے سر ہے جو 1833 میں انگلش کمپوزیشن پڑھانے کے لیے اپنے شاگردوں کو بذریعہ ڈاک درسی مواد فراہم کرتا تھا۔ 1856 میں Langenscheidt اور Toussaint نے فارن لنگویجز کی تدریس کے لیے اسکول آف ماڈرن لنگویجز قائم کیا۔ فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت 1873 میں امریکہ کی یونیورسٹیوں نے خط و کتابت کے ذریعے تعلیم کی کوششیں شروع کیں۔ اس کے بعد یوروپ کے مختلف ممالک میں فاصلاتی نظام تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا جسے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ فاصلاتی نظام تعلیم کی اہمیت، افادیت اور اس طریقۂ تعلیم کی وسعتوں کو دیکھتے ہوئے انٹرنیشنل کونسل فار کارسپانڈنس ایجوکیشن (ICCE) نے 1982 میں Vancouver میں پروفیسر بخشیش سنگھ کی صدارت میں منعقدہ اپنی بارھویں عالمی کانفرنس میں ایک اہم قرارداد پاس کرتے ہوئے (ICCE) کا نام بدل کر (ICDE) کر دیا، یعنی انٹرنیشنل کونسل فار ڈسٹنس ایجوکیشن۔

ہندوستان میں فاصلاتی نظام تعلیم کا آغاز 1963 میں ہوا۔ اس طریقۂ تعلیم نے اس قدر مقبولیت حاصل کی کہ آج پورے ملک میں 106 ایسے ادارے موجود ہیں جو کارسپانڈنس کورسز یا فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت ضرورت مندوں کی تعلیمی تشنگی کو دور کرنے میں فعال ہیں۔ ملک کی دوسری ریاستوں کی طرح حکومت جموں و کشمیر نے بھی اس سلسلے میں پیش رفت کی اور حکومت کی کوششوں سے 3 مارچ 1976 کو ریاست میں شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم، جموں یونیورسٹی، جموں اور سنٹر آف ڈسٹنس ایجوکیشن، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر اسی سلسلے کی پیش رفت ہیں۔

دور حاضر میں فاصلاتی نظام تعلیم میں داخلہ لینے والے بیشتر امیدوار ہماری سوسائٹی کے وہ اشخاص ہیں جنھیں اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے احاطوں میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع نہیں مل سکے۔ اس محرومی کی وجوہات چاہے سیاسی، سماجی، اقتصادی یا جغرافیائی حالات ہی کیوں نہ ہوں، ایسے افراد ملازمت یا دیگر مصروفیات کی ذمہ داریوں کے چنگل میں جکڑے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں، لیکن علم کے متلاشی اپنی تمام تر محرومیوں اور مصروفیات کے باوجود تعلیم کی جانب رغبت کیے ہوئے ہیں اور ایسا کرنے میں فاصلاتی نظام تعلیم ان کے لیے ہر ممکن اقدامات عمل میں لا رہا ہے۔ اس حقیقت سے ہر کوئی واقف ہے کہ دور حاضر میں ملک کی آبادی میں جس طرح مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اس اضافے کے تناسب سے موجودہ سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی ادارے ناکافی ہیں اور ہر ایک کو تعلیم دینے میں ناکام بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک متبادل اور منظم نظام تعلیم کی تشکیل عمل میں لائی گئی جسے فاصلاتی نظام تعلیم کے نام سے منسوب کیا گیا۔

اکیسویں صدی ''فاصلاتی نظام تعلیم'' کی صدی ہے اور اس صدی کے تعلیمی تقاضوں کی تکمیل میں شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم، جموں یونیورسٹی، جموں اپنا مثبت کردار ادا کر رہا ہے۔ اردو تعلیم کے حوالے سے ڈائرکٹریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن، جموں یونیورسٹی، جموں پسماندہ اور دور افتادہ بر فیلے اور پہاڑی علاقوں کی خاص طور پر نمائندگی کرتا ہے۔ ان دور افتادہ علاقوں میں لیہہ لداخ، ڈوڈہ، بھدرواہ، کشتواڑ، راجوری، پونچھ، کٹھوعہ، بنی، اودھم پور، مہور گول اور گلاب گڑھ وغیرہ شامل ہیں۔ ان علاقوں میں شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم دوسرے مضامین کے علاوہ اردو کی اعلیٰ تعلیم کی ترسیل اُردو زبان کے فروغ اور اس کی حفاظت کے لیے بھی کوشاں ہے۔

شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم، جموں یونیورسٹی، جموں اردو زبان کے جن کورسز کی تدریس میں پوری طرح خودکفیل ہے، ان کورسز کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(الف) اردو میں سرٹیفکیٹ کورس: (ششماہی کورس)

شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم کے زیر اہتمام چل رہے اس کورس میں داخلے کے لیے لازمی ہے کہ طالب علم نے ہائی اسکول امتحان پاس کیا ہو۔ اس کورس کی مدت 6 ماہ ہے۔ اس کورس میں زیادہ تر ریاست جموں و کشمیر اور بیرون ریاست کے اردو سے دل چسپی رکھنے والے مرد اور خواتین، بالخصوص اسکولوں کے ہندی اساتذہ، وکلا، عدلیہ اور پولیس کے اہل کار، نیز جموں یونیورسٹی، جموں کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ اور طالبات داخلہ لیتے ہیں اور اس کورس کے ذریعے اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔

(ب) بی.اے. میں اردو: (تین سالہ کورس)

ہر برس ہزاروں طلبہ فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت بی.اے. میں داخلہ لیتے ہیں۔ یہاں بی.اے. میں اردو ایک مضمون کی حیثیت سے تین سال تک پڑھائی جاتی ہے۔ مضمون کی حیثیت سے اردو پڑھنے والے طلبہ و طالبات کی تعداد شروع میں کچھ کم تھی مگر ہر سال طالب علموں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا ہے۔

(ج) بی.ایڈ میں اردو: (دوسالہ کورس)

بی.اے. پاس کرنے کے بعد زیادہ تر طالب علم بی.ایڈ میں داخلہ لیتے ہیں اور وہاں بھی اردو کو ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھتے ہیں۔ بی.ایڈ کورس میں داخلہ لینے والے طلبہ پر یہ شرط لازم ہے کہ جب تک وہ 'Elementary Urdu' کا امتحان پاس نہیں کر لیتے تب تک وہ امتحان دینے کے اہل قرار نہیں دیے جاتے۔ علاوہ ازیں اردو کورس پاس کرنے والے ایسے طلبہ کو اردو اساتذہ کی تقرری میں ترجیح بھی دی جاتی ہے۔

(د) ایم.اے. اردو: (دوسالہ کورس)

شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت اُردو مضمون میں بھی ایم.اے. کرنے کی سہولت فراہم ہے۔ جن امیدواروں کا بی.اے. میں ایک لازمی مضمون اردو ہوتا ہے وہ ایم.اے. اردو میں داخلے کے مجاز ہوتے ہیں۔ شعبۂ فاصلاتی نظام تعلیم سے ایم.اے. اردو کرنے والوں کی تعداد میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ جو اردو زبان اور صاحبان اردو کے تعلق سے ایک خوش آئند بات ہے۔

فاصلاتی نظام تعلیم، جموں یونیورسٹی، جموں کے تحت بی.اے.، بی.ایڈ اور ایم. اے. اردو پڑھنے والے طلبہ اور طالبات کے صرف پچھلے دو سال (2004-05) اور (2005-06) کے اعداد و شمار ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

کلاس	سال	کل تعداد	مرد	عورت	ہندو%	مسلم%
بی.اے. (تینوں جماعتوں میں)	2004-05	1220	875	345	35	65
	2005-06	1350	810	540	37.5	62.5
بی.ایڈ Elementary Urdu	2004-05	1000	600	400	98	2
	2005-06	800	565	235	95	5
بی.ایڈ (اردو مضمون کی حیثیت سے)	2004-05	75	60	15	45	55
	2005-06	90	58	32	42	58
ایم.اے. اُردو	2004-05	475	347	128	25	75
	2005-06	491	348	143	27	73

بی.اے. تینوں جماعتوں میں 2002-03 ضلع کی سطح پر اردو پڑھنے والوں کی تعداد 1272 تھی۔ ضلع کی سطح پر ان کے اعداد و شمار ذیل میں درج ہیں:

نمبر شمار	ضلع	کل تعداد	مرد	عورتیں
.1	جموں	260	195	65
.2	ادھمپور	146	127	19
.3	کٹھوعہ	47	40	07
.4	راجوری	197	125	72
.5	پونچھ	117	78	39
.6	ڈوڈہ	216	152	64

کل تعداد= 1272، مرد= 950، عورتیں= 322، ہندو= 39%، مسلم= 61%

متذکرہ اعداد و شمار کے مطابق اردو پڑھنے والوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔

فاصلاتی نظام تعلیم میں طریقۂ تدریس:

''فاصلاتی نظام تعلیم'' میں نصاب سے متعلق اسباق (Study Material) کی تیاری بھی ایک اہم مرحلہ ہے۔ بی.اے. اور ایم.اے. اردو کے نصاب سے متعلق اسباق جموں یونیورسٹی، جموں کے علاوہ ملک کی دیگر بڑی یونیورسٹیوں کے تجربہ کار اساتذہ سے تیار کروائے جاتے ہیں اور یہ تحریری اسباق مطبوعہ صورت میں طلبہ کو مقررہ اوقات میں فراہم کیے جاتے ہیں۔

ذاتی رابطہ پروگرام یعنی (Personal Contact Programme) حالاں کہ اختیاری ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ان میں کافی تعداد میں طلبہ شرکت کرتے ہیں۔ ان ذاتی رابطہ پروگراموں کی مدت پندرہ سے بیس دن کی ہوتی ہے۔ زیادہ تر ذاتی رابطہ پروگرام موسم سرما و گرما کی تعطیلات میں منعقد کیے جاتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ طلبہ اس پروگرام میں شامل ہوسکیں۔ ذاتی رابطہ پروگرام کے تحت پڑھائے جانے والے بی.اے. اور ایم.اے. اردو کورسز میں مقامی کالجوں اور یونیورسٹی کے تجربہ کار اردو اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔

مفوضہ کام (Home Assignment) فاصلاتی نظام تعلیم کا ایک نہایت ہی اہم جز ہیں۔ بی.اے. میں اردو مضمون پڑھنے والے طلبہ کے لیے مفوضہ کام کے (30) تیس نمبرات اور ایم.اے. کے طلبہ کے لیے (20) بیس نمبرات مختص رکھے گئے ہیں۔ ہر کورس پیپر میں چار مفوضہ کام ہوتے ہیں۔ بعد میں ان اسائنمنٹس کی اساتذہ سے جانچ کرائی جاتی ہے اور مفوضہ کام میں حاصل کیے گئے نمبرات سالانہ امتحان کے نمبرات میں شامل کیے جاتے ہیں اس طرح یہ نمبرات نتیجہ کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں اور غلطیوں کا احاطہ کیے ہوئے اس مفوضہ کام کو طالب علموں کے علم میں لانے کے لیے

انھیں واپس ارسال کر دیا جاتا ہے تاکہ ان کی روشنی میں وہ اپنی اغلاط کی اصلاح کر سکیں۔

شعبۂ ''فاصلاتی نظام تعلیم'' طالب علموں کو لائبریری کی سہولیت بھی فراہم کرتا ہے۔ شعبۂ اردو فاصلاتی نظام تعلیم کے کتب خانے میں اردو کی پانچ ہزار سے زائد کتب مع حوالہ جاتی دستیاب ہیں۔ طلبہ کی سہولت کے لیے ضلع کی سطح پر بھی اسٹڈی سینٹرز قائم کیے گئے ہیں تاکہ طالب علموں کو ان کے گھروں کے نزدیک ہی رہنمائی اور مشوروں کے ساتھ ساتھ لائبریری کی سہولیات بھی میسر ہو سکیں۔

شعبۂ اردو، فاصلاتی نظام تعلیم کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ بی.اے.، بی.ایڈ اور ایم.اے. اردو کے طالب علموں کی تدریس کے لیے سماعتی و بصارتی توضیحات کا بھی استعمال کیا جائے۔ لہٰذا فاصلاتی نظام تعلیم میں ایک اہم لازمی جز کے طور پر سماعتی ٹیپس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ٹیپ اردو اسباق کے متعلق تیار کیے گئے ہیں اور طالب علموں کو یہ ٹیپ ذاتی رابطہ پروگرام کے دوران سنائے جاتے ہیں۔ جس سے طالب علموں کو اردو اسباق کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے ساتھ ہی تلفظ درست کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

''فاصلاتی نظام تعلیم'' میں اپنا اندراج کرانے والے طلبہ کے امتحانات رسمی طریقۂ تعلیم کے طلبہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور متعلقہ امتحان کی سند جموں یونیورسٹی، جموں کی جانب سے دی جاتی ہے۔

□□□

رابطہ:

Directorate of Diatance Education
Jammu University
Jammu-110004

اقبال کی کہانی

مصنف: جگن ناتھ آزاد

اقبال وہ عظیم شاعر اور فلسفی ہے جسے عالمی ادب کے منظرنامے میں اہم مقام حاصل ہے۔ شاعر اور فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ شگفتہ مزاج انسان بھی تھے۔ ان کی علمی اور ادبی بحثوں سے بڑے باریک نکتے، اسرار اور لطیفوں کے چمن زار کھلتے تھے۔ اقبال کو اپنے ملک وقوم کے بچوں کے مستقبل سے والہانہ لگاؤ تھا جس کے سبب انھوں نے بچوں کے لیے مضامین لکھے اور خوب صورت نظمیں کہیں جنھیں پڑھ کر بچے اچھے شہری بن سکتے ہیں۔ ماہر اقبالیات جگن ناتھ آزاد نے اس کتاب میں اقبال کا جامع تعارف کرایا ہے۔

صفحات: 83، قیمت: -/11 روپے

جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن

مصنف: ظفر محمود

جوش ملیح آبادی اردو شعر و ادب کا ایک اہم نام ہے۔ انھوں نے نہ صرف شاعری کو خوب صورت زبان عطا کی بلکہ نثر میں بھی گل کاری کی ہے۔ ان کے شعر و ادب کے طالعے سے خود اعتمادی، جوش اور اپنے ملک وتہذیب کی بقا کے لیے سینہ سپر ہونے کا پیغام ملتا ہے۔ نہ صرف ان کا فن بلکہ خود شاعر کی زندگی کے حالات اس پیغام کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔ ظفر محمود نے ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن'' میں شاعر کی زندگی اور فن کے انھی گوشوں کو اجاگر کیا ہے جن سے نئی نسل کی ذہنی وعلمی تربیت ہوتی ہے۔

صفحات: 105، قیمت -/38 روپے

نوٹ: طلبہ کے لیے 45 فیصد اور اساتذہ کے لیے 40 فیصد کی خصوصی رعایت۔ تاجرانِ کتب کو حسبِ ضوابط کمیشن دیا جاتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر.کے. پورم، نئی دہلی-066 110

احسان الرحمٰن

بنیادی تعلیم ــــ معیار و مسائل

تعلیمی معیار میں پستی کے اسباب کو تین اہم زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. حکومت
2. انتظامیہ
3. معاشرہ

حکومت یعنی ضلع پریشد، نگر پریشد اور میونسپل کارپوریشن کی نگرانی میں چلنے والے اسکول سب سے زیادہ تعلیمی گراوٹ کا شکار ہیں۔ اس کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:۔

(الف) اسکول میں اساتذہ کی کمی، ضلع پریشد کے اسکول خصوصاً جو دیہاتوں میں واقع ہیں اور جہاں اول تا چہارم کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے وہاں صرف ایک یا دو اساتذہ ہی ہوتے ہیں۔

(ب) تعلیمی وسائل کی کمی۔ حکومت کی سرپرستی میں چلنے والے اسکولوں میں انفراسٹرکچر نظر نہیں آتا۔ بلڈنگ، فرنیچر اور دیگر لوازمات کی کمی۔ اس کے علاوہ طلبہ کے لیے چارٹس اور ماڈلس کے علاوہ دیگر تعلیمی توضیحات کی کمی کی وجہ سے اساتذہ بھی اپنے پورے فرائض انجام نہیں دے سکتے۔

(ج) طلبہ کی تعداد۔ ہر جماعت میں طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے معلم ہر طالب علم پر انفرادی توجہ نہیں دے سکتا۔ اس کے علاوہ طلبہ کی حاضری، غیر حاضر طلبہ سے جواب دہی۔ یونیفارم کی جانچ، فیس کی وصول یابی جیسے کاموں میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے۔

(د) غیر معیاری اساتذہ: غیر معیاری اساتذہ کا تقرر بھی تعلیمی معیار کو پست اور سطحی بنانے میں کافی حد تک ذمے دار ہے۔ سرکاری اساتذہ سے اکثر غیر تدریسی کام لیے جاتے ہیں جیسے الیکشن کے زمانے میں ووٹر لسٹ تیار کرنا۔ سروے کرنا اور دیگر غیر تدریسی مختلف معلومات بہم پہنچانا وغیرہ جس سے درس و تدریس کا کام بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

(ہ) سرکاری افسران۔ اکثر سرکاری افسران اردو زبان سے ناواقف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اسکولوں کے معائنے کا کام ایمانداری سے نہیں ہو سکتا۔ ان اسباب کے علاوہ امتحانات کے طریقے، نوعیت، غیر موزوں نصاب تعلیم اور مضامین کی کثرت بھی تعلیم کے معیار میں گراوٹ کا سبب بنتی ہے۔

انتظامیہ میں عام طور پر غیر سرکاری اردو میڈیم اسکول چلانے والے حضرات غیر تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد محض سرکاری گرانٹ میں خیانت اور ڈونیشن کے نام پر رشوت لے کر نااہل اساتذہ کا تقرر کرنا ہوتا ہے۔ ان اساتذہ کا مقصد صرف انتظامیہ کو خوش رکھنا ہوتا ہے۔ یہ اساتذہ طلبہ کے مستقبل سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ امتحان کے زمانے میں نقل کروا کر یا پھر ممتحن کے پاس پہنچ کر یا کسی اور ذریعے سے طلبہ کو پاس کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان اساتذہ میں اکثر انتظامیہ اور سوسائٹی کے اراکین کے رشتہ دار ہوتے ہیں اس لیے کوئی ان سے باز پرس بھی نہیں کر سکتا ہے۔

معاشرہ۔ تعلیم کے معیار کی پستی کے لیے معاشرہ بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ معاشرے کے اثرات کو مندرجہ ذیل زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) گھر کا ماحول۔ والدین ان پڑھ ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں کو گھر پر پڑھا نہیں سکتے۔ غربت کی وجہ سے ٹیوشن بھی نہیں لگا سکتے اور ان کی رہنمائی بھی نہیں کر سکتے۔ اپنے روزگار کی مصروفیت کے باعث اپنے بچوں کو وقت نہیں دے پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بچوں کو پڑھائی اور یکسوئی کا ماحول نہیں مل پاتا ہے۔

(ب) کھیل۔ جسمانی صحت کے لیے ضروری ہے۔ ہر کام اپنے وقت پر ہونا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ طلبہ پڑھائی سے زیادہ کھیل میں وقت صرف کرتے ہیں۔

(ج) ٹیلی ویژن۔ کا ایک حد تک استعمال صحیح ہے لیکن ٹیلی ویژن نے آج کل ہمارے گھر میں ایک فرد کی جگہ لے لی ہے۔ اس کے باعث بچوں کی اخلاقی نشوونما نہیں ہو پا رہی ہے۔ والدین بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ٹی.وی. پر فلمیں اور مختلف سیریل دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم متاثر ہوتی ہے۔

تفصیل سے قطع نظر تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے ضروری اور اہم کام بنیادی تعلیم کو پختہ اور مضبوط بنانا ہے۔ جب تک بنیادی تعلیم مضبوط نہ ہوگی نتائج خوشگوار نہیں ہو سکتے۔ اس کے لیے پرائمری اسکولوں پر سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اسکولوں کی بہتر عمارتیں اور ان کے اطراف کا

ماحول بھی خوشگوار ہونا چاہیے۔ اساتذہ کے تقرر میں تعلیمی قابلیت اور صلاحیت ہی معیار ہو۔اساتذہ سے غیر تدریسی کام نہ لیا جائے۔ اسکولوں کا باقاعدہ معائنہ کیا جائے۔ مضامین کی کثرت نہ ہو۔ امتحانات ایمانداری سے لیے جائیں اور کامیابی کے فیصد میں اضافہ کیا جائے۔ اسکولوں میں تعلیمی وسائل کی کمی نہ ہونے پائے۔ چارٹس، ماڈلس اور دیگر تعلیمی توضیحات اگر دستیاب نہ ہوں تو اساتذہ خود سے تیار کریں۔ حکومت اور انتظامیہ اسکولوں میں لائبریری اور تجربہ گاہ کا مناسب انتظام کرے۔ صدر مدرس اور سپروائزر کلاس میں جاکر طلبہ سے نصاب اور پڑھائی کے بارے میں دریافت کریں۔ امتحان کے انعقاد اور پرچوں کی جانچ کا صحیح انتظام کرائیں طلبہ کو مختلف کورسیز اور ان کی اہمیت کے بارے میں تعلیمی ماہرین کے لیکچرس کا انعقاد کریں اور اسکول میں مختلف مقابلہ جاتی امتحان منعقد کریں۔ طلبہ کو ہماری تہذیب وثقافت سے واقف کرائیں۔

والدین میں تعلیمی بیداری پیدا کرنے کے لیے ''سرپرست اساتذہ تنظیم'' کی تشکیل ہر اسکول میں ضروری ہے۔ مہینہ میں ایک بار سرپرست اساتذہ کی تنظیم کی میٹنگ منعقد کریں اور سرپرست کو اپنے بچے کی تعلیمی کارکردگی سے واقف کرائیں۔ والدین اپنے گھر کا ماحول تعلیم کے لیے سازگار بنائیں۔ اپنے بچوں کی پڑھائی کے دوران ٹی.وی. بند رکھیں۔ سرپرست خود مہینہ میں ایک بار اساتذہ سے رابطہ قائم کرکے اپنے بچے کی تعلیمی کارکردگی اور سرگرمیوں کی جانکاری حاصل کریں۔ اور تعلیمی وسائل مہیا کروائیں۔

موجودہ دور مقابلہ کا دور ہے اردو اسکولوں کے معیار میں پستی کے سبب انگریزی اسکول اور مشنری اسکولوں کی اہمیت اور تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ اس لیے اردو اسکولوں میں تعلیم کے علاوہ طلبہ کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کا بھی انتظام کیا جائے۔ ذہنی نشوونما کے لیے طلبہ میں بیت بازی، مضمون نویسی، تقریری و تحریری مقابلے، سائنسی نمائش، جنرل نالج مقابلوں کا انعقاد کروائیں۔ جسمانی نشوونما کے لیے طلبہ کو کھیل کود کے مواقع دیے جائیں جن میں دوڑ، لونگ جمپ، ہائی جمپ اور فٹ بال کی مشق ضرور کروائیں تاکہ طلبہ جسمانی طور پر بھی صحت مند ہوسکیں۔

اگر آج ہم نے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے کارگر اقدام نہ کیے تو ہماری آنے والی نسل کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

□□□

رابطہ:
Shah Babu Junior College
Patuor Distt. Akola Pin–444501
Maharashtra

دل کی گیتا

مدوّن: مخمور سعیدی

''شریمد بھگوت گیتا'' ہندستان کا وہ الہامی صحیفہ ہے جس کے ترجمے دنیا کی کئی زبانوں میں ہوئے ہیں۔ اردو میں بھی اس کے تراجم ہوتے رہے ہیں لیکن خواجہ دل محمد کا یہ ترجمہ گیتا کا بہترین ترجمہ ہے جو اردو نظم میں کیا گیا ہے— ترجمے میں بہت سے مقامات پر کثیر المعانی الفاظ آئے ہیں، خواجہ صاحب نے ایسے تمام مقامات پر حاشیے میں وہ معنی درج کردیے ہیں جو وہاں مطلوب ہیں۔ جہاں جہاں ضروری سمجھا ہے حواشی میں مطالب کی تفسیر وتوضیح بھی کرتے گئے ہیں۔

صفحات: 240، قیمت: -/92 روپے

خواجہ میر درد

مصنف: ظہیر احمد صدیقی

خواجہ میر درد اردو کے سب سے بڑے صوفی شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے کلام میں تصوف کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ اس کتاب میں درد کے حالاتِ زندگی، ان کی تصانیف، شاعرانہ خصوصیات کے ساتھ ساتھ تصوف پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نوآموز طلبہ کے لیے ایک بہترین کتاب۔

صفحات: 64، قیمت: 14 روپے

نوٹ: طلبہ کے لیے 45% اور اساتذہ کے لیے 40% کی خصوصی رعایت۔ تاجرانِ کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جاتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر. کے. پورم، نئی دہلی۔ 110 066

تحریر: کرشن کمار
ترجمہ: ابوفہیم خاں

ماحولیاتی آلودگی اور ہرے بھرے اسکول

سیکھنے کا ایک موثر اور عمدہ طریقہ خود احتسابی ہے، سنٹر فار سائنس اینڈ انوائرنمنٹ (CSE) نے اس طریقے کا اطلاق ماحولیات کی تعلیم کے لیے کیا ہے۔ اس مرکز نے اپنی تجاویز کو اسکولوں میں بروئے کار لانے کے لیے یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ وہ پانی و توانائی کے استعمال اور فضلہ پر قابو پانے کے لیے ایک نظام قائم کریں۔ بہت سے اسکولوں میں ماحولیات کے نام پر ہونے والے رقص و نظم کے ہر پروگراموں سے قطع نظر طلبہ و اساتذہ کو اپنے اسکولوں کی کارکردگی کا تجزیہ اور اس کو مزید بہتر بنانے کی جانب توجہ مبذول کرائی جائے۔ طلبہ سے یہ توقع کی گئی ہے کہ وہ اسکول میں استعمال پانی اور بجلی کا پورا حساب رکھیں۔ ساتھ ہی ہر دن پیدا ہونے والے فضلہ سے آگاہ ہوں۔ گو برٹائس گرین اسکول پروگرام کے تحت سی، ایس، ای، نے ہر اسکول کو ایک ہدایت نامہ پیش کیا جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسکول کے احاطے میں موجود زمین، ہوا، پانی اور توانائی جیسے فطری وسائل کے استعمال کا احتساب کیسے کیا جا سکتا ہے۔

اس میں تقریباً چودہ سو اسکولوں نے شرکت کی جن میں 20 اسکولوں کو خود احتسابی کے لیے منتخب کیا گیا۔ معلومات کی جانچ اور پرکھ کے بعد ان کی درجہ بندی کی گئی گذشتہ ماہ جب نتائج کا اعلان کیا گیا تو اس تقریب میں شرکت کو میں نے اپنی خوش قسمتی تصور کیا اور میرے لیے یہ تقریب گذشتہ تمام تقاریب سے بالکل مختلف تھی۔ پہلے تمام بیس منتخب اسکولوں کے ریکارڈ پیش کیے گئے۔ آخری تین ناموں کے اعلان سے قبل جیوں جیوں بڑے اور نامی گرامی اسکولوں کے نام خارج ہوتے جاتے تھے تجسس بڑھتا جاتا تھا۔ سب سے زیادہ تعجب اس وقت ہوا جب یہ اعلان کیا گیا کہ صوبۂ پنجاب ضلع روپڑ کے بورمجارگاؤں کے سرکاری اسکول نے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ اس اسکول کے اساتذہ اور طلبہ کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ انھوں نے دہلی اور دوسرے شہروں کے انگریزی میڈیم پبلک اسکول کو مات دی ہے۔ یہ اسکول خاص طور پر پانی کے دوبارہ استعمال کی بنیاد پر اعلیٰ مقام حاصل کر سکا۔ یہاں استعمال میں لائے گئے پانی کا 55 فیصد حصہ دوبارہ استعمال کیا جاتا تھا۔ بچے نل سے رستے ہوئے پانی کو اکٹھا کرتے اور برتن میں باقی ماندہ پانی کا استعمال دھلائی کے علاوہ کیاریوں میں ڈالنے کے لیے کرتے تھے۔ دوسری پوزیشن کنڈیکنال کے شولائے اسکول کو حاصل ہوئی جس کو مائیکر ہائیڈرو پلانٹ، سولر سل اور ونڈ پاور کی مدد سے اپنی بجلی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا امتیاز حاصل ہے۔ جے۔ کرشنا مورتی کے نظریات سے متاثر ہوکر اس اسکول نے نیشنل اوپن اسکول کے امتحانات میں بھی حصہ لیا۔

فطری وسائل میں شعوری طور پر کفایت شعاری کے لیے مشہور ہرے بھرے اسکولوں کے برعکس ہماری نظر ایسے اسکولوں پر پڑتی ہے جو ایرکنڈیشنڈ کلاس روم اور فضول خرچی کی علامت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس طرح کے اسکول ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں قائم ہو رہے ہیں اور اپنی ایک فضا بنا رہے ہیں نتیجتاً جس سے ان کی جانب عام شہری کا رجحان بھی بڑھتا جا رہا ہے اور انھیں ایک معیار تصور کیا جا رہا ہے۔ قیمتی فرنیچر لہلاتے صحن، مہنگے ہوٹلوں سے منگائے ہوئے دوپہر کے کھانوں کے پیکٹ اور آرام دہ بسوں کا استعمال اسکول کے انفرادی کردار کو ثابت کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ قیمتی کار اور ہوٹل کے مانند اسکول کا نام بھی ایک علامت بن جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ اسکول ماحولیات سے بیداری کی اہمیت کے منکر ہیں بلکہ وہ چڑیوں کو دیکھنے اور فطری مناظر کی سیر کے لئے مخصوص پروگراموں کی بھی پرزور وکالت کرتے ہیں اس کے برعکس ان کی عام زندگی اور نصاب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انھیں قدرتی مناظر اور سماجی حالات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

اس طرح کے ماحول میں تعلیم صرف ایک مکمل عمل نہیں ہو سکتی جہاں قومی، بین الاقوامی بازاروں میں مقابلے کی غرض سے تعلیم کا سلسلہ قائم رکھا جائے اور جہاں ذاتی اور چھوٹے مقاصد کی حصولیابی کے لیے انفرادی صلاحیتوں سے کامیابی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس طرح کے مقاصد کا تعین اور حصول دولت ہمارے موجودہ قومی رویوں کا ایک پہلو ہے۔ امریکہ میں ایک صدی قبل صرف دولت کے حصول کو ہی قومی ترقی کی علامت سمجھا جاتا تھا اور ہندوستان میں یہ اب ہو رہا ہے۔ اس کے کوئی

معنی نہیں ہے کہ ملک کس طرح مالدار ہورہا ہے۔ مثلاً ہندوستان اسلحوں کے عالمی بازار میں ایک تاجر کی حیثیت سے داخل ہو چکا ہے اور جلد ہی چلی، ملیشیا اور جنوبی افریقہ جیسے ممالک اس کے کروز میزائل کے گاہک ہوں گے۔ جیسے جیسے ہم امریکی اشتراک سے جوہری توانائی تک ہماری رسائی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے ہم اسی تیزی سے وہ اذہان بھی تیار کررہے ہیں جو جوہری توانائی سے وابستہ ماحولیاتی مسائل سے چشم پوشی کے لیے ضروری ہیں۔ جہاں تک پانی کا تعلق ہے ہم تیزی سے نجکاری کررہے ہیں جس کا بنیادی مطلب دیہی آبادی کی اکثریت کو مہلک بحران سے برسرپیکار ہونے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ ترقی پذیر اور بااختیار لوگ ہندوستانی دیہی علاقے پہلے ہی چھوڑ چکے ہیں۔ اور جہاں تک پینے کے پانی کا تعلق ہے تو غریب شہری صاف کیے ہوئے قابل استعمال اور دستیاب پانی کی بوتل پر ہی قانع ہے۔ استعمال کی ہوئی پلاسٹک کی بوتلوں کے ماحولیاتی اثرات کے بارے میں کوئی فکر مند نہیں۔ چپکے سے پھر درآئی شائننگ انڈیا کے مغالطے میں رہتے ہوئے ہم یہ نہیں طے کرپارہے ہیں کہ ہم کس حد تک خوفناک حالات کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم متنازعہ پروجیکٹ کی تکمیل اور تباہ کن زرعی، تجارتی اداروں کے ساتھ معاہدے پر دستخط کرنے میں مصروف ہیں۔ ذہنی پراگندگی کے اس دور میں سی۔ ایس۔ ای۔ کے چند ہی اسکول امید کی کرن ہیں۔ خود احتسابی کا خیال ماحولیات سے متعلق تعلیم کو غیر مبسوط اسکولی نصاب سے جوڑنے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے۔ یہ فطرت سے انسانوں کے رشتے کی آگہی کا یقین دلاتا ہے اور اس طرح سرگرم اقداری تعلیم کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ نیشنل کریکلم فریم ورک 2005 میں اسکول سے متعلق مختلف اصلاحات کا ذکر ہے جس کے لئے ضروری تھا کہ پرنسپل اور اساتذہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیں CSE کے مسابقہ میں ایک سرکاری اسکول کے اول مقام حاصل کرنے سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ افسر شاہی کے مخصوص طریقہ کار کے باوجود حکومتی نظام میں رہتے ہوئے بھی بہتر تخلیقی مواقع حاصل کئے جاسکتے ہیں تقسیم انعام کی تقریب میں میں نے ان سرکاری اسکولوں کے اساتذہ اور طلبہ سے ملاقات کی جو حسب ضرورت افسروں کی اجازت وتعاون حاصل نہ ہونے کے باعث اپنی کارکردگی کو بہت زیادہ بہتر نہیں کرسکے تھے۔ تعلیم سے متعلق ریاستی ڈائرکٹریٹ کے نظام کے سخت طریق کار کو نرم ولچکدار کرنے کا چیلنج آسان نہیں ہے۔ سی۔ ایس۔ ای کو مداخلت کی حکمت عملی وضع کرنی ہوگی۔ این سی۔ ایف۔ 2005 بہت سی اصلاحات کی سفارش کرتا ہے۔ جن کے تناظر میں سرکاری اسکول مزید معیاری اور اہل ہوسکیں گے۔ نمبرات پر پوری توجہ نجی اسکولوں کا اصل مسئلہ ہے۔ کرشنا مورتی فاونڈیشن۔ دگانتر، وکرم سیلا اور اکلوا جیسے اداروں سے نجی اور سرکاری دونوں اسکولوں کو بہت کچھ سیکھنا ہے۔ ان اداروں نے فن تدریس پر روشنی ڈالنے والی مثالیں قائم کی ہیں اکلوا نے آنے سیرے وائز میں کی کلاسیکی کتاب ''میکنگ تھنکس'' کا ہندی ترجمہ شائع کیا ہے اس مختصر سی کتاب نے دنیا کے مختلف حصوں میں اولین تعلیم پر کافی اثر ڈالا تھا۔ اس کے مشوروں میں مہاتما گاندھی کے مشوروں سے کافی مماثلت ہے لیکن اساتذہ کی تربیت کے لئے مخصوص ہمارے اکثر اداروں نے نہ صرف گاندھی بلکہ متاثر کن جملہ ماخذ کے لئے اپنا دل و دماغ اور دروازہ بند کررکھا ہے۔ اگر آپ کو کسی ایسے غار کی تلاش ہے جہاں ہندوستانی تخلیقی جوہر وافر مقدار میں محصور ہو تو آپ قریب کے کسی کالج یا اساتذہ کی تربیت کرنے والے ادارے میں چلے جائیں ہرے بھرے اسکولوں کا مقابلہ اس خیال پر مبنی تھا کہ جدت اور عمل تعلیم کا اصل مقصد ہے۔ نصابی کتب کے بغیر کچھ کرنا سی۔ ایس۔ ای کا اصل مقصد تھا۔ مجوزہ نصابی کتب کی تعداد میں تخفیف کو آئندہ سال کے احتساب کے لئے ایک اضافی معیار میں شامل کرنا چاہئے ہمارے نظام میں نوآبادیاتی زمانے سے ہی کلاس روم میں تدریس کے لئے نصابی کتب کو ایک محور تصور کیا گیا۔ اس نے اسکول کے اردگرد دنیا سے حقیقی رشتہ قائم کرنے کے امکانات کو یکسر خارج کردیا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں تمام وسائل وعمل کی مدد سے اساتذہ کو طلبہ کے ساتھ کام کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں اگرچہ جدید نصابی کتب میں انداز نظر اور ڈیزائن کے حساب سے کافی اصلاح کی گئی ہے لیکن نصابی کتب میں تخفیف مقاصد میں شامل ہونی چاہئے۔

سی۔ ایس۔ ای کے پاس اس عمل کو احتساب کا ایک معیار یا پیمانہ مقرر کرنے کا جواز موجود ہے کیونکہ اجتماعی سطح پر کتب کی طباعت میں جنگل کے وسائل ضائع ہوتے ہیں۔ اس عمل پر مرتکز کلاس روم میں ایک کتاب چار یا پانچ طلبہ کے لئے کافی ہے۔ کم از کم اسکول کے ابتدائی سالوں میں ہمارے نظام میں اعلیٰ درجات میں بھی چند ہی کتب کا استعمال ہوسکتا ہے۔ امتحان کو اسکولی زندگی کا ایک ضروری حصہ بنانے کی غرض سے اس کے طریقوں میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ۔ 'دی ہندو' دہلی بتاریخ 9 جنوری 2007)

□□□

رابطۂ مترجم
J3A/28A
Khirki Extn., Malviya Nagar,
New Delhi

مشتاق احمد

اردو میں وضاحتی کتابیات

اردو ادب میں کتابیات کا علم ایک نئی چیز ہے۔ لیکن انگریزی اور فرانسیسی زبان و ادب میں اس کا رواج بہت پہلے سے ہے۔ کتابیات کا اطلاق کتاب کے جملہ کوائف پر ہوتا ہے جس میں اس کی ارتقائی تاریخ کے جملہ مراحل بھی شامل ہیں۔ کتابیات کا علم بہت وسیع ہے۔ ورق گردانی اور پھر متعلقہ معلومات کی فراہمی ایسا کام نہیں ہے جو بہ آسانی انجام پائے۔ یوروپ اور امریکہ جیسے خوشحال ملکوں میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہے۔ جو علوم کے نئے نئے سرچشموں کی تلاش میں صحرا نوردی کرتے رہتے ہیں۔ انگریزی میں کتابیات کی کافی تعداد موجود ہے۔ ممکن ہے کہ یوروپ کی دوسری زبانوں میں بھی ان کی کثیر تعداد موجود ہو۔ یہ کتابیات نہ صرف تحقیقی کام کرنے والوں کی رہنمائی کرتی ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ اور اہم سے اہم معلومات کم سے کم وقت میں فراہم کرتی ہیں۔ کتابیات مختلف ضروریات اور موضوعات کے تحت تیار کی جاتی ہیں۔ مثلاً تاریخ، جغرافیہ، تعمیرات، تمدن، جنگلات، زراعت، علم الانسان، علم کیمیا، فنون لطیفہ، قانون، مذاہب، معاشیات اور نباتات وغیرہ۔ لفظ کتابیات کا استعمال سب سے پہلے لوئی جیکب دی سینٹ چارلس (Louis Jacab De Saint Charls) نے اپنے کتاب ببلیو گرافی پرشیانا (Bibliography Persiana) مطبوعہ (1645-50) میں کیا تھا۔ اٹھارھویں صدی تک یہ لفظ ادب میں عام ہوگیا۔ ببلیوگرافی کا لفظ یونانی زبان کے لفظ ببلیان (Biblian) اور گرے فین (Graphein) سے مشتق ہے۔ ببلیان کے معنی کتاب اور گرے فین کے معنی تحریر کرنا یا لکھنا ہے۔ اس طرح ببلوگرافی کا مطلب ہوا کتابوں کا لکھنا اور یہی لغوی مفہوم سترھویں صدی تک مروج رہا لیکن اٹھارھویں صدی میں فرانس میں اس لفظ کے مفہوم میں تبدیلی آئی اور اب اس سے کتاب کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کا مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔ ایک جرمن ماہر تعلیم ایف۔ ایبرٹ (F.Ebert) نے ببلوگرافی کی تعریف یوں کی ہے:

"In the Broadest sense the Bibliography is a science that deals with literary production"

(Theory and History of Bibliography by Ralph Robert Shaw, New York Scarecro Press 1934 P.13)

ایف۔ ایبرٹ کی اس تعریف کے مطابق کتابیات اپنے وسیع ترین معنوں میں وہ علم ہے جو علمی اور ادبی تخلیقات سے وضاحتی بحث کرتا ہے۔ اس تعریف کی بدولت کتابیات کا مطلب علم کتاب ہوا۔ لیکن بی۔ ڈبلیو۔ کلیپ (B.W.Clapp) نے کتابیات کے معنی کو اور زیادہ وسیع کیا۔ ان کے مطابق ''کتابیات علمی نظری علم کو یا مطبوعہ علمی مواد کا خلاصہ درج کرنے کے فن کے نتیجے میں وجود میں آنے والی تحریر کو کہتے ہیں۔''

(مبادی کتابیات، مترجمین شہاب الدین انصاری، کرشن کمار۔ ترقی اردو بیورو، دہلی ص۔ 14)

انسائیکلو پیڈیا آف امریکانہ میں ببلوگرافی کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"Bibliography is the name applied to the science, art or most typical product of the art of recording published material. As a science Bibliography is the organised belly of knowledge that treats of books in all aspects whether as more physical objects or vehicles of idia"

(Encyclopaedia of Amercana - v.3.9, New York 1971)

مذکورہ بالا تعریفوں کی روشنی میں کتابیات کے دو پہلو سامنے آتے ہیں۔ (1) کتاب کے جسمانی پہلو کا علم (2) کتاب کے علمی پہلو کی جانکاری۔ کتاب کے جسمانی پہلو سے مراد کتاب کی ضخامت، جلد سازی، چھپائی، ناشر، قیمت وغیرہ کے بارے میں معلومات اور علمی پہلو کتاب کا موضوع، معیار اور مصنف وغیرہ کے بارے میں معلومات کی فراہمی سے ہے۔

اردو انسائیکلو پیڈیا میں کتابیات کی وضاحت ان لفظوں میں کی گئی ہے:

''یہ کتابوں کی جانکاری کا علم ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (1) طبعی کتابیات میں کتابوں کی شکل، بناوٹ اور معنی اجزا کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے جیسے کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی، تصاویر اور متنی اجزاء، جیسے، تمہید، پیش لفظ، انتساب، مشمولات، اشاریہ۔ دوسری قسم تنظیمی کتابیات میں کسی مخصوص موضوع مختص مقام پر شائع ہونے والی جملہ کتابوں کی فہرستیں مرتب کی جاتی ہیں۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا جلد سوئم مرتب پروفیسر فضل الرحمن ص۔ 397، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی۔ 1997)

کتابیات کی اہمیت مسلم ہے۔ اس کا بنیادی مقصد قاری کو کسی کتاب کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے۔ خاص کر ریسرچ اسکالر کو اس سے بہت مدد ملتی ہے کہ فلاں موضوع پر اب تک کتنے مقالے، کتنے مضامین اور کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کی مدد سے مقالہ نگار اپنے آپ کو Upto Date کر لیتا ہے۔ ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ موضوع میں تکرار کا اندیشہ نہیں رہتا ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام کیا جا سکتا ہے۔ کتابیات کی تین اہم شاخیں ہیں۔

1. منظم کتابیات (Systematic Bibliography)
2. تجزیاتی کتابیات (Analytical Bibliography)
3. تاریخی کتابیات (Historical Bibliography)

منظم کتابیات کا مطلب ہے کتابوں کے اندراجات کو مع وضاحت یا وضاحتی نوٹ کے بغیر حوالہ جاتی یا مطالعہ جاتی ضرورتوں کے لیے منطقی ڈھنگ سے یکجا کیا جانا۔ منظم کتابیات کا دائرہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں طرح کے علمی مواد کا احاطہ کرتا ہے۔ درج کیے جانے کے لائق ہونے کی صرف ایک شرط ہے کہ مواد علمی حیثیت کا ہو۔ منظم کتابیات دوسرے اقسام کی کتابیات کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی مدد سے ہم علمی مواد کی کسی اکائی کے وجود کی تصدیق کرتے ہیں اور وجود کا تعین مطالعہ کرنے سے پہلے لازمی شرط ہے۔

منظم کتابیات کی ذیلی قسمیں بھی ہیں۔ عام طور پر تسلیم شدہ قسمیں درج ذیل ہیں۔

(الف) عالمی کتابیات (Universal Bibliography): اس میں کسی بڑے قومی کتب خانے کی مطبوعہ کتابوں کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً لائبریری آف کانگریس کیٹلاگ۔

(ب) تجارتی کتابیات (Trade Bibliography): اس میں تجارت کتب میں مروج فہرستیں، کتابوں کے نام اور تعارف اور کتب فروشوں کے پتے وغیرہ درج ہوتے ہیں۔

(ج) قومی کتابیات (National Bibliography): اس میں کسی ملک میں شائع ہونے والی کتابوں کی تفصیلات فراہم کی جاتی ہیں مثلاً برطانوی قومی کتابیات وغیرہ۔

(د) منتخب کتابیات (Selective Bibliography): اس میں کسی ملک میں شائع ہونے والی بہترین کتابوں کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ امریکہ میں ''نیشنل بک کونسل آف امریکہ'' ہر سال اس طرح کی کتابیات شائع کرتی ہے۔

(ہ) موضوعی کتابیات (Subjective Bibliography): اس میں کسی خاص موضوع کی کتابوں کی تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔ مثلاً کیمبرج ببلوگرافی آف انگلش لٹریچر، اردو میں سائنسی ادب وغیرہ۔

(و) مصنف کی کتابیات (Author's Bibliography): اس میں کسی ایک مصنف کی لکھی ہوئی کتابوں اور مضامین کے ساتھ اس مصنف پر لکھی گئی کتابوں اور مضامین کی تفصیل بھی ہوتی ہے۔ غالبیات ببلوگرافی از عبدالقوی دسنوی، کتابیات اقبال مرتب رفیع الدین ہاشمی وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

تجزیاتی یا تنقیدی کتابیات (Analytical or Critical Bibliography): اس میں کتاب کے مادی عناصر ترکیبی کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ مثلاً مصنف کا نام، ایڈیشن، تاریخ طباعت، ناشر اور کتاب کا نسخہ مکمل ہے یا نہیں۔ یہ سب معلومات اس میں دی جاتی ہیں۔ اس کی بھی دو اہم قسمیں ہیں۔

(الف) وضاحتی کتابیات (Discriptive Bibliography): اس میں کسی کتاب کا تفصیلی اندراج کیا جاتا ہے۔ اس پر تفصیل جامعیت کے ساتھ دی جاتی ہے۔ اس میں کتاب کے کسی خاص ایڈیشن کا اندراج کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس کی مدد سے دوسرے نسخوں میں پائے گئے انحرافات کو پیش کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ وضاحتی کتابیات میں کتاب، مصنف، مرتب، سال اشاعت، تعداد، صفحات، قیمت اور ناشر کی تفصیلات درج ہوتی ہیں۔ وضاحتی کتابیات کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر جی کمار لکھتے ہیں۔

> "Its function is primarily that of recording the bibliographic detail of a book which has been established during the process of analytical bibliography"
>
> (Bibliographi - G. Kumar & Kumar, Pg. 18 Vikas Publication Delhi-1976)

وضاحتی کتابیات کم وقت میں کتاب کے مکمل کوائف سے قاری کو واقف کرا دیتی ہے اور چونکہ مرتب اپنی تنقیدی رائے بھی مختصراً تحریر کرتا ہے۔ اس سے کتاب کے مواد تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

(ب) متنی کتابیات (Textual Bibliography): تجزیاتی کتابیات سازی کے عمل کے نتیجے میں جو کتابیات وجود میں آتی ہے اسے متنی کتابیات کہتے ہیں۔ یہ وہ کتابیات ہے جو متنی مطالعے میں کام آتی ہے۔ یہ کسی مخطوطے کے مطبوعہ شکل تک پہنچنے کے دوران یا متن کی مختلف طباعتوں کے دوران، کسی کتاب کے متن میں ہونے والی تبدیلیوں سے غرض رکھتی ہے شہاب الدین انصاری کے لفظوں میں:

''مصنف نے کتاب میں کن الفاظ کو اظہار خیال کا وسیلہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ متنی کتابیات اس بات کا تعین کرنے کی کوشش کرتی

ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مقصد اصل مصنف کی تصنیف کے اغلاط سے پاک ایڈیشن کی تیاری ہے۔''

(مبادی کتابیات۔ شہاب الدین انصاری رکرشن کمار صفحہ 41 ترقی اردو بیورو، دہلی 1988)

متنی کتابیات لائبریرین کے مقابلے میں مصنفین کے لیے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے علم کتابیات میں متنی کتابیات کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

تاریخی کتابیات (Historical Bibliography) : کسی کتاب کو ایک فن کے نمونے کی حیثیت سے دیکھنا تاریخی کتابیات کے دائرے میں آتا ہے۔ انداز کتابت، طرز طباعت، تصویر کاری اور جلد سازی کا معیار وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ تاریخی کتابیات میں اس بات کی بھی وضاحت کی جاتی ہے کہ کتاب کی طباعت کے وقت مصنف کی حالت اور ناشر کی حیثیت کیا تھی۔ کتابوں کی تقسیم کا کیا ذریعہ تھا اور اس وقت کا عام سماجی وثقافتی ماحول کیسا تھا۔ اس سے ثقافتی پس منظر کی بھی جانکاری حاصل ہوتی ہے اور اس وقت کے سماجی ماحول کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

اب کتابیات کو ایک آرٹ ہی نہیں بلکہ سائنس بھی سمجھا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ ماننا کہ ایک کتاب کیوں کر وجود میں آئی اور اس میں جو علمی مواد ہے اس کی نوعیت اور افادیت کیا ہے، ایک سائنسی عمل ہے۔

ہندوستان میں کیٹلاگ مرتب کرنے کی اولیت کا سہرا اسٹینلے کیمپ کے سر ہے۔ اس نے 1918 میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے لیے '' کیٹلاگ آف دی سائنٹفک سیریل پبلی کیشنز ان دی پرنسپل لائبریریز آف کلکتہ'' مرتب کی۔ اس 296 صفحات کی کتابیات میں 1607 اندراجات ہیں۔ پھر کئی برس کے بعد منوہر بھاسکر آرلے نے 1931 میں ''لسٹ آف سائنٹفک پیریاڈکس ان دی بمبئی پریسیڈنسی'' شائع کی لیکن اردو میں مخطوطات کی فہرست سازی کا کام انیسویں صدی کے آغاز میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ جب میجر اسٹوارٹ نے ٹیپو سلطان کی لائبریری اور اسپرنگر نے شاہان اودھ کی لائبریری کی کتابوں اور قلمی مخطوطات کی فہرست سازی کا کام مکمل کیا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر بلوم ہارٹ نے انڈیا آفس کے اردو مخطوطات کا کیٹلاگ تیار کر کے فہرست سازی کے چلن کو عام کیا۔ پروفیسر عبدالقادر سروری نے جامعہ عثمانیہ کے مخطوطات کی فہرست (1929) شائع کی۔ نصیرالدین ہاشمی کی کاوشیں ''یوروپ میں دکنی مخطوطات''، ''کتب خانہ نواب سالار جنگ کی فہرست''، ''حیدرآباد اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کی فہرست'' (1961) بھی قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے ''ادارۂ ادبیات اردو'' کے مخطوطات کی کتابیات پانچ جلدوں میں شائع کی۔ سید نجیب اشرف ندوی نے ''کتب خانہ جامع مسجد بمبئی'' کے اردو مخطوطات کی فہرست اور ڈاکٹر محمد صلاح الدین نے دہلی کے اردو مخطوطات کی فہرست ترتیب دے کر اس تحقیقی کام کو آگے بڑھایا۔ اس کے بعد مختلف اداروں اور تحقیقی مراکز نے اس کام کی طرف توجہ دی اور پھر علاقائی زبانوں کی کتابوں کی کتابیات شائع ہونے لگیں۔

اردو زبان میں حوالہ جاتی کتب اور وضاحتی کتابیات کی آج بھی کمی ہے۔ یوں تو اردو میں بھی کتابوں کی فہرست سازی کے نمونے بیسویں صدی کے نصف اول سے ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ لیکن فن کتابیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ کتابیات کے ذیل میں مشکل ہی سے گنے جاتے ہیں۔

اردو میں وضاحتی کتابیات کو روشناس کرانے والوں میں مولانا شبلی نعمانی کا نام سرفہرست ہے۔ انھوں نے مغربی ادب کے حوالے سے کتابیات کی اہمیت کو محسوس کیا۔ بالخصوص وضاحتی کتابیات کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے انجمن ترقی اردو کے قیام کے فوراً بعد اس فن کی طرف توجہ دی اور محمد سجاد مرزا بیگ کو اس کام پر مامور کیا۔ مرزا سجاد بیگ نے بڑی محنت کے ساتھ شبلی نعمانی کی رہنمائی میں اس کام کو انجام دیا۔ 1923 میں نظام دکن پریس حیدرآباد سے ''الفہرست'' نام کی کتاب شائع ہوئی۔ یہ 816 صفحات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ یہ کتاب وضاحتی کتابیات کی پہلی کوشش ہے اور اس میں کچھ خامیاں بھی راہ پا گئی ہیں۔

''الفہرست'' شائع ہونے کے بعد ایک عرصے تک فن کتابیات کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ مدت مدید کے بعد بابائے اردو مولوی عبدالحق کو جب اس کی اہمیت اور افادیت کا احساس ہوا تو انھوں نے اردو مطبوعات کی فہرست سازی کا کام شروع کیا اور 1961 میں انجمن ترقی اردو پاکستان سے تقریباً 1200 صفحات پر مشتمل ''قاموس الکتب'' شائع کی۔ اس کی پہلی جلد میں مذہبیات سے متعلق کتابوں کی فہرست ہے۔ اب تک اس کی 12 جلدیں شائع ہوئی ہیں جن میں فلسفہ، تاریخ، تہذیب وتمدن، تعلیم وثقافت، فنون لطیفہ، آثار قدیمہ، تاریخ ہند اور تاریخ عالم سے متعلق اردو کتابوں کی وضاحتی فہرستیں تیار کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالعلیم نامی نے ''ببلوگرافیا اردو ڈراما'' لکھ کر کتابیات نگاری میں ایک اہم اضافہ کیا ہے۔ ''ببلوگرافیا اردو ڈراما'' کی پہلی جلد 1967 میں شائع ہوئی تھی جس میں 1109 ڈراموں کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ 1970 تک اس کی 8 جلدیں شائع ہو چکی تھیں۔ پھر اس کے بعد نہ جانے کیوں اس کام کو آگے نہیں بڑھایا گیا۔

عبدالقوی دسنوی نے غالبیات ببلوگرافی 1969 میں شائع کی۔ اس میں 315 صفحات ہیں اور غالب پر لکھی گئی کتابوں کی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر حمید الدین شاہد نے 1969 میں ہی ''اردو میں سائنسی ادب'' مرتب کی جو سائنسی ادب کے اشاریے کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں 1843 سے 1900 تک شائع شدہ کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نیشنل بک سنٹر آف پاکستان نے 1972-73 میں عالمی سال کتاب

منایا تھا اور اس موقعے پر مختلف موضوعات کے تحت پاکستان میں شائع ہونے والی تمام کتابوں کی کتابیات شائع کی تھی۔ پروفیسر ابواللیث صدیقی نے 1981 میں ''اردو میں سائنسی ادب کا اشاریہ'' شائع کیا جس میں سائنسی موضوعات پر اردو میں لکھی گئی کتابوں کی تفصیلات درج ہیں۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم نے کتابیات اردو مثنوی (1981) لکھ کر 252 مثنوی نگاروں کی تقریباً پانچ سو مثنویوں کی تفصیلات سے اردو ادب کے قاری کو روشناس کرانے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر محمد علی اثر نے دکنی اور دکنیات (1962) لکھ کر دکنیات کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کی تفصیلات جمع کی ہیں۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ اور مظفر حنفی نے ترقی اردو بیورو، دہلی (موجودہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان) کے تعاون سے ایک پروجیکٹ کے تحت وضاحتی کتابیات کی تیاری کا کام شروع کیا۔ پہلی جلد 1980 میں شائع ہوئی جس میں 1976 کی مطبوعہ کتابوں کی وضاحتی فہرست شامل ہے جس میں 12 عنوانات کے تحت 317 صفحات پر 376 کتابوں کی تفصیل درج ہے۔ ان میں 271 کتابیں ادب اور زبان، 36 کتابیں سماجی اور سائنسی علوم، 21 مذہبیات اور 38 بچوں کے ادب کے بارے میں ہیں۔ وضاحتی کتابیات کی دوسری جلد 1983 میں شائع ہوئی۔ اس میں 78-1977 کی مطبوعہ کتابوں کی تفصیل درج ہے۔ یہ جلد 800 صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں 17 عنوانات کے تحت تقریباً 1097 کتابوں کو شامل کیا گیا ہے۔ ان میں 721 کتابیں ادب و زبان، 75 کتابیں سماجی اور سائنسی علوم، 116 کتابیں مذہبیات اور 127 کتابیں بچوں کے ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ وضاحتی کتابیات کی تیسری جلد 1996 میں منظر عام پر آئی۔ یہ 931 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں 80-1979 کے دوران شائع شدہ 1056 کتابوں کی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔ ان میں زبان و ادب اور تاریخ کی 757، سماجی علوم اور سائنسی ادب کی 73، مذہبیات کی 169 اور بچوں کے ادب کی 57 کتابیں شامل ہیں۔ اب تک اس سلسلے کی آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور اب اس پروجیکٹ کو پروفیسر مظفر حنفی تنہا انجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر عتیق احمد صدیقی نے ''اشاریۂ تنقید'' کے نام سے ایک کتابیات مرتب کی ہے۔ جو 184 صفحات پر مشتمل ہے۔ بقول مصنف اس میں 1985 تک کی اہم تنقیدی کتابوں کو شامل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم اور ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے ''ترقی پسند ادب وضاحتی کتابیات'' مرتب کی تھی جس میں ترقی پسند تحریک سے تعلق رکھنے والی کتابوں کی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر جالب مظاہری نے ''قاموس الادب'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اسے بھی کتابیات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

شخصیات پر بھی چند اچھی کتابیات شائع ہوئی ہیں۔ جن میں غالب پر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر انصار اللہ نظر اور ڈاکٹر عبدالقوی دسنوی کی کتابیات کافی اہمیت کی حامل ہیں۔ پریم چند پر ایم. حبیب خاں اور عبدالقوی دسنوی کے اشاریے بھی نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ شخصیات پر وضاحتی کتابیات سب سے زیادہ اقبال کے متعلق مرتب کی گئی ہیں۔ پاکستان کے رفیع الدین ہاشمی اب تک پانچ جلدیں ترتیب دے چکے ہیں۔ (1) کتابیات اقبال (1977) (2) 1985 کی اقبالیاتی کتابیات (1986) (3) 1986 کا اقبالیاتی ادب (1988) (4) اقبالیات جائزے (5) اقبالیات کے تین سال (1993)۔ ڈاکٹر عبدالجبار شاکر نے ''قاموس الاقبال''، محمود الحسن نے ''علامہ محمد اقبال'' اور نذیر احمد ملک نے ''کلید اقبال'' کے نام سے کتابیات اقبالیات مرتب کی ہیں۔ راقم الحروف نے بھی ''اقبالیات کی وضاحتی کتابیات'' ترتیب دی ہے۔ جس میں اقبالیاتی ادب کے آغاز سے 2000 تک جائزے کے علاوہ اقبال کے متعلق شائع ہونے والی اہم کتابوں کا اشاریہ بھی شامل ہے۔ یہ جلد ہی کتابی صورت میں شائع ہونے والی ہے۔

رسائل کی اشاریہ سازی کا کام بھی ہوا ہے۔ ڈاکٹر جمیل اختر نے ماہنامہ ''آج کل'' کا 2000-1942 کا اشاریہ مکمل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ فاروق احمد انصاری نے ''ایوان اردو'' دہلی کا اشاریہ شائع کیا ہے۔ اطہر مسعود خاں نے ''نیا دور'' لکھنؤ کا اشاریہ 2001-1955 ترتیب دیا ہے جس پر انہیں روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی تفویض ہوئی ہے۔ ڈاکٹر محسن رضا رضوی نے بہار اردو اکادمی کے ترجمان ''زبان و ادب'' کا اشاریہ تیار کیا ہے۔ جب کہ پروین جہاں نے رسالہ ''شاہراہ'' کا توضیحی اشاریہ ترتیب دے کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ عطا عابدی نے رسالہ ''قوس'' حمزہ پور کا اشاریہ ترتیب دیا ہے۔ ''اردو بک ریویو'' دہلی اور ''ہماری زبان'' دہلی میں مختلف رسائل کے اشاریے شائع ہوتے رہے ہیں۔

حالیہ برسوں میں یو.جی.سی. نئی دہلی نے بھی کتابیات سازی کی اہمیت کو قبول کیا ہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر رئیس انور (شعبۂ اردو ایل.این. متھلا یونیورسٹی، دربھنگہ) کو ''بہار میں اردو مطبوعات کی وضاحتی کتابیات 1997-1947 تک'' کے موضوع پر کتابیات تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ، رام پور رضا لائبریری رام پور اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بھی اپنے مخطوطات کی فہرست مرتب اور شائع کی ہے۔

□□□

رابطہ:
Deptt. of Urdu
Millat College
Darbhanga-846004 (Bihar)

محمد شاہد پٹھان

تفہیم داغ کی ایک تازہ کوشش

قومی اردو کونسل کے زیر اہتمام ''فکر و تحقیق'' کے نام سے جو سہ ماہی رسالہ شائع ہو رہا ہے اس کا تازہ شمارہ داغ دہلوی کے سوانحی کوائف، فکر و فن، خطوط نگاری اور تلامذۂ داغ کے مطالعے پر مشتمل ہے۔ اداریے کے علاوہ اس میں کل چودہ مضامین شامل ہیں۔ اداریے ''ہماری بات'' کے تحت داغ کے عام تعارف اور کلام داغ کے مختصر جائزے کے بعد پہلا مضمون جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کا ہے۔ انھوں نے خاص طور پر اس امر پر زور دیا ہے کہ ''اردو تنقید'' نے ہنوز داغ کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ چنانچہ ہمیں سنجیدگی اور کھلے ذہن کے ساتھ کلام داغ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ نیاز فتح پوری اور چکبست لکھنوی کے داغ سے متعلق جذباتی اور غیر منصفانہ بیانات اور تیسری اور چوتھی دہائی کی اردو تنقید کے مطالعۂ داغ کے ناقص رویے سے عدمِ اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے ''شعر کے فن کے بارے میں داغ اور کچھ بھی ہوں یا نہ ہوں، لیکن وہ سنجیدہ شاعر ضرور تھے، اور یہ کہنا کہ وہ کھلنڈرے، بچکانہ قسم کے شاعر تھے، درست نہیں .... ہر طرح کی شاعری ان کے یہاں موجود ہے۔ وہ فارسی آمیز شاعری جو غالب سے منسوب ہے، وہ جس میں کہ خیالات کی بڑی پیچیدگی ہے، محاورے کی شاعری، عشق کے تجربات کی شاعری، گہری شاعری زمانے کے حالات پر، انسانی تصورات پر شاعری، تو، ایسا نہیں کہ داغ کوئی معمولی شاعر تھے۔''

جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب جدیدیت کے موید و مبلغ رہے ہیں، مگر ساتھ ہی کلاسیکی شعر و ادب کی تحقیق و تنقید پر بھی انھوں نے خاص توجہ صرف کی ہے۔ داغ سے متعلق اپنی گفتگو میں انھوں نے کلاسیکی شعرا کی تفہیم و تعیین قدر کے سلسلے میں بعض انتقادی امور پر توجہ مبذول کراتے ہوئے لکھا ہے: ''ہمارے یہاں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ ہم کلاسیکی شاعروں کو پڑھتے وقت یہ بات نظر انداز کر دیتے ہیں کہ کلاسیکی شاعر کے پہلے کسی نے کیا کہا اور اس کلاسیکی شاعر کے بعد کسی نے کیا کہا، اس کو دھیان میں رکھے بغیر آپ اس شاعر کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے۔ ایک کا سرا ایک سے جڑا ہوا ہے۔ .... داغ کو، جلال کو یا امیر کو پڑھنے کے لیے یہ قطعی ضروری ہے کہ آپ فارسی کے شعرا جو ان کے پہلے ہو چکے ہیں اور جن سے یہ متاثر ہوئے، جن کے ساتھ ساتھ اور جن کی روشنی میں انھوں نے اپنے کو شاعر سمجھا، ان کو دیکھیں کہ انھوں نے کیسے شعر کہے اور یہ دیکھیں کہ ان پیش روؤں اور معاصروں کی بنائی ہوئی دنیا کے گلی کوچوں میں داغ، یا امیر یا جلال، کہاں کھڑے ہیں۔ فاروقی صاحب نے اپنے پسندیدہ، معنوی تہہ داری کے حامل چند اشعار کے حوالے سے داغ کے بعض محاسنِ شعری کی نشاندہی کی ہے، حالانکہ اس قسم کے اور خصوصیات کے حامل اشعار داغ کے یہاں کم ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ ایسے اشعار بہت سے قدیم و جدید قابلِ ذکر شعرا کے یہاں بآسانی تلاش کیے جا سکتے ہیں اس سے قطعِ نظر، فاروقی صاحب کا یہ کہنا مبنی برحقیقت ہے کہ ''داغ میں ایک بڑی خوبی یا خرابی یہ ہے کہ وہ گہری بات بھی بڑے ہلکے سے کہہ دیتے ہیں'' داغ کو پڑھنے کے لیے ذہن کو کھول کر پڑھنا چاہیے۔ کوئی رنگ ایسا نہیں ہے اردو غزل کا جو اس شخص کے یہاں آپ کو نہ ملے۔''

ادب فہمی کے متعدد وسائلِ نقد ہیں، فاروقی صاحب ''نئی تنقید'' کے علم بردار ہیں اور اس طرز نقد سے وہ کلاسیکی اور جدید شعری سرمایے کی تفہیم پر زور دیتے ہیں، داغ کو بھی ہم اس اسلوب نقد کے حوالے سے پڑھ سکتے ہیں۔

دوسرا مضمون ''داغ، امیر، جلال'' پروفیسر حامد حسن قادری (مرحوم) کی مطبوعہ یادداشت ''نوادر منتخبہ'' سے ماخوذ ہے۔ اپنی یادداشت میں قادری صاحب نے داغ، جلال اور امیر مینائی کے بعض منتخب اشعار کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں داغ اور امیر کے یک موضوعی اور ہم قافیہ اشعار کا موازنہ کرتے ہوئے قادری صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اس طرح کے تقابلی مطالعات، داغ اور امیر کے قدرداں اور پرستار شروع سے کرتے رہے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں مضمون نگار کے تاثراتی اور جمالیاتی

طریقِ نقد پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک مثال دیکھیے:

نہ پوچھ عیش جوانی کے ہم سے پیری میں
ملی تھی خواب میں وہ سلطنت، شباب نہ تھا
(امیر)

جواں ہوئے تو قیامت ہوئے، خدا کی پناہ
وہ جب بھی فتنہ تھے جب عالم شباب نہ تھا
(داغ)

''دونوں شعرا امیر و داغ کے اپنے اپنے رنگ کے ہیں، اور دونوں خوب ہیں، امیر نے شباب کو خواب کی سلطنت کہہ کر مضمون میں تازگی پیدا کردی ہے۔'' اپنے مضمون میں قادری مرحوم نے دہلوی و لکھنوی دبستانوں کی نمایاں شعری خصوصیات کے حوالے سے بھی داغ و امیر کے منتخب اشعار کے محاسن شعری، کی نشاندہی کی ہے۔ اس نوعیت کی تنقید نیاز فتحپوری نے یادگار چھوڑی ہے جو قابلِ مطالعہ ہے۔

تیسرا مضمون ''داغ اور ان کے دہلوی شاگرد'' جناب گلزار دہلوی کا ہے۔ اپنے مضمون میں انھوں نے داغ کا مختصر تعارف اور ان کے محاسن شعری کا بیان کرتے ہوئے داغ کے چار دہلوی تلامذہ بیخود دہلوی، سائل دہلوی، آغا شاعر قزلباش اور زار دہلوی کے آثارِ سخن پر روشنی ڈالی ہے۔ گلزار صاحب نے مذکورہ چاروں تلامذۂ داغ کو بہت قریب سے دیکھا ہے، ان میں سائل دہلوی، گلزار صاحب کے استاد اور زار دہلوی ان کے والد ماجد ہیں، چنانچہ انھوں نے مذکورہ شعرا کے کوائف کے ساتھ ساتھ ان کی وضع قطع اور معمولاتِ حیات کا بیان بھی دل چسپ اور دل نشین اسلوب سے کیا ہے۔ اس سے مضمون میں ''خاکہ نگاری'' کا رنگ بھی در آیا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں کچھ فروگذاشتیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں جو حسبِ ذیل ہیں...

گلزار لکھتے ہیں: بیخود (سید وحید الدین) صاحب 57-1856 کے درمیان بھرت پور (جو اس وقت صوبۂ دارالسلطنت دلی میں تھا، اور اب راجستھان میں ہے جسے انگریزوں نے 1857 کے بعد توڑ کے الگ کر دیا تھا) میں پیدا ہوئے۔''

اوّل تو یہ کہ بیخود کی تاریخ پیدائش 30 رمضان المبارک 1279 ہجری مطابق 21 مارچ 1863 ہے (تذکرۂ ماہ و سال ص۔ 89 مالک رام مطبوعہ 1991 دہلی) بھرت پور ریاست شروع سے ''راجپوتانہ'' کا حصہ رہی۔

سورج مل نے 1733 کو بھرت پور فتح کرکے اپنی ریاست قائم کی اور بھرت پور کو اس کی راجدھانی قرار دیا۔

1805 کو بھرت پور کے مہاراجہ رنجیت سنگھ اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ عمل میں آیا۔ 1853 کو مہاراجہ جسونت سنگھ مسند نشین ہوئے۔ دوسرے سال کرنل ہنری لارنس رزیڈنٹ راجپوتانہ کی تجویز سے بھرت پور میں عدالتیں اور علاقے میں تحصیل اور تھانے انگریزی ملک کی طرح قائم ہوئے۔ 1857 کے غدر میں ریاستی اہلکاروں نے پولیٹیکل افسر کی صلاح سے باغیوں کو اپنے علاقے میں نہ ٹھہرنے دیا۔ 1859 میں مہاراجہ جسونت سنگھ کی شادی پٹیالے کے مہاراجہ نویندر سنگھ کی بیٹی سے ہوئی۔ (وقائع راجستھان، جلد دوم ص۔ 219 مطبوعہ جون 1927 از مولوی محمد نجم الغنی رام پوری)

گلزار صاحب نے آغا شاعر قزلباش کا ترجمہ بہت مختصر درج کیا ہے اور شاعر سے متعلق ضروری معلومات ناپید ہیں۔ شاعر کا ادبی مرتبہ شامل مضمون چاروں اساتذہ میں سب سے بلند ہے، انھوں نے غزل، نظم، قصیدہ، مرثیہ رباعی، منظوم تراجم، صحافت، ڈرامہ، افسانہ، ناول اور مضمون نگاری کے موقر نمونے یادگار چھوڑے ہیں۔ یہاں ان کی تفصیلات کی گنجائش نہیں، شاعر داغ کے ان لائق تلامذہ میں شامل ہیں جن سے داغ کے بعد، علامہ اقبال (شاعر کے قیام لاہور کے دوران) زبان و بیان، محاورہ بندی اور بعض شعری نکات پر مشورہ کیا کرتے تھے۔ مضمون نگار نے شاعر کی تاریخ انتقال ''اکتوبر 1940'' تحریر کی ہے جبکہ صحیح تاریخ 12 مارچ 1940 ہے مضمون میں سائل دہلوی اور زار دہلوی کی دو دو غزلوں کے اشعار نقل کیے ہیں، جو ناکافی ہیں۔ چاروں تلامذہ داغ کے تراجم میں مضمون نگار نے جو واقعات بیان کیے ہیں، ان کی بجائے ان کا انتخاب کلام دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

چوتھا مضمون ''داغ کا قیام حیدرآباد'' پروفیسر سیدہ جعفر کا ہے جس میں موصوفہ نے داغ کے قیام حیدرآباد (آمد حیدرآباد سے لے کر انتقالِ داغ تک) کے متعلق تمام امور و حقائق معتبر حوالہ جات اور دستاویزات کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے حیدرآباد کے محکمۂ آثارِ قدیمہ کی پرانی فائلوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مضمون نگار کا تحقیقی تجسس مستحسن ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے امیر مینائی کی تاریخ انتقال 13 اکتوبر 1900 اور مخمور سعیدی

صاحب نے اپنے مضمون میں 14 اکتوبر 1900 تحریر کی ہے۔ یہ اختلاف اس لیے نظر آتا ہے کہ امیر مینائی دراصل 19 جمادی الآخر 1318 ہجری مطابق 13 اکتوبر 1900 کو عیسوی سال کے لحاظ سے اکہتر برس سات مہینے اور بیس دن کی عمر میں رات کے دو بجے راہئی ملک عدم ہوئے (مطالعۂ امیر ص۔ 110 از ڈاکٹر ابو محمد سحر 1964)۔

پروفیسر لطف الرحمٰن کا مضمون ''داغ دہلوی اور ان کی شاعری'' ایک عمدہ اور قابلِ قدر مضمون ہے۔ انھوں نے ''مطالعۂ داغ'' کی کامیاب مثال پیش کی ہے۔ ان کے مقالے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی تخلیق کار اور اس کے تخلیقی آثار کی تفہیم و تعبیر کے لیے کوئی بھی ایک، اکہرا طریقِ نقد کارآمد ثابت نہیں ہوسکتا، تفہیم سخن میں بیک وقت متعدد و متنوع طریق ہائے نقد سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر مقالے میں ہمیں تنقید کی ''جامعیت'' کا احساس ہوتا ہے۔ داغ فہمی کے لیے اس قسم کے مطالعات کی ضرورت ہے۔

پروفیسر مغنی تبسم نے اپنے مختصر مضمون ''داغ کی غزل گوئی'' میں ان کے تغزل، عاشقانہ رنگ و رجحان اور زبان و بیان و محاورہ بندی پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ مغنی تبسم اردو کے نمائندہ اسلوبیاتی نقادوں میں شمار ہوتے ہیں، ان کے مطالعات قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں مگر زیر نظر مضمون میں انھوں نے ذرا عجلت سے کام لیا ہے، البتہ ان کا یہ کہنا بجا ہے کہ ''داغ کی زبان کی دلکشی اور لطافت صنائع بدائع کے استعمال میں جھلکتی ہے۔ صنائع کا استعمال مقصود بالذات نہیں ہوتا، وہ بے ساختگی کے ساتھ شعر میں بندھ جاتے ہیں اور شعر کی معنویت کو دوبالا کرتے ہیں داغ نے اپنے تلامذہ کو دہلی کی زبان اور محاوروں کے استعمال و پاسداری پر اصرار کیا۔ تاہم ساتھ ہی محض محاورہ بندی کے لیے شعر نہ کہنے کی ہدایت بھی دی ہے۔

مخمور سعیدی صاحب اپنے عہد کے نمائندہ شاعر، اور ایک بہترین صحافی کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ایک کامیاب شاعر و صحافی کے ساتھ ہی وہ ایک متوازن و معقول اور جامع طرزِ انتقاد کے حامل ادیب بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے تیس صفحات کے مقالے میں ''داغ دہلوی'' کے جملہ سوانحی احوال و کوائف کو سمیٹنے کی سعیِ بلیغ کی ہے۔ پورے مقالے میں معروضیت اور جامعیت دیکھنے کو ملتی ہے۔ اطمینان کی بات یہ ہے کہ کوائف داغ کی ترقیم کے دوران وہ طرفداری، جذباتیت اور کسی قسم کی عصبیت کے شکار نہیں ہوئے ہیں۔

پروفیسر لطف الرحمٰن نے بھی اپنے مقالے میں داغ کے احوال بیان کیے ہیں، میرے خیال سے زیر نظر شمارے میں اگر کسی اور مقالے میں داغ کے کوائف بیان نہ بھی کیے جاتے تو ان کے لیے مخمور صاحب کا زیر مطالعہ مقالہ کافی و شافی تھا۔ اپنے موضوع کا انھوں نے پورا حق ادا کیا ہے۔

پروفیسر فیروز احمد نے اپنے مضمون ''تلمیذ داغ: نسیم بھرت پوری'' میں رنگ داغ کے نمائندہ ایک لائق و فائق شاگرد داغ شبیر حسین نسیم بھرت پوری کے کوائف و کلام کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ داغ پر کام کرنے والوں نے تلامذۂ داغ کی فہرست سازی میں اب تک نسیم کا نام ہی شامل کیا تھا، ان کے کوائف اور شعری آثار کا مطالعہ کسی محقق کی نگاہ اور قلم کا منتظر تھا اور اس کمی کو پروفیسر فیروز احمد نے پورا کیا ہے۔ نسیم کا دیوان ان کے انتقال کے بعد سید ابرار حسین تپاں (تلمیذ نسیم) نے ''ریاض نسیم'' کے نام سے 1328 ہجری 11-1910 میں شائع کیا تھا، جس میں 254 غزلیں شامل ہیں۔ جبکہ نسیم نے قصائد اور مرثیے بھی یادگار چھوڑے ہیں، مگر تپاں کی نظر باقی کلام تک رسائی نہ پاسکی، چنانچہ پروفیسر فیروز احمد اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''میرا خیال ہے کہ نسیم کی وفات کے بعد انھوں نے اپنے استاد کے دیوان کو شائع کرنے میں عجلت سے کام لیا ہے، اگر وہ نسیم کے دوسرے شاگردوں یا احباب سے رجوع کرتے تو اس کا امکان تھا کہ نسیم کے قصائد اور مراثی تک ان کی رسائی ہوجاتی، مجھے نسیم کے قصائد کا تو علم نہیں، لیکن ان کے آٹھ مطبوعہ مرثیوں کی خبر ضرور ہے۔ زیر نظر مقالہ چوں کہ خالص تحقیقی نوعیت کا ہے، اس لیے اس میں بہت سے امور قابلِ مطالعہ ہیں۔ ''ریاض نسیم'' اب چوں کہ ایک طرح سے ''نایاب'' سا ہوگیا ہے۔ اس لیے مضمون کے آخر میں کلام نسیم کا ''انتخاب'' بھی مطالعے سے تعلق رکھتا ہے۔ تلامذۂ داغ کی تحقیق و تفہیم کے سلسلے میں اسے ایک قابلِ قدر ''طرز تحقیق'' کا نمونہ کہا جاسکتا ہے۔

پروفیسر قاضی جمال حسین نے اپنے مضمون ''کلام داغ کے چند نمایاں امتیازات'' میں داغ کے شعری کردار کے نمایاں پہلوؤں کو کھلے ذہن سے سمجھنے اور سمجھانے کی سعی کی ہے۔'' قاضی جمال حسین نے چکبست کے داغ سے متعلق بیان کردہ انتہاپسندانہ تاثرات کی تردید کرتے ہوئے داغ کی شاعری کو عاشق کے روحانی اضطراب، جذبے کی تہذیب اور اس کی فن کارانہ پیش کش سے تعبیر کیا ہے، جو مبنی برحقیقت ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے داغ کے کلام

میں، محاکات، ڈرامائی کیفیت، تصویریں بنانے اور معجز بیانی سے انھیں زندہ اور متحرک کر دینے کی خصوصیت پر بھی گفتگو کی ہے۔ ان کے مضمون میں تازگی نقد ونظر کی کیفیت نمایاں ہے۔

شین کاف نظام، کے انتقادی مطالعات میں تازگی فکر اور باریکئ نظر دیکھنے کو ملتی ہے، زیرنظر مضمون ''نواب مرزا خاں داغ'' میں بھی انھوں نے اپنے متوازن و معروضی انداز نقد کا احساس دلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں ''داغ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے شعری روایت اور سماجی معمولات کی دیواریں منہدم کی ہیں'' نیز یہ کہ ''داغ کی تخلیقی طبیعت میں انتخاب و انجذاب کا عنصر تھا جسے اعتراف و انحراف کے عمل نے خوب چمکایا، انھوں نے لکھنؤ کے اہلِ کمال کی قابلِ قبول باتوں کو اپنے یہاں رواج دیا لیکن دلی کی مستحسن باتوں سے دست بردار بھی نہیں ہوئے'' ''داغ کے زمانے میں جس شعری روایت کو مستحسن سمجھا جاتا تھا، اس میں ''کیا کہا'' ''کونہیں'' کیسے کہا کو اساسی اہمیت حاصل تھی چنانچہ نظام نے میر، مومن، ناسخ اور غالب کے تقابلِ اشعار کے ساتھ انداز و اسلوب کے اعتبار سے داغ کی ندرتِ بیان کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے'' داغ نے مروج مضامین اور مشہور موضوعات کو اپنے ہی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ طبیعت کو مزاج اور مزاج کو محاورے کے سہارے معیار بنانے کا جو ہنر داغ کو ملا وہ اردو کے کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوا'' داغ کا زبان اردو سے والہانہ لگاؤ اور ان کے لسانیاتی نقطۂ نظر کے متعلق شین کاف نظام نے معقول رائے قائم کی ہے، لکھتے ہیں: ''وہ (داغ) اردو کو منفرد زبان مانتے تھے۔ اور اس پر دوسری زبان کی تقلید یا تتبع کو فرض نہیں گردانتے، یہی سبب ہے کہ انھوں نے اہلِ عجم کے سر پر اہلِ زبان کا تاج مان کر اردو کو ان کے آگے خود سپرد نہیں کیا۔ کیا داغ کی یہ دین ان کی مطابقت کو مستحکم نہیں کرتی''؟ ظاہر ہے کہ متذکرہ معروضات میں بڑی حد تک سچائی دیکھنے کو ملتی ہے۔

آفتاب احمد آفاقی نے اپنے مضمون ''داغ کی شاعری'' میں عہد داغ کے سیاسی و سماجی اور تہذیبی ماحول و معیارات کے سیاق میں ان کی شاعری کے اساسی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ داغ پر عام طور پر اسی نہج سے لکھا گیا ہے، آفاقی صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ''داغ کی شاعری جس رنگ میں ابھری ہے اس میں اردو شاعری اور غزل کی پوری روایت کا عکس دیکھا جاسکتا ہے جو اس کے تخلیقی مزاج اور عمل میں تحلیل ہوکر ایک نئے اور منفرد انداز میں ظاہر ہوتی ہے۔'' ان کا یہ محاکمہ حقیقت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ ''داغ، میر، سودا، درد مومن اور غالب کی طرح عظیم شاعر نہ ہوں مگر ایک منفرد اور بلند پایہ شاعر ضرور ہیں اور اردو کی غزلیہ شاعری میں ایک مخصوص رجحان کے علم بردار، جس میں ان کا کوئی شریک نہیں، واقعہ یہ ہے کہ اردو غزل کا کوئی معتبر جائزہ داغ کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔''

زیرنظر شمارے میں دو مضامین داغ کی خطوط نگاری سے متعلق ہیں، شمیم طارق نے اپنے مضمون ''داغ کے خطوط'' میں ''خطوط داغ کے مجموعۂ ثانی ''زبانِ داغ'' (مرتب رفیق مارہروی مطبوعہ 1956) میں شامل خطوط (237) کا معروضی انداز میں جائزہ لینے کی کامیاب سعی کی ہے۔ انھوں نے ''انشائے داغ'' (مرتب احسن مارہروی مطبوعہ 1940) کی روشنی میں ''خطوط داغ'' کے متعلق رائے قائم کرنے والوں کے بیانات سے اختلاف کرتے ہوئے درست لکھا ہے کہ ''ان خطوط (داغ کے تمام خطوط) سے ظاہر ہوتا ہے کہ داغ کے خطوط کو جن لوگوں نے فضول کہا ہے انھوں نے ان کے تمام خطوط کا مطالعہ نہیں کیا تھا، داغ کے خطوط نہ ادبی نقطۂ نگاہ سے غیر اہم ہیں نہ انسانی دوستی کے نقطۂ نظر سے۔ یہ اس لحاظ سے بہت اہم ہیں کہ ان سے داغ کی زندگی کے واقعات اور ان کے طبعی رجحانات و میلانات پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کی سادگی میں بھی دل کشی و پرکاری ہے۔ اس کے علاوہ جابجا عبارت آرائی کے نمونے بھی مل جاتے ہیں یعنی ان میں کم وبیش وہ تمام عناصر موجود ہیں جو خط نویسی کی لازمی خصوصیت تصور کیے جاتے ہیں۔''

''داغ نے خطوط اپنے احباب، کرم فرماؤں، اقربا تلامذہ اور محبوباؤں کو 1860 سے 1905 کے دوران لکھے ہیں۔ ان کی تعداد دستیاب 237 ہے۔ ظاہر ہے داغ نے اس سے کہیں زیادہ خطوط لکھے ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ خطوط اپنے تلامذہ کے نام تھے، جن میں سے بیشتر خطوط یا تو ضائع ہوچکے ہیں یا ہنوز سامنے نہیں آسکے ہیں۔ چنانچہ طارق صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ''ممکن ہے کچھ اور خطوط بھی دستیاب ہوجائیں بلکہ چند لوگوں کو اصرار بھی ہے کہ ان کے پاس داغ کے خطوط محفوظ ہیں۔'' ظاہر ہے کہ یہ ''چند لوگ'' یا تو تلامذۂ داغ کے اقربا ہیں یا احبابِ داغ کے قرابت دار یا پھر وہ باذوق حضرات ہیں جن کی تحویل میں تلامذۂ داغ و احبابِ داغ کے خطوط کسی طرح سے آگئے ہیں۔ علاوہ ازیں داغ کے بہت سے تلامذہ کے مطبوعہ اور غیر

مطبوعہ دواوین کے مطالعے سے بھی ''خطوط داغ'' کی تعداد میں اضافہ ممکن ہے۔ اس کی ایک مثال ''عمدۃ الشعرا'' پروفیسر نارائن پرساد ورما ماہر، تلمیذ داغ کے دیوان شعاع مہر میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ داغ سے سلسلۂ تلمذ قائم ہونے کے دوران ماہر کو استاد داغ نے اپنے خط میں تحریر کیا ہے۔ ''تمھاری طبیعت رسا ہے، میرا رنگِ تغزل قبول کرنے کی تم اچھی صلاحیت رکھتے ہو، تمھارا نام تلامذہ کے رجسٹر میں لکھ لیا ہے، غزل بھیجا کرو، دیکھ دیا کروں گا، اسی روز سے سلسلہ اصلاح جاری ہوگیا۔ ''مہر'' تخلص بھی استادِ داغ نے عطا کیا(''شعاع مہر'' ص۔26 مطبوعہ 1356ھ مطابق 1937، مطبع محمدی، ممبئی میں چھپا) ''زبان داغ'' اور انشائے داغ'' میں داغ کا کوئی رقعہ مہر کے نام نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نوعیت کے سیکڑوں خطوط ہوں گے جو ہنوز سامنے نہیں آپائے ہیں۔

جناب شمس بدایونی نے اپنے مضمون ''داغ کی خطوط نگاری'' میں کاوشِ نظر سے کام لیا ہے، داغ کے مطبوعہ خطوط کا جس ژرف نگاہی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے انھوں نے مطالعہ کیا ہے وہ قابلِ داد ہے۔ میرے خیال سے داغ کے دیگر غیر مطبوعہ خطوط کی جمع آوری کے تحقیقی کام پر انھیں توجہ دینا چاہیے اور جب اطمینان بخش تعداد میں خطوط داغ فراہم ہو جائیں تو انھیں ''زبانِ داغ'' میں شامل کرکے نیا ایڈیشن شائع کرنے کی تدبیر کرنا چاہیے۔ زیر نظر مقالے میں انھوں نے ''زبان داغ'' میں شامل مختلف مکتوب الیہم کے نام داغ کے کل 237 خطوط کا ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی مکتوب الیہم کو محررہ عبارات بھی نقل کردی گئی ہیں جس سے داغ کے خطوط کا تنوع گفتار اور مزاج داغ کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ داغ کی شخصیت کی تفہیم میں ان کے خطوط معاون ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ مضمون نگار نے ہر نہج سے خطوط داغ کا مطالعہ کرنے کی سعیِ مشکور کی ہے۔ بعض تلامذہ کی تاریخ وفات بھی تحریر کی گئی ہے، جن میں محض سن لکھے گئے ہیں، یوم اور تاریخ کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے، میرے خیال سے ''مالک رام کے تذکرۂ ماہ و سال'' مطبوعہ 1991 کی مدد سے بہت سے تلامذۂ داغ کی تاریخِ پیدائش و انتقال معلوم کی جاسکتی تھی۔ شمس بدایونی نے اپنی بساط بھر داغ کے اقربا، لواحقین، تلامذہ اور احباب داغ کا تعارف کرانے کی کوشش کی ہے، مگر بعض امور میں ان سے فروگذاشتیں راہ پاگئی ہیں مثلاً شمس لکھتے ہیں، ''لاڈلی بیگم'' کا عقد سائل دہلوی (ف 1948) کے بڑے بھائی مرزا ممتاز الدین احمد خاں سائل دہلوی (تلمیذ داغ) سے ہوا تھا، بیوہ ہونے کے ڈیڑھ سال کے بعد عقدِ ثانی داغ کی منشا سے سائل دہلوی سے ہوا اور وہ مستقل دہلی میں رہنے لگیں'' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ممتاز الدین مائل، سائل دہلوی کے برادر خورد تھے، (جیسا کہ مخمور صاحب اور دوسرے مضمون نگاروں نے بھی لکھا ہے) مالک رام نے ''تذکرۂ ماہ و سال'' میں سراج الدین احمد خاں سائل کی تاریخ پیدائش 20 شوال 1280 ہجری (29 مارچ 1864 اور وفات 15 ستمبر 1945 تحریر کی ہے (صفحہ نمبر 186) جبکہ ممتاز الدین مائل دہلوی کی تاریخ پیدائش 1866 اور وفات دسمبر 1896)(رجب 1314) درج ہے۔ (ص-33)

زیر نظر شمارے کا آخری مضمون جناب علی عمران عثمانی کا ہے، انھوں نے داغ کے مطبوعہ دس قصائد میں سے ایک اہم اور مشہور قصیدے کے جائزے تک اپنا مطالعہ محدود رکھا ہے۔ زیر مطالعہ قصیدہ داغ نے نظام الملک آصف جاہ سادس میر محبوب علی خاں کی مدح میں لکھا تھا جو ایک سو (100) اشعار پر مشتمل ہے۔ مضمون نگار نے اس قصیدے کا کامیاب جائزہ لیا ہے، میرے خیال سے اگر ''داغ کا ایک قصیدہ'' کے بجائے علی عمران عثمانی ''داغ کی قصیدہ نگاری'' کے حوالے سے گفتگو کرتے تو داغ کی ''قصیدہ نگاری'' پر بہ اعتبار مجموعی روشنی پڑسکتی تھی، بہرحال مضمون نگار نے اپنے مضمون کا بڑی حد تک حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

زیر نظر شمارے میں ایک مقالہ داغ کی تاریخ گوئی (تاریخی قطعات کے حوالے سے) پر بھی ہونا چاہیے تھا، اسی طرح سے معاصرینِ داغ پر بھی چند مضامین شامل کیے جاسکتے تھے، نیز داغ کے نمائندہ تلامذہ پر بھی کچھ اور مضامین شاملِ اشاعت ہوتے تو داغ کے ''فکروفن'' اور ان کے معاصرین و تلامذہ پر داغ کی اثر اندازی کے بہت سے پہلو روشن ہوسکتے تھے۔ موجودہ صورت میں بھی یہ شمارہ ''مطالعۂ داغ'' کے سلسلے میں مفید مطلب مواد فراہم کرتا ہے۔ جسے تفہیم داغ کی ایک تازہ کوشش سے قرار دیا جاسکتا ہے۔ مطالعۂ داغ کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے داغ کے مطبوعہ شعری و نثری آثار کا مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ ان کے غیر مطبوعہ کلام، خطوط اور تلامذۂ داغ کی تحقیق و تفہیم کا کام بھی ضروری ہے۔

❑❑❑

رابطہ:

22, T.R. University Campus,
University of Rajasthan, Jaipur-302004

شمسہ عارف

داستان گوئی کا فن

داستان گوئی سے متعلق مرزا اسد اللہ خاں غالب کا خیال ہے کہ ''داستان طرازی من جملہ فنون سخن ہے، سچ ہے کہ دل بہلانے کے لیے اچھا فن ہے۔'' بقول کلیم الدین احمد ''داستان کہانی کی طویل پیچیدہ اور بھاری بھرکم صورت ہے۔'' گیان چند جین کے مطابق ''داستان کے لغوی معنی قصہ۔ کہانی اور افسانہ کے ہیں۔ خواہ وہ منظوم ہو یا منثور۔ جس کا تعلق زمانہ گذشتہ سے ضرور ہو اور جس میں فطری اور حقیقی زندگی بھی ہو سکتی ہے اور اس کے علاوہ غیر فطری، اکتسابی اور فوق العادت شاذ و نادر فوق العجائب بھی ہو سکتے ہیں۔ افسانوں کی قسموں میں داستان ایک مخصوص صنف کا نام ہو گیا تھا۔'' محمد استعلامی نے داستان کی تعریف یوں بیان کی ہے:

''وہ خوبصورت اور دلفریب جوابات جو انسان نے آج سے بہت پہلے اپنے جذبۂ تجسس کو دیے ہیں اور ان کے وسیلے سے ذہنی سکون حاصل کیا ہے ان میں سے ایک کا عنوان داستان ہے۔''

یورپ میں جو عاشقانہ داستانیں تصنیف کی جاتی تھیں اور ان میں کچھ کہانیاں ہیجان انگیز اور پُر کشش ہوتی تھیں وہ ہاتھوں ہاتھ لی جاتی تھیں۔ ان تخیلی عاشقانہ داستانوں کو ''رومان'' کہا جاتا تھا۔ رومان کی کئی قسمیں ہوتی تھیں۔ وہ داستان جس میں مصنف نے کسی تاریخی واقعے سے مواد حاصل کیا ہو اس کو تاریخی رومان کہا جاتا ہے۔ رومان کی دوسری قسم جو گاؤں کے سادہ لوگوں کے جذبات، احساسات اور ان کی زندگی کی ترجمانی کرتی ہے ''دیہاتی رومان'' کے نام سے مشہور ہے۔ ایک اور قسم کے رومان میں مصنف قاری کو علمی اور معنوی نکات کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ اس کو تعلیمی رومان کہتے ہیں۔ ان داستانوں میں تخیل اور منظر نگاری کم ہے اور مصنف پڑھنے والے کو اپنے ہیرو کے جملہ واقعات کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ داستانوں کی ایک قسم فابل ہے۔ جس کا پلاٹ بے حقیقت اوہام و تصورات سے وجود میں آتا ہے۔ دنیا کی ادبیات میں فابلوں کا ایک حصہ وہ رزمیہ تخیلات ہیں جن کے نمونے یونان، ایران اور ہندوستان کی قدیم کہانیوں میں نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر کیخسرو کا ''جام جہاں نما'' یا سکندر کا ''آئینہ نامہ'' بہادرانہ فابل ہیں۔ یہ ان دونوں ہیروؤں کی بے انتہا قوت کو بتانے کے لیے وجود میں آئے ہیں۔ ایران، ہندوستان اور دیگر ممالک کی مذہبی روایات میں بھی اس طرح کے فابل ملتے ہیں۔ ایران میں شاہنامہ اور ہندوستان میں ''مہابھارت'' قابل ذکر ہیں۔ فابلوں کی ایک دوسری قسم وہ چھوٹی۔ چھوٹی کہانیاں ہیں جن کی بنیاد کسی اخلاقی موضوع پر ہوتی ہے۔ ان اخلاقی فابلوں میں سے بہت سے فابلوں کے ہیرو انسان نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر ''کلیلہ و دمنہ'' میں اس کے مجموعی خاکے کے علاوہ چھوٹی۔ چھوٹی کہانیاں بھی اس میں شامل ہیں جن کے سبھی کردار شیر، گیدڑ، لومڑی، خرگوش، گائے اور گدھے وغیرہ ہیں۔ یہ سب کے سب اخلاقی فابل ہیں۔ ''کونت'' بھی مختصر یوروپی کہانی کی ایک قسم ہے جو فابل سے مشابہت رکھتی ہے۔ یہ تخیل کی پیداوار ہوتی ہے اس میں کوئی معاشرتی موضوع نہیں ہوتا۔ زیادہ تر اس میں ایسی گھریلو زندگی کے گوشے اجاگر کیے جاتے ہیں جہاں حیرت انگیز واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور پڑھنے والوں کو ان سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اس کی رنگین بیانی سے ان نصیحتوں کی چھاپ بلا واسطہ انسانی ذہنوں پر پڑتی ہے۔ ''فانتزی'' ایک ایسی تحریر کو کہتے ہیں جس میں لکھنے والے نے اپنا مقصد بیان کرنے کے لیے کوئی موضوع تراشا ہو۔ اور وہ اپنے حقیقی ہیرو کو تبدیل شدہ نام و مقامات کے ساتھ نمایاں کرے اور اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنائے۔ خواجہ امان نے ''بوستانِ خیال'' کے دیباچہ میں اچھی داستانوں کے لیے چند ضروری شرطیں قرار دی ہیں۔ ''اول۔ طول خوشنما جس کی تمہید و بندش میں توارد مضمون و تکرار بیان نہ ہو، مدت دراز تک اختتام کے سامعین مشتاق رہیں۔ داستان گوئی کی اصطلاح میں اسے داستان روکنا کہتے ہیں۔ مشاق استاد کا کمال اس بات میں تھا کہ وہ کیسے نازک موڑ پر اور کتنے دلچسپ طریقے سے قصے کے عمل میں ٹھہراؤ لے آتا ہے۔ اور اس کے باوجود داستان گو کا طولانی بیان سننے والوں پہ بار خاطر نہیں ہوتا۔ سننے والے انجام کا بے چینی سے انتظار کرتے ہیں، یہ فن زبانی داستانوں میں دیکھنے میں نہیں آتا، تحریری داستانوں کے واقعات کو بھی خوامخواہ طول دے کر انجام کو کچھ دیر کے لیے ٹالا جاتا ہے۔ داستانوں کو طول دینے کے لیے ضمنی کہانیوں اور قصہ در قصہ سے کام لیا جاتا ہے۔ طول پیدا کرنے کی ایک غیر فنکارانہ ترکیب مہم کے بعد مہم اور حادثے کے بعد حادثے کا بیان ہے۔ قصے کے سب مسائل سلجھ جاتے ہیں۔ خاتمے کا نقطہ نظر آنے لگتا ہے کہ پھر کوئی نئی مصیبت کھڑی کر دی جاتی ہے۔ طلسم کے بعد طلسم، رن کے بعد رن، ایک جزو دوسرے سے منطق

طور پر خود ماخوذ نہیں ہوتا بلکہ مصنف کی مطلق العنانی کی فریاد کرتا ہے۔ داستانوں کا ایک اور حربہ غیبی امداد و اتفاقات کا سہارا ہے۔ جو ہر آڑے وقت پر کام آتا ہے۔''

داستانی واقعات بالعموم دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بزمیہ اور رزمیہ۔ بزمیہ بیانات عشق و محبت، صلح و آشتی، دوستی اور ہمدردی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں معاشقے کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ رزمیہ بیانات میں دشمنوں کی جنگیں، عیاریاں اور فریب کاریاں شامل ہوتی ہیں جن کو زیادہ تر مذہب اور تبلیغ مذہب سے تحریک ملتی ہے۔ معاشقے کی رقابت اور چشمک بھی تصادم کا سبب بن جاتی ہے۔

داستان گو کی کوشش یہ رہتی ہے کہ جو واقعات بیان کیے جائیں ان کو سن کر لوگ مبہوت ہو جائیں، قصے میں دلکشی کے اضافے کی غرض سے کچھ ایسی گتھیاں پڑ جاتی ہیں اور پھر کچھ ایسے انداز سے سلجھ بھی جاتی ہیں کہ پڑھنے والا ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ سحر و ساحری طلسم بندی اور طلسم کشائی و اسراریت کے ساتھ ساتھ جنسی لگاؤ کے واقعات بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ تعلیم، اخلاق اور تہذیب نفس پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اسلوب بیان میں سنجیدگی کے پہلو بہ پہلو مزاح سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ غرض داستان ہمارے دل میں ہمدردی، خوف، نفرت، محبت، جنسی حیرت اور استہزاء کے جذبات کو بیدار کرتی ہے۔ داستان اپنے قدیم رنگ کے ساتھ ساتھ شعوری یا مقصد ادب سے ہٹ کر ایک ایسا فنکارانہ نظام تخلیق کرتی ہے جس میں اتحاد عمل اور اتحاد اثر کی کوئی خصوصی ضرورت کا لحاظ نہیں ہوتا۔

داستانوں میں تسلسل اور طوالت پیدا کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کہیں ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ اور ایک حادثے کے بعد دوسرا حادثہ پیش کرتے ہوئے داستان گو ان تمام مصائب پر ہیرو کے ذریعہ ان کو کامیابی کے ساتھ انجام دینے کے عمل کو پورا کرتا ہے اور پھر کوئی ایسا پہلو روشن کرتے ہوئے اس میں کوئی دوسرا مسئلہ کھڑا کر دیتا ہے۔ اس لیے یہ تمام چھوٹے چھوٹے مکمل قصے اس داستان کا جزو بنتے چلتے جاتے ہیں۔ کہیں ہیرو کے لیے غیبی امداد مہیا ہو جاتی ہے، کہیں اتفاقات اس کو سہارا دیتے ہیں، کہیں کوئی شریف مرد ہیرو کی مشکل کشائی کر دیتا ہے اور اس طرح کے بہت سے سہاروں پر داستان آگے بڑھتی رہتی ہے جس سے سامعین کے عقائد میں ایک خاص طرح کی پختگی اور دلچسپی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ داستان کے موضوعات میں حمایت دین بھی ایک اہم موضوع ہے۔ ہیرو محض صدق و ایمان کی خاطر باطل قوتوں سے ٹکر لیتا ہے۔ اس خیر وشر کے جہاد میں ہیرو کی فتح ہوتی ہے جو خیر کا نمائندہ ہے۔ اس طرح داستانوں کا انجام ہمیشہ طربیہ ہوتا ہے۔ داستان میں انسانی خصوصیات کی نمائندگی اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ داستان کا موضوع کچھ بھی ہو اس میں حسن و عشق کی چاشنی ضرور ملتی ہے۔ اور سہیل بخاری کے بقول:-

''دراصل پورے ایشیائی ادب کا مزاج عاشقانہ ہے اس لیے داستان بھی محبت کے جذبے سے مستثنیٰ نہیں رہ سکتی تھی۔ داستان کے ہیرو کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے کسی ایسی ہستی کا انتخاب کیا جائے جو مافوق الفطرت عناصر اور کم سے کم عمال، وزراء اور امراء کی شکل میں پیش کیے جائیں کیوں کہ ہیرو کو عوام سے بالاتر اور مستحکم تر پیش کیے جانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہیرو میں چند انتہائی صفات ہوتی ہیں۔ وہ بے پناہ حسن کے ساتھ ساتھ وفا کا پتلا بھی ہوتا ہے۔ ہیروئن عاشق کے لیے یہاں تک ایثار کرتی ہے کہ والدین کو چھوڑ کر اس کے ساتھ فرار ہو جاتی ہے۔ داستان ''بیژن و منیژہ'' میں منیژہ کی جرأت مندانہ صلاحیتوں کی بنا پر روایتی اقدار کے باوجود اپنے عاشق کے لیے ہمت و جرأت کا اظہار ملتا ہے۔ دیو، دیوتی اور بھوت پریت کا ذکر تقریباً کسی نہ کسی صورت میں کم و بیش ہر داستان میں ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی آتشی خلقت ہے جو عموماً مشاہدے میں نہیں آتی مگر ان کا وجود تحریر و تقریر میں موجود ہوتا ہے۔ گویا آنکھوں سے نہیں دیکھا کانوں سے سنا ہے، ذہنوں میں ان کا وجود جاگزیں ہے اور انھیں غیر معمولی قوتوں کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

داستانوں کے پلاٹ میں زیادہ تنوع نہیں ہوتا۔ تمام قصے کچھ ان خطوط پر چلتے ہیں کہ ہیرو کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے راہ میں بہت سے حوادث، دشواریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمام مصائب کا وہ مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے اور فتح یاب ہوتا ہے۔ جہاں تک داستان کی اصل غایت کا تعلق ہے وہ کہانی کی غایت سے مختلف نہیں۔ زیادہ تر داستانوں کے موضوعات ہلکے پھلکے عشقیہ و تفریحی ہوتے ہیں۔ کچھ داستانیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں اخلاق آموزی، تہذیب نفس، عالمانہ دقیقہ سنجی، مذہب اور تخلیق پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں اور داستان کی اصل غایت میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ داستانی تکنیک کو کلچرل، اخلاقی اور دیگر مسائل کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے تاکہ سننے والے یا پڑھنے والے ان داستانوں کو درس آموز کلیات کے طور پر شعوری یا لاشعوری طور پر ذہن نشیں کر سکیں۔ داستانوں میں اخلاقی تعلیم یا مذہبی عناصر بھی موجود ہوتے ہیں یعنی معلمین اخلاق اور علمبرداران مذہب نے بھی داستان کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ ان کے ایسا کرنے کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ اخلاق و مذہب کے مبادیات تفریحی مطالعہ کے طور پر آسانی سے سمجھائے جا سکتے ہیں۔ تفریح اور عشق کا التزام کسی نہ کسی داستان میں ضرور ملتا ہے۔ اس کے علاوہ

عجائب نگاری کی بہت زیادہ کوشش ہوتی ہے۔ طلسم وسحر، نیرنگ وفسوں پر دفتر کے دفتر سیاہ کردیے جاتے ہیں۔ بقول صغیر افراہیم:

"داستان دراصل زندگی اور اس کی حقیقتوں سے فرار کا دوسرا نام ہے۔ خواہشات کی تکمیل جب حقیقی عنوان سے نہ ہو پاتی تو تخیل کے سہارے ان کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی اس لیے انسان جب اپنے حالات سے فرار حاصل کرتا تو عموماً داستانوں کی دنیا میں پہنچ کر ذہنی وقلبی سکون حاصل کرتا۔"

بہ اعتبار مجموعی داستان کی اصل اور اہم ترین غایت تفریح طبع ہے اور داستان کی سبق آموز کی حیثیت ثانوی ہے۔

مآخذ

ہماری داستانیں۔ سید وقار عظیم، مکتبہ عالیہ زیارت خرمہ والی۔ راج دوارہ، رامپور، یو. پی. طبع اول نومبر 1968۔

اردو زبان اورفن داستان گوئی۔ کلیم الدین احمد، ادارہ فروغ اردو امین آباد، پارک لکھنؤ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ۔

اردو کی نثری داستانیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ۔

فارسی زبان میں داستان نویسی کا آغاز وارتقا۔ ڈاکٹر محمد استعلامی کناڈا، ترجمہ رئیس احمد نعمانی۔

داستانوں کی تکنیک۔ ڈاکٹر گیان چند جین، رسالہ آج کل، دہلی جولائی 1955، ص 9-8

اردو داستان تنقید وتحقیق۔ سہیل بخاری، پاکستان، ص۔ 50-47

نثری داستانوں کا سفر۔ ڈاکٹر صغیر افراہیم، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ (یو. پی.) ص۔ 22

□□□

رابطہ:

Deptt. of Persian
Barkatullah University
Bhopal (M.P.)

کلیات محمد قلی قطب شاہ

مرتبہ: سیدہ جعفر

گولکنڈے کا پانچواں تاجدار اور شہر حیدرآباد کا بانی محمد قلی قطب شاہ فنون لطیفہ کا قدرشناس اور خود ایک خوش فکر شاعر تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کا یہ کلیات سیدہ جعفر صاحبہ نے تحقیقی انداز میں مرتب کیا ہے اور اس پر انھوں نے جو مقدمہ لکھا ہے وہ نہ صرف محمد قلی قطب شاہ کی شخصیت کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتا ہے بلکہ گولکنڈے کی تاریخ پر بھی خاطر خواہ روشنی ڈالتا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کی تصویر کے علاوہ حیدرآباد کی اہم عمارتوں کی تصویریں بھی کتاب میں دی گئی ہیں۔

صفحات: 823، قیمت -/175 روپے

کلیات سراج

مرتب: پروفیسر عبدالقادر سروری

سراج اورنگ آبادی اردو کا پہلا صوفی منش شاعر کہا جاسکتا ہے لیکن ان کی شاعری متصوفانہ کیفیات کے علاوہ بھی بہت کچھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ ان کا یہ کلیات دکنیات کے ماہر پروفیسر عبدالقادر سروری مرحوم نے بڑی کاوش وکوشش کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ شروع میں مبسوط مقدمہ بھی ہے جس میں سراج کی شخصیت اور شاعری کے اہم پہلوؤں پر عالمانہ گفتگو کی گئی ہے۔

دوسرا ایڈیشن: صفحات: 732، قیمت: -/138 روپے

کلیات عیش

مرتبہ: ڈاکٹر حبیبہ بانو

حکیم آغا جان عیش دہلوی ذوق، مومن اور غالب کے ہم عصروں میں تھے اور بہادر شاہ ظفر کے دربار میں بھی انھیں رسائی حاصل تھی۔ غالب کی مشکل پسندی پر ان کا طنزیہ قطعہ "مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے" مشہور ہے مگر غالب کی وفات پر انھوں نے جو تاریخی قطعہ بند اشعار کہے ہیں، وہ غالب سے ان کی محبت و مودت کو ظاہر کرتے ہیں۔ عیش خوش فکر شاعر تھے اور انھوں نے اپنا مرتب دیوان غزلیات اپنی زندگی ہی میں مرتب کرایا تھا۔ ڈاکٹر حبیبہ بانو کے مرتب کردہ اس کلیات میں غزلوں کے علاوہ وہ دیگر اصناف سخن بھی ہیں جو عیش سے یادگار ہیں۔ مفصل مقدمے کے ساتھ۔

پہلا ایڈیشن: صفحات: 556، قیمت: -/80 روپے

گلشن بے خار

مصنف: نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ

یہ اردو شعرا کا مشہور تذکرہ ہے جو نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نے بزبان فارسی قلمبند کیا تھا اور اس کے بعض بیانات، اس دور کے شعرا کا ذکر آئے تو آج بھی دہرائے جاتے ہیں جس سے یہ تاریخی اہمیت کا حامل تذکرہ ہوگیا ہے۔ اس اہم تذکرے کو جو متقدمین سے شیفتہ کے زمانے تک کے ساڑھے چھ سو سے زائد شعرا اور شاعرات کے مختصر کوائف اور نمونۂ کلام پر مشتمل ہے، محترمہ حمیدہ خاتون نے اصل کتاب کے مستند نسخوں کو سامنے رکھ کر سلیس اردو میں منتقل کیا ہے اور شروع میں ایک سیر حاصل مقدمہ لکھا ہے۔

پہلا ایڈیشن: صفحات: 430، قیمت -/128 روپے

نوٹ: طلبہ کے لیے 45 فیصد اور اساتذہ کے لیے 40 فیصد کی خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جاتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر. کے. پورم، نئی دہلی۔ 110 066

مدحت لقمان

کوکنگ گیس۔ چند احتیاطی تدابیر

لکڑی، کوئلہ، کنڈا وغیرہ کا استعمال کھانا پکانے کے لیے ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے۔ ان کے جلنے سے فضا میں آلودگی اور انسانی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ سائنسی معلومات اور جدید ٹکنالوجی کے ذریعہ زمین سے دستیاب ہونے والے کروڈ آئل کو جب پراسیس کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ملنے والی گیسوں میں سے پروپین اور بیوٹین نام کی گیس کو ملاکر پیٹرولیم گیس کہتے ہیں۔ اسے 5 سے 6 کلوگرام فی اسکوائر سینٹی میٹر دباؤ پر لانے سے یہ سیال میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اسی لیے اسے لیکیو فائڈ پٹرولیم گیس کہتے ہیں۔ یہ ہوا سے تقریباً دوگنی بھاری ہوتی ہے۔ یہ گیس پانی میں معمولی تحلیل ہوتی ہے۔ یہ اپنی خالص حالت میں نہیں جلتی مگر ایک خاص تناسب میں ہوا سے مل کر بہت آتش گیر ہو جاتی ہے۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب سو میں قریب 2.2 سے 9.5 حصہ گیس ہو اور باقی ہوا۔ یہ گرین گیس کہلاتی ہے۔ اور اس سے ہوا میں آلودگی پیدا نہیں ہوتی ہے۔

سپلائی سیلنڈر میں LPG بھرنے کے ساتھ اس میں خاص قسم کی بو پیدا کرنے کے لیے گنوک سے نکالی گئی ایک شئے مرکرپٹن نام کی ملائی جاتی ہے۔ اگر کسی بھی وجہ سے گیس Leak ہو جاتی ہے۔ تو وہ سونگھنے میں آ جاتی ہے۔ کسی قسم کی چنگاری یا کھلی آگ پیدا کیے بغیر گیس کے رسنے کو روکنے کے لیے گیس ڈیلر رمجاز کارندہ سے رابطہ قائم کرنا اشد ضروری ہے۔

بازار میں مختلف قسم کی بناوٹ کے چولہے دستیاب ہیں۔ عام طور پر دو برنر والے چولہے زیادہ استعمال میں آتے ہیں۔ ایک، تین اور چار برنروں کے چولہے بھی ہوتے ہیں۔ ایک ہی چولہے کے برنر مختلف ناپ کے ہوتے ہیں تاکہ ضرورت کے لحاظ سے کم یا زیادہ آنچ والے برنر کو استعمال کیا جا سکے۔ ہر برنر کے لیے ایک سلیکٹر ناب دی جاتی ہے جس سے آنچ کو کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ چولہے میں برنر اور جیٹ کو اس طرح ترتیب دیا جاتا ہے کہ گیس اور ہوا کا صحیح مکسچر برنر کے سوراخوں سے باہر نکلے۔ سلینڈر میں گیس کا دباؤ قریب 5 سے 6 کلوگرام فی اسکوائر سینٹی میٹر ہوتا ہے۔ لیکن چولہے میں داخل ہونے والی گیس کا دباؤ قریب 5 سے 6 کلوگرام فی اسکوائر سینٹی میٹر ہوتا ہے۔ لیکن چولہے میں داخل ہونے والی گیس کا دباؤ قریب 0.5 کلوگرام فی اسکوائر سینٹی میٹر (گیج) ہونا چاہیے اور یہ ضرورت پریشر ریگولیٹر پوری کرتا ہے۔

ربر پائپ میں سب سے زیادہ گیس کا دباؤ اس وقت ہوتا ہے جب چولہے کا ناب بند مقام پر ہو اور پریشر ریگولیٹر کو آن کیا جائے۔ یہ دباؤ وہی ہوتا ہے جو ریگولیٹر سے نکلتا ہے۔ لہٰذا ربر پائپ اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ اس کے پھٹنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ کئی جگہوں پر، خاص طور پر ہوٹلوں میں گیس کے سلینڈر رسوئی گھر کے باہر رکھے جاتے ہیں۔ حفاظت کے لحاظ سے فائر ٹریپ بھی لگائے جاتے ہیں۔ اچانک آگ لگنے کی صورت میں فائر ٹریپ آگ کو پائپ میں بڑھنے سے روکتا ہے۔

ڈلیوری مین سے سیلنڈر لیتے وقت سیل تڑوا کر اور سیفٹی کیپ نکلوا کر یہ ضرور دیکھ لیں کہ گیس Leak تو نہیں ہو رہی ہے۔ پریشر ریگولیٹر کی سلینڈر کے وال باڈی کے اوپر لگانے کے بعد ریگولیٹر سے گیس کو آن کریں مگر پہلے دیکھ لیں کہ برنر ٹیپ بند ہیں۔ اگر ربر پائپ ریگولیٹر نازل کے اوپر کساؤ کے ساتھ پوری لمبائی تک نہیں چڑھا ہوا ہے تو یہاں سے بھی گیس لیک ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اچھی حالت اور صحیح سائز کا پائپ استعمال کیا جائے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ سلینڈر رکھولتے وقت اور جانچ کرتے وقت کسی قسم کی آگ جیسے چراغ، موم بتی، ماچس، انگیٹھی، روم ہیٹر وغیرہ سلینڈر یا چولہے کے پاس یعنی کمرے یا کچن میں نہیں ہونی چاہیے۔ اگر روشنی کے لیے موم بتی یا چراغ کا جلانا ضروری ہو تو اسے دور اور اونچائی پر رکھنا چاہیے۔ ماچس جلا کر سلینڈر یا چولہے کے پاس نہیں دیکھنا چاہیے۔ کسی بھی وجہ سے گیس لیک ہونے پر بجلی کا کوئی سوئچ آن/آف نہ کریں۔ چراغ، موم بتی وغیرہ فوراً بجھا دیں۔ دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں اور گیس کو ریگولیٹر سوئچ سے بند کر دیں۔ اگر تب بھی گیس کا رسنا نہ رکے تو ریگولیٹر نکال کر سیفٹی کیپ لگا دیں۔ چولہہ ہمیشہ گیس سلینڈر کے مقابلہ میں زیادہ اونچائی پر رکھنا چاہیے۔ چولہے اور گیس سلینڈر کو فرش پر رکھ کر استعمال کرنا خطرناک ہے۔ سلینڈر کو ہمیشہ کھڑا رکھیں۔

چولہے پر برتن رکھ کر برنر روشن کرنا مناسب نہیں۔ کچن میں استعمال ہونے والے برتن وغیرہ چولہے کے پیچھے اور اوپر نہ رکھیں ورنہ وہاں ہاتھ لے جانے میں چولہے کے اوپر سے لے جانا ہوگا۔ جلتے ہوئے چولہے سے لباس میں آگ لگ سکتی ہے۔

گیس ڈسٹری بیوٹر سے کنزیومر گائڈنس کارڈ حاصل کرنا اور اس کا مطالعہ

کرنا بہت ضروری ہے۔

گیس کی بو محسوس ہونے پر ماچس نہ جلائیں، پریشر ریگولیٹر کی ناب کو گھڑی کی سمت گھما کر آف پوزیشن پر لے آئیں، سب دروازے کھڑکیاں کھول دیں، اگر گیس کی بو قائم رہتی ہے تو گیس ڈسٹری بیوٹر کو بلائیں، بجلی کا کوئی سوئچ نہ چلائیں، سلینڈر کو ہٹا کر کھلی جگہ پر رکھیں، گھروں اور ہوٹلوں میں آگ بجھانے والا آلہ رکھنا بہتر ہے۔

گیس کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ کم خرچ میں پورا کام ہو جائے۔ خالی سلینڈر کا وزن قریب 15.6 کلوگرام ہوتا ہے اور اس میں گیس 14.2 کلوگرام بھری جاتی ہے۔ خالی سلینڈروں کے وزن میں تھوڑا بہت فرق رہتا ہے۔ گیس بھرنے کے خودکار پلانٹ میں 14.2 کلوگرام گیس بھری جاتی ہے جس میں قریب سوگرام گیس کم یا زیادہ ہوسکتی ہے جو کہ پلانٹ کے نارمل کام کرنے میں ہوتا ہے۔ عام طور پر کسی بھی ناپ تول میں کچھ نہ کچھ فرق کے امکانات ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک لیٹر پیٹرول ناپ کر دیا گیا ہے تو وہ 0.999 لیٹر بھی ہوسکتا ہے اور 1.001 بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح گیس سلینڈر میں 14.15، 14.20 یا 14.25 کلوگرام گیس ہوسکتی ہے۔ اس طرح بھرے ہوئے سلینڈر کا کل وزن پتہ لگانے کے لیے سلینڈر پر لکھے وزن میں 14.2 جوڑ دیں۔ حاصل جمع بھرے سلینڈر کا کل وزن ہونا چاہیے۔ گھر کے بھی افراد کو گیس کے استعمال میں کفایت کرنے سے بہتر نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔

❑❑❑

رابطہ:
EWS 109/4 ADA Colony,
Neem Sarai
Allahabad-211011

انیس کے مرثیے

مرتبہ: بیگم صالحہ عابد حسین

میر انیس کے مرثیوں کے متعدد مجموعے شائع ہوئے ہیں لیکن یہ ان کے پورے کلام کو محیط نہیں اور ان میں بیشتر میں صحت متن کا بھی زیادہ خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ یہ کتاب بیگم صالحہ عابد حسین نے تدوین کے جدید اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے دو جلدوں میں مرتب کی ہے جس میں انیس کے تمام دستیاب مرثیے شامل ہیں۔ ہر جلد کے ساتھ مفصل مقدمہ بھی ہے اور ایسے الفاظ کی فرہنگ بھی جو اب کم مستعمل ہیں یا معنوی تغیر سے دوچار ہوئے ہیں۔

جلد اوّل، دوسرا ایڈیشن: صفحات: 540، قیمت: -/36 روپے

جلد دوم، دوسرا ایڈیشن: صفحات: 575، قیمت: -/40 روپے

کاشف الحقائق

مصنف: سید امداد امام اثر

سید امداد امام اثر کی یہ بلند پایہ تصنیف دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں یوروپی ادبیات کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے اور دوسرے حصے میں مشرقی ادبیات کی خصوصیات واضح کی گئی ہیں۔ شعر و ادب اور دیگر فنون لطیفہ میں جو باہمی قربت و موانست ہے، اس کا بھی ذکر ہے۔ دوسرے حصے میں اردو شاعری کی تمام اصناف اور ہر صنف کے نمائندہ شاعروں کا تفصیلی بیان ہے جو تجزیاتی انداز کا حامل ہے۔ اس ایڈیشن کی ایک خصوصیت پروفیسر وہاب اشرفی کا بسیط مقدمہ ہے جس میں انھوں نے کتاب کے تمام اہم پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔

دوسرا ایڈیشن: صفحات: 740، قیمت -/145 روپے

نوٹ: طلبہ کے لیے 45% اور اساتذہ کے لیے 40% کی خصوصی رعایت۔
تاجرانِ کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جاتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 066 110

فرزانہ اسد

ماحولیاتی آلودگی اور سواریاں

بیسویں صدی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس دوران سائنس اور تکنیک کے میدان میں انسانوں نے غیر معمولی کارنامے انجام دئے جس کی مثال اس سے قبل ملنی محال ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ اس ترقی کی قیمت ہمیں ایک ایسے مسئلہ کی صورت میں چکانی پڑی جسے ہم آلودگی کے نام سے جانتے ہیں۔

ماحول کی آلودگی ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا تعلق ان تمام انسانی سرگرمیوں سے ہے جو قدرتی ماحول کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ اس سے مراد کھلا کوڑا کرکٹ، فیکٹریوں سے نکلنے والا دھواں، گندا پانی اور آلودگیاں ہیں جنھیں ہم اپنا ماحول تباہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، برآمد ہونے والے یہ فاضل مادّے نہ صرف ہوا، زمین اور ندیوں کو آلودہ کرتے ہیں بلکہ جانداروں اور انسانی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ آلودگی کی مختلف قسموں میں سواریوں سے پیدا ہونے والی آلودگی بھی کرۂ ارض کے لیے ایک مستقل خطرہ بن چکی ہے۔ ٹریفک کا شور اور مشینوں کی گڑگڑاہٹ بھی آواز کی آلودگی کی ایک شکل ہے۔

فضائی آلودگی کے ذریعے انسانی زندگی اور دیگر جانداروں کے لیے ایک مستقل خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ آلودہ ہوائیں نہ صرف فصلوں کے لیے نقصان دہ ہیں بلکہ بیماریوں کے علاج میں بھی رکاوٹ ثابت ہوسکتی ہیں۔ اسی فضائی آلودگی کی وجہ سے بالائے بنفشی شعائیں زمین تک نہیں پہنچ پاتی ہیں جس کی وجہ سے بعض سائنس دانوں کے خیال میں موسمی تبدیلیاں بڑے پیمانے پر رونما ہونے لگی ہیں۔ اسی باعث کرۂ ارض پر موسموں کا توازن بگڑتا جا رہا ہے۔

کوئی بھی انسان فضائی آلودگی کو پسند نہیں کرتا اور اس کی مضرتوں سے محفوظ بھی نہیں ہے اور اطراف کے ماحول میں اس کے تسلط کو ہر لمحہ بڑھتے ہوئے دیکھ کر حیران بھی ہے اور بے بس بھی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ فضائی آلودگی ان ہی چیزوں کی پیداوار ہے جو ہماری زندگی اور ضروریات کا ایک اہم حصہ ہے۔ مثال کے طور پر موجودہ دور کی مشینی زندگی میں تیز رفتار سواریاں ہماری روزمرہ زندگی کا جزولاینفک ہے۔ یہی سواریاں فضائی آلودگی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

سواریوں سے خارج ہونے والے دھوئیں کی وجہ سے ہمارے اوپر اور آس پاس موجود فضا میں ایسے مادّے شامل ہوگئے ہیں جو ہماری جلد کے لیے نقصان دہ ہیں عام طور پر دفاتر سے لمبی مسافت طے کرکے گھر لوٹتے ہوئے لوگوں کے چہروں پر فضائی آلودگی کے اثرات ایک سیاہی کی شکل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ جلد کے علاوہ بالوں پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ بالوں کی بیشتر بیماریاں مثلاً بالوں کا جھڑنا، بالوں کا وقت سے پہلے سفید ہونا اور بالوں میں بھوسی کا ہونا وغیرہ۔

ان دنوں فضائی آلودگی کے ضمن میں اس خطرے کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ ایرکنڈیشنر، ریفریجریٹر جیسی آرام و آسائش کی چیزوں سے خارج ہونے والی گیس کی وجہ سے زمین کے اوپر کرۂ باد میں پائی جانے والی اوزون کی تہ میں شگاف نمودار ہونے لگے ہیں۔ جہاں فیکٹریوں کے دھوئیں سے فضائی آلودگی کو خطرات لاحق ہیں وہیں آواز کی آلودگی بھی جو ہوا میں پائی جاتی ہے، انسانی زندگی کے لیے دن بہ دن مہلک ہوتی جارہی ہے۔

آواز کی آلودگی کی وجہ سے انسانی صحت کو جو خطرات لاحق ہیں ان میں نفسیاتی امراض اہم ہیں۔ ان میں دل اور پھیپھڑوں کی بیماریوں کے علاوہ بعض دماغی امراض بھی آواز کی آلودگی کی دین ہیں۔ آواز کی آلودگی کا سب سے بڑا سبب سواریاں ہیں۔ سواریوں کے ذریعے فضا کی آلودگی نئی تہذیب کی دین ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ گذشتہ صدی کے دوران انجن کی ایجاد کے ساتھ برق رفتار سواریاں وجود میں آئیں اور اسی وجہ سے ہماری زندگی میں عجلت پسندی کا دور دورہ شروع ہوا۔ سواریوں کی وجہ سے دور دراز کے فاصلے مٹ چکے ہیں، لیکن ہمیں آواز کی آلودگی کی شکل میں اس کی بڑی قیمت بھی چکانی پڑی۔

آواز کے ذریعے پیدا ہونے والی فضائی آلودگی کا سب سے بڑا سبب سواریاں ہیں۔ کسی شہر اور گاؤں کی فضا میں ایک واضح فرق پایا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جنگل اور گاؤں میں سواریوں کی بہتات نہ ہونے کے باعث وہاں صاف ستھری ہوا میسر آتی ہے۔ اس کے برعکس شہروں میں رہنے والے لوگ ایسی صحت افزا ہوا سے محروم ہو جاتے ہیں۔ سواریوں اور کارخانوں سے خارج ہونے والے یہ زہریلے مادّے بعض بڑے شہروں میں خطرناک صورت حال اختیار کر چکے ہیں جس کے پیش نظر حکومت دفاعی اقدامات

اٹھانے پر مجبور ہوگئی ہے۔ ان اقدامات میں خاص طور پر سواریوں سے خارج ہونے والے دھوئیں کی جانچ کا عمل ہے جس کے بعد ان سواریوں کو پولوشن انڈر کنٹرول سرٹیفکیٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ ان اقدامات کو پورے ملک میں جس سختی اور ایمانداری کے ساتھ نافذ کرنے کی ضرورت ہے، اس پر عمل نہیں ہو پا رہا ہے۔

گذشتہ دنوں شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں 130 ملین کاریں زیادہ ہیں۔ اسی طرح امریکہ، فرانس اور آسٹریلیا میں ہر دو افراد کے پاس ایک کار موجود ہے۔ آٹو موبائل انڈسٹری دنیا کی سب سے بڑی صنعت شمار کی جاتی ہے، جو ہر سال تین کروڑ کاریں تیار کرتی ہے۔ ہر سال سواریوں کی تعداد میں اضافے کے سبب گذشتہ نصف صدی کے دوران آواز اور فضائی آلودگی میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ عالمی ادارۂ صحت (W.H.O.) کی ایک رپورٹ کے مطابق کرۂ ارض کا پانچواں حصہ بہت زیادہ فضائی آلودگی کا شکار ہے۔

عام طور پر ہمارا ماحول نائٹروجن، آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ پر مشتمل ہے۔ اس میں دوسری گیسیں بھی شامل ہیں۔ قدرتی نظام ان تمام گیسوں کے درمیان توازن برقرار رکھتا ہے۔ دن میں نباتات کاربن ڈائی آکسائڈ اپنے اندر لیتے ہیں اور آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ آتش فشاں کے دوران جو گیسیں اور دیگر کیمیائی مادّے خارج ہوتے ہیں وہ ہوا اور بارش کے ذریعے ماحول کو صاف ستھرا بنا دیتے ہیں۔

مذکورہ قدرتی نظام سواریوں اور فیکٹریوں سے نکلنے والے دھوئیں کے ذریعے عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے، جو ماحول کی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ تیزابی بارش اور دیگر بھیانک موسمی اثرات اسی کے برے نتائج کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ سواریوں میں جو ایندھن جلتا ہے اس کے ذریعے توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا استعمال کیا گیا حصہ فضا میں خارج ہو کر فضائی آلودگی کو جنم دیتا ہے۔ جو گیس سواریوں کے ذریعے خارج ہو کر فضا کا حصہ بنتی ہے اس میں کاربن مونو آکسائڈ، کاربن ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ اور ہائڈرو کاربن جیسی گیسیں شامل ہیں۔

سواریوں سے خارج ہونے والی گیسیں:

(الف) کاربن مونو آکسائیڈ:

کاربن مونو آکسائڈ ایک بے رنگ، بے بو، بے ذائقہ گیس ہے، جو اس وقت تیار ہوتی ہے جب ایندھن پورے طور پر جل نہیں پاتا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کافی مقدار میں آکسیجن مہیا نہیں ہو پاتی۔ کاربن مونو آکسائڈ کی وجہ سے گھٹن اور بے چینی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ یہ جسم میں داخل ہو کر آکسیجن جذب کرنے میں مداخلت کرتی ہے۔ کاربن مونو آکسائڈ کی زیادتی کی وجہ سے بے ہوشی اور زیادہ دیر ہونے پر موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

(ب) کاربن ڈائی آکسائڈ:

کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی ایک ایسی گیس ہے جو سواریوں سے برآمد ہوتی ہے۔ یہ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کاربن پر مبنی ایندھن جلایا جاتا ہے۔ یہ گیس قدرتی طور پر ہوا میں تمام جانداروں کے ذریعے یا بعض قدرتی عوامل کے ذریعے مثلاً (جنگل کی آگ) سے وجود میں آتی ہے۔ اس گیس کے اخراج کی وجہ سے درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہی کاربن ڈائی آکسائیڈ تیزابی بارش کا سبب بنتی ہے۔ جو فصلوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ نائٹروجن اور سلفر جو سواریوں کے ذریعے فضا میں شامل ہوتی ہیں، انھیں بھی تیزابی بارش کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

سواریوں اور ٹریفک کے ذریعے انجن کی گڑگڑاہٹ یا ہارن کی آواز کی وجہ سے جو شور پیدا ہوتا ہے، وہ بھی فضائی آلودگی کا ایک حصہ ہے جو انسانی صحت اور اعصاب کے لیے بے حد خطرناک ہے۔ ان دنوں دنیا کے تمام شہروں میں جیسے جیسے سواریوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، آواز کے ذریعے پیدا ہونے والی آلودگی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اسی وجہ سے بڑے شہروں میں بیشتر افراد دماغی اور اعصابی امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان امراض میں ہائی بلڈ پریشر اور لو بلڈ پریشر بھی شامل ہیں۔

سواریوں کے ذریعے پیدا ہونے والی آلودگی کی روک تھام:

سواریوں کے ذریعے پیدا ہونے والے فضائی خطرات کو اب عالمی پیمانے پر محسوس کیا جا رہا ہے اور لوگوں میں اس کے متعلق بیداری پیدا کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ سواریوں کے ذریعے پیدا ہونے والی فضائی آلودگی کو روکنے کے لیے پوری دنیا میں سماجی تحریکیں اور ادارے حرکت میں آ گئے ہیں۔ یہ تنظیمیں عوامی بیداری کے لیے تحریکات چلا رہی ہیں۔ جب تک سواریاں چلانے والے لوگ ان خطرات سے باخبر نہیں ہوں گے، اس کی روک تھام ممکن نہیں۔

- دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں سواریوں کے ذریعے پیدا ہونے والی فضائی آلودگی کو روکنے کی غرض سے قوانین بنائے جا رہے ہیں۔
- فضائی آلودگی کے پیش نظر تقریباً ہر ملک میں وفاقی اقدامات کیے جا رہے ہیں جن کے لیے رہنما اصول اور قوانین موجود ہیں، لیکن ان پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔ فی زمانہ یہ کوشش جاری ہے کہ ان قوانین کو نافذ کیا جائے۔ اس سلسلے میں دہلی میں جہاں فضائی آلودگی خطرے کے نشان سے آگے بڑھنے لگی ہے، اس کی روک تھام کے لیے ان قوانین کو

سختی کے ساتھ نافذ کیا جا رہا ہے۔ ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کی جارہی ہے۔

- ترقی یافتہ ممالک نے اس مسئلے پر قابو پانے کی غرض سے سواریاں تیار کرنے والی صنعتوں پر یہ پابندی عائد کردی ہے کہ وہ حکومت کی مجوزہ تعداد سے زیادہ گاڑیاں تیار نہ کریں۔ سواریوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ایران میں گذشتہ برسوں کے دوران یہ قانون نافذ کیا گیا تھا کہ کسی کار میں کوئی شخص تنہا سفر نہ کرے بلکہ وہ دوسری سواریوں کو بھی لفٹ دے تاکہ سڑکوں پر پائی جانے والی کاروں کی تعداد میں کمی واقع ہو سکے۔
- ہمارے ملک میں دن بہ دن سواریوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان سواریوں کی سروسنگ نہ کروائی جائے تو ان سے خارج ہونے والے دھوئیں سے فضائی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس معاملے میں حکومت نے اس قسم کی ہر سواری کو ہر چھ مہینے کے بعد چیک کرکے پی. یو. سی. سرٹیفکیٹ دینے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس پر عمل درآمد میں کوتاہی برتی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے بیشتر شہروں میں فضائی آلودگی میں بے تحاشہ اضافہ ہو رہا ہے۔
- سواریوں کے ذریعے ہونے والی آلودگی سے حفاظت کے لیے اب ایسے ایندھن کی تلاش کی جارہی ہے جس کی وجہ سے ماحول خراب نہ ہو جس میں نباتات سے تیار ہونے والا تیل بھی شامل ہے۔ اسی سلسلے میں یہ اہم قدم بھی اٹھایا گیا ہے کہ اب سواریوں میں بجائے پیٹرول کے گیس استعمال کی جارہی ہے جس سے ماحول کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

سواریوں کے ذریعے پیدا ہونے والی آلودگی کو اگر بر وقت نہ روکا گیا تو اس دنیا کا انجام وہی ہو سکتا ہے جو انگریزی کے مشہور ادیب آر۔ ایل۔ اسٹیونسن (R.L. Stevenson) نے اپنے ایک انشائیہ میں بیان کیا ہے "ہماری دنیا اس بھیڑ بھری خلا میں کروڑوں دیگر دنیاؤں کے ساتھ اندھوں کی طرح برق رفتاری سے مخالف سمت میں محو سفر ہے۔ بہت جلد وہ لمحہ آسکتا ہے جب ایک ٹھوکر سے پیدا ہونے والا دھماکہ اسے دو پیسے کی پھلجھڑی کی طرح جلا کر رکھ دے گا۔"

□□□

رابطہ:
30, Gulistan Colony
Police Lane Takli
Nagpur-440013 (Maharashtra)

دھوپ چولھا

مصنف: ایم. ایم. ہدی/ مترجم: ڈاکٹر خلیل اللہ خاں

توانائی کے بحران نے قدرتی وسائل کی طرف پھر سے انسان کی توجہ مرکوز کی ہے۔
دھوپ چولھا یا سولر کوکر کی ایجاد اس کی تازہ مثال ہے۔ اس کتاب میں دھوپ چولھا تیار کرنے کے سلسلے میں کیے گئے مختلف تجربات اور ان کے نتائج کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔
کتاب میں دھوپ چولھا بنانے کا طریقہ اور کوکر میں مختلف کھانے پکانے کی ترکیبیں بھی بتائی گئی ہیں۔

صفحات: 100، قیمت -/38 روپے

کیمیا کی کہانی

مصنف: سید شہاب الدین دسنوی

انسان فطری طور پر تجسس پسند واقع ہوا ہے۔ کیا، کیوں اور کیسے وغیرہ سوالات انسان کے ذہن میں ہمیشہ گونجتے رہے ہیں اور یہی سوالات مختلف ایجادات و انکشافات کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔
"کیمیا کی کہانی" میں بعض اہم عناصر مثلاً آکسیجن، بجلی، سوڈا، پوٹیشیم، میگنیشیم اور ریڈیم وغیرہ کی دریافت کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

صفحات: 128، قیمت: -/16 روپے

عرب کی لوک کہانیاں: ایک تہذیبی ورثہ

مصنف: ڈاکٹر حسن عسکری کاظمی

کسی بھی ملک اور معاشرے میں لوک ادب کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے ہم براہ راست اس ملک اور معاشرے کی تہذیب و ثقافت، رہن سہن، خورد و نوش، عادات و اطوار اور عقائد و توہمات سے واقف ہوتے ہیں۔ لوک ادب ادبی تصنع، لفظی قیود اور پابندیوں سے پاک ہوتا ہے۔
اس لیے یہ عوام سے نزدیک ہوتا ہے۔ اس کتاب میں 28 لوک کہانیاں شامل ہیں جو عوامی لوک ادب کے ہر رنگ کی نمائندگی کرتی ہیں۔

صفحات: 131، قیمت: -/23 روپے

ایک نائی اور رنگ ساز کا قصہ

مصنف: اطہر پرویز

داستانیں ہمارا بیش قیمت سرمایہ ہیں۔ یہ جہاں ایک طرف تفریح طبع کا ذریعہ ہیں وہیں ان سے متعلقہ عہد کی جیتی جاگتی تصویر بھی ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ مافوق الفطری عناصر کی پیش کش سے قطع نظر داستانوں میں ہماری سماجی و ثقافتی تاریخ پوشیدہ ہے۔
اس کتاب میں ایسی ہی تین داستانیں شامل ہیں۔

صفحات: 148، قیمت -/18 روپے

افتخار الزماں

مجاہد آزادی چندر شیکھر آزاد

مجاہد آزادی چندر شیکھر آزاد کی پیدائش 23 جولائی 1906 کو مدھیہ پردیش میں ہوئی تھی لیکن ان کا آبائی وطن اتر پردیش کا ضلع اناؤ تھا۔ ان کے والد یہاں نوکری کی تلاش میں آئے تھے اور نوکری کے بعد وہ یہیں کے ہو رہے۔ چندر شیکھر کا بچپن بھی یہیں گزرا۔ بچپن میں ہی انھوں نے تیر اندازی میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ ان کی ذہنی تربیت بنارس سنسکرت کالج اور کاشی ودیا پیٹھ میں ہوئی۔ 1920 میں مہاتما گاندھی کی قیادت میں پورے ملک میں عدم تعاون کی تحریک زوروں پر تھی۔ چندر شیکھر اس وقت بنارس میں زیر تعلیم تھے۔ ان کے اندر بھی آزادی کی لو بھڑک اٹھی۔ اور وہ بھی دوسرے طلبہ کے ساتھ آزادی کی تحریک میں شامل ہو گئے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور گرفتار بھی ہوئے۔ جب انھیں مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اپنا نام آزاد، اپنے والد کا نام آزادی اور پتہ جیل بتایا۔ مجسٹریٹ نوجوان کی جرأت اس اور بے باکی پر طیش میں آ گیا اور 15 کوڑے مارنے کی سزا دی۔ چندر شیکھر کے بدن سے کپڑے بھی اتار لیے گئے۔ ہر کوڑے کی مار پر بدن کی چمڑی ادھڑ جاتی تھی اور وہ ہر مار پر چلاتے ''مہاتما گاندھی کی جے'' اس سے پہلے انگریز مجسٹریٹ کے سامنے ایسا کوئی ملزم پیش نہیں ہوا تھا۔ کوڑے مارنے کے بعد انھیں آزاد کر دیا گیا۔ عام لوگ چندر شیکھر کی قوت برداشت پر حیران تھے اور اسی دن انھیں ''آزاد'' کا خطاب دیا گیا۔ اس سزا نے چندر شیکھر کو اور زیادہ بے چین کر دیا، اس کے بعد انھوں نے آزادی کی تحریک میں مزید فعّال کردار ادا کیا۔

چندر شیکھر آزاد 1922 میں ہندوستان انقلاب پارٹی میں شامل ہو گئے اور سوشلسٹ ری پبلکن فوج کے رکن بھی بنے۔ اس دوران انھوں نے متعدد سیاسی ڈکیتیوں میں جان کی بازی لگا کر حصہ لیا۔ ان ڈکیتیوں میں کاکوری ڈکیتی بھی شامل ہے۔ اس کے بعد پولیس نے انھیں مفرور قرار دے دیا ساتھ ہی ان کی گرفتاری کے لیے تمیں ہزار روپئے کے انعام کا اعلان کیا گیا۔ بعد ازاں وہ کئی سال تک روپوش رہے۔

جون 1928 میں ہندوستان ریپبلکن آرمی بنائی گئی۔ چندر شیکھر کو اس کا کمانڈر ان چیف بنایا گیا۔ بعد ازاں دہلی کے فیروز شاہ کوٹلہ میں ہندوستان ریپبلکن ایسوسی ایشن کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس کے روح رواں چندر شیکھر آزاد ہی تھے۔ بھگت سنگھ نے بھی اس جلسے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ 8 اگست 1928 کے دن ایسوسی ایشن نے فیصلہ لیا کہ ہندوستان کا نصب العین مکمل آزادی ہوگا۔ یہ وہی ایسوسی ایشن ہے جس نے سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کا بھی فیصلہ لیا تھا۔ 30 اکتوبر 1928 کو لاہور میں آل پارٹی میٹنگ میں سائمن کمیشن کے خلاف زبردست احتجاج ہوا۔ اسی احتجاجی جلسے میں لالہ لاجپت رائے پر پولیس نے لاٹھیاں برسائیں تھیں جس کے باعث 17 نومبر 1928 کو ان کا انتقال ہو گیا۔ لالہ لاجپت رائے کی موت کا انتقام لینے کی غرض سے چندر شیکھر آزاد کی قیادت میں ہندوستان ری پبلکن ایسوسی ایشن نے برطانوی پولیس سپرنٹنڈنٹ جے. اے. اسکاٹ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس میں سردار بھگت سنگھ اور راج گرو پیش پیش تھے۔ اس حملے میں جے. اے. اسکاٹ تو بچ گیا لیکن اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جے. پی. سانڈر ہلاک ہو گیا۔ سانڈر کے قتل کے بعد بھگت سنگھ کلکتہ میل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی گاڑی میں آزاد اور اس کے دوسرے ساتھی لباس بدل کر کسی اور ڈبے میں سوار تھے۔

چندر شیکھر آزاد نے بنگال انقلابیوں کے ساتھ بم بنانے سیکھے۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں بم پھینکنے کا منصوبہ کلکتہ میں ہی بنایا گیا تھا۔ 18 اپریل 1929 کو مرکزی قانون ساز اسمبلی میں بم پھینکا گیا۔ اس کا منصوبہ آزاد اور بھگت سنگھ نے مل کر بنایا تھا جو کامیاب نہ ہو سکا۔ بھگت سنگھ نے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا اور آزاد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور تقریباً دو سال تک پولیس کی گرفت سے دور رہے۔ 27 فروری 1931 کو چندر شیکھر آزاد اپنے ساتھیوں کے ساتھ روس جانے کا منصوبہ بنانے کے لیے الٰہ آباد کے الفریڈ پارک میں جمع ہوئے لیکن ایک مخبر کی مدد سے پولیس نے انھیں گھیر لیا۔ چندر شیکھر آزاد نے جواں مردی کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں پستول لیے ہوئے ایک بڑی پولیس ٹیم کا تنہا مقابلہ کیا اور پولیس کے کئی سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس مقابلہ میں ان کا ایک بازو اور پاؤں گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اب پولیس انھیں گرفتار کر لے گی تو انھوں نے گرفتاری کی ذلت سے موت کو ترجیح دی اور خود اپنی آخری گولی سے جام شہادت نوش کیا۔ پوسٹ مارٹم کے مطابق ان کے جسم سے چار گولیاں نکلیں۔ رسول آباد کے شمشان گھاٹ میں پولیس کی نگرانی میں ان کی آخری رسوم ادا کی گئی۔

آج چندر شیکھر آزاد ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن پورا ملک انھیں ان کی برسی پر خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔ اور ملک کی آزادی میں ان کی بے مثال قربانیوں کو یاد کر کے اپنے اس عظیم مجاہد آزادی پر فخر کر رہا ہے۔

□□□

رابطہ:

K-78/A Ist Floor, Batla House, Okhla
New Delhi-110025

مظہر امام

دو ہزار چھ — نظم

چلو یہ سال بھی آخر تمام ہو ہی گیا

یہ سال، وقتِ گریزاں کی آنکھ کا آنسو
ٹپک کے دامنِ ماضی میں جذب ہو ہی گیا
یہ سال کتنا تھا ظالم کہ جاتے جاتے بھی
ہمارے قلب میں اک نیشتر چبھو ہی گیا
منیر[1] واقفِ اسرار سے جدا کر کے
دلِ حزیں میں غمِ مستقل سمو ہی گیا

جو ایک غم ہو تو سہہ لے کسی طرح کوئی
ہزار غم ہوں تو فکرِ سکوں کہاں جائے
''زبانِ قند صفت'' کے جنوں نوازوں[2] کا
یہ حال ہو تو کمالِ جنوں کہاں جائے
یونہی جو ہوتی رہے حادثات کی بارش
یقینِ گرمیِ جذبِ دروں کہاں جائے

•

رابطہ:
176-B, Pocket-I
Mayur Vihar, Phase-I
Delhi-110 091

1. منیر نیازی
2. 2006 میں منیر نیازی کے علاوہ احمد ندیم قاسمی، شوکت صدیقی، خورشید الاسلام، رشید حسن خاں، باقر مہدی، اختر سعید خاں، نشتر خانقاہی، عبدالمغنی، انور مینائی، حکیم منظور جیسے ادیب و شاعر بھی ہمیں سوگوار چھوڑ گئے۔

ابوالکلام

خدا کی بستی کا آفتاب غروب ہوگیا

بیسویں صدی کے نصف آخر کے ممتاز ناول نگاروں اور افسانہ نگاروں میں سے ایک ممتاز ناول نگار اور افسانہ نگار شوکت صدیقی کا 18 دسمبر 2006 بروز دوشنبہ شام ساڑھے پانچ بجے دل کا دورہ پڑنے سے اس وقت انتقال ہوگیا جب انھیں اسپتال لے جایا جارہا تھا۔ 83 برس کی عمر پائی۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

شوکت صدیقی 1923 میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم پائی۔ لکھنؤ کی ادبی، ثقافتی اور سیاسی تحریکوں میں سرگرمی سے شریک ہوتے تھے۔ لکھنؤ کی زبان، ثقافت اور ادبی جہتوں کے ساتھ ساتھ مارکسزم اور ترقی پسند تحریک نے ان کے ادبی ذوق کو ایک خاص نہج پر ڈھالا۔ قیام پاکستان کے بعد لکھنؤ سے ہجرت کرکے پاکستان کے شہر کراچی میں جاکر بس گئے۔ وہ ایک ممتاز ناول نگار اور افسانہ نگار کے علاوہ ایک ممتاز صحافی بھی تھے۔ انگریزی اخباروں کے لیے لکھنے کے علاوہ ایک ممتاز صحافی بھی تھے۔ انگریزی اخباروں کے لیے لکھنے کے علاوہ انھوں نے ''مساوات'' کی ادارت بھی کی اور اس کو ایک معیار عطا کیا۔

شوکت صدیقی کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ ''تیسرا آدمی'' 1952 میں شائع ہوکر جب منظر عام پر آیا تو ناقدین و قارئین نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد ان کا دوسرا افسانوی مجموعہ ''اندھیرا اور اندھیرا'' شائع ہوا۔ ان کا تیسرا افسانوی مجموعہ ''راتوں کا شہر'' 1956 میں شائع ہوا اور اس کے بعد ''کیمیاگر'' 1984 میں شائع ہوا۔ منتخب افسانوں کا مجموعہ ''عشق کے دو چار دن'' منظر عام پر آیا۔ ان کا ناولٹ ''کمیں گاہ'' 1956 میں منظر عام پر آیا۔ ان کے خیالات و نظریات کو بخوبی سمجھنے کے لیے ان کے مضامین کا مجموعہ ''طبقاتی جدوجہد اور بنیاد پرستی'' اہمیت کا حامل ہے۔ ''خدا کی بستی'' جو ان کا شاہکار ہے اور جس کے لیے انھیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، 1958 میں منظر عام پر آیا جس کی خوب پذیرائی ہوئی۔ 1961 میں جب پاکستان میں افسانوی ادب پر ''آدم جی انعام'' دینے کا سلسلہ شروع ہوا تو اولین انعام شوکت صدیقی کے ناول ''خدا کی بستی'' کو ملا۔ ''خدا کی بستی'' کے اب تک تقریباً پچاس ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں اور متعدد بار ڈرامے کی شکل میں اسٹیج بھی کیا جاچکا ہے۔

شوکت صدیقی واقعات، مقامات اور کرداروں کو تفصیل سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے ناول روسی ناولوں کی طرح ضخیم ہوتے ہیں، کیوں کہ اپنے پیغام کو عوام تک پہنچانے کے لیے توضیحی انداز اپنانا پڑتا ہے۔ پاکستانی معاشرے کی طبقاتی کشمکش کو جس طرح سے انھوں نے سمجھا اور پیش کیا ہے، یہ انھی کا خاصہ ہے۔ ان کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد قارئین کو نہ صرف عرفان و آگہی نصیب ہوتی ہے بلکہ بہتر معاشرے کی تعمیر و تشکیل کے لیے تحرک بھی ملتا ہے۔

ان کی تخلیقی صلاحیت کا اندازہ آپ ان کے اس بیان سے لگا سکتے ہیں۔ ''چوبیس سال قبل کا ذکر ہے۔ دن اور تاریخ تو صحیح طور پر یاد نہیں۔ البتہ اتنا یاد ہے، جون 1957 کی ایک گرم اور بوجھل سہ پہر تھی جب میں نے اس ناول کا آغاز کیا تھا اور پہلی ہی نشست میں پندرہ سے زائد صفحات لکھ کر اٹھا تھا۔ وہ دن بھی کیا دن تھے۔ بدن میں جان تھی۔ ذہن زرخیز تھا۔ خیالات لاوے کی مانند ابلتے تھے۔ الفاظ کے پیکر میں ڈھلتے تھے۔ خیالات لاوے کی مانند ابلتے تھے۔ الفاظ کے پیکر میں ڈھلتے تھے۔ قلم گویا فراٹے بھرتا تھا۔ دن میں لکھتا تھا، اور رات میں بھی۔ ایک انگریزی اخبار میں کام بھی کرتا تھا۔ پابندی سے دفتر جاتا تھا۔ خوش اسلوبی سے پیشہ ورانہ فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ اکتوبر کا مہینہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ ناول اختتام کو پہنچا۔ یہ لگ بھگ چار ماہ کی شب و روز محنت کا ثمر تھا...... حالات ایسے پیدا ہوئے کہ ناول مکمل ہوتے ہی ناشر کی تحویل میں چلا گیا۔ کتابت شدہ مسودے کی پروف ریڈنگ نہ خود کرسکا اور نہ ہی اپنی نگرانی میں کراسکا۔ 1958 میں ناول چھپ کر آیا۔'' بر سبیل تذکرہ، خدا کی بستی، ایڈیشن 1984۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس۔ علی گڑھ۔

انھوں نے ایک ناول ''کوکا بیلی'' کے عنوان سے لکھا تھا جس کے پلاٹ کو وسعت دے کر انھوں نے ''چار دیواری'' کے عنوان سے 1990 میں شائع کیا۔ اس ناول میں انھوں نے لکھنؤ کے زوال پذیر جاگیردار طبقے کی توہم پرستی کا نقشہ کھینچا ہے۔ توہم پرستی کی بنا پر ہی طلعت قیصر مرزا کو جنوں کا شہزادہ سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے سپرد کردیتی ہے۔ ناجائز بچہ پیدا ہوتا ہے جسے مغلانی کی بھانجی نادرہ کا بچہ ظاہر کرایا جاتا ہے۔ طلعت کی عزیزہ رانی صاحبہ حیدر گڑھ جو

ادھیڑ عمر کو پہنچ چکی ہیں، مگر کنواری ہیں، جنوں کا راز معلوم کرنا چاہتی ہیں۔ ان کی ملاقات قیصر مرزا سے ہوتی ہے۔ قیصر مرزا انھیں طلعت سمجھ کر چوم لیتا ہے۔ وہ اس پر فریفتہ ہوکر کسی بہانے سے اسے حیدرگڑھ بلاتی ہیں۔ وہاں اس کی آتش شوق بھڑکا کر اس سے آدھی رات کے قریب خواب گاہ میں ملنا چاہتی ہیں۔ جذبات برانگیختہ کرنے کے لیے وہ اپنی کنیز صندلی کو استعمال کرتی ہیں۔ صندلی دراصل ان کی ناجائز لڑکی ہے۔ مگر اسے اپنے ملازم کی لڑکی ظاہر کر رکھا ہے۔ صندلی خود بھی قیصر مرزا پر عاشق ہوجاتی ہے۔ قیصر مرزا بھی اس کی طرف مائل ہوتا ہے لہٰذا وہ رانی صاحبہ سے درخواست کرتی ہے کہ وہ قیصر مرزا کو خواب گاہ ..ئیں۔ نتیجتاً خجالت کے باعث رانی صاحبہ خودکشی کرلیتی ہیں۔ قیصر مرزا کا دوست آغا جانی، جو ہر وقت دفینے تلاش کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ ایک پُر اسرار کشتی کا گومتی ندی میں نمودار ہونا اور لوگوں کی درخواستیں قبول کرنا۔ ناول کو جاسوسی رنگ دینے کے لیے کافی ہیں۔

''چار دیواری'' دراصل شوکت صدیقی کے بچپن کے لکھنؤ کے تئیں ناسٹلجیا کی عکاسی کرتا ہے۔ کچھ برس قبل دوحہ (قطر) میں ایک ادبی پروگرام کا انعقاد ہوا تھا۔ جس میں شوکت صدقی کو ان کے ادبی کارناموں کے لیے انعام سے نوازا گیا تھا۔ اس پروگرام میں ان سے پوچھا گیا تھا کہ لکھنؤ چھوڑنے کے بعد کیا آپ نے کبھی لکھنؤ کا دوبارہ دورہ کیا تو ان کا جواب نفی میں تھا اور کہا تھا کہ اگر میں دوبارہ لکھنؤ گیا ہوتا تو ''چار دیواری'' نہ لکھ پاتا۔ دراصل میں اپنے بچپن کے لکھنؤ کو خیر باد نہیں کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ لکھنؤ کافی بدل چکا ہے۔ لکھنؤ وہ لکھنؤ نہیں رہا جس کی یادیں میرے وجود کا انوٹ حصہ ہیں۔

''جانگلوس'' ناول تین جلدوں میں دو ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، 1988 میں شائع ہوا اور ''شب رنگ'' میں قسط وار بھی شائع ہوتا رہا تھا۔ ''جانگلوس'' ناول لکھے جانے کے پس پشت کارفرما محرک دراصل ان کا ایک مضمون ہے، جو انھوں نے 1974 میں ''چھوٹے چور بڑے چور'' کے عنوان سے لکھا تھا۔ اس ناول میں شوکت صدیقی لال دین اور رحیم داد نامی دو سادہ لوح کرداروں کو جیل کی سلاخوں سے باہر نکال کر جرائم کے ان اڈوں کا فنکارہ طریقے سے دورہ کراتے ہیں، جو پاکستانی معاشرے کے لیے ناسور ہیں۔ یہ دو کردار قارئین کے لیے دراصل دوربین اور چشم دید گواہ کے مانند ہیں، جن کے توسط سے شوکت صدیقی نے اپنے قارئین کو پاکستانی ملک و معاشرے کے ان کرداروں اور پہلوؤں سے آگاہ کرانے کی سعی کی ہے، جو پاکستانی معاشرے کو دیمک کی طرح کھائے جارہے ہیں۔ آخر میں قارئین کو شوکت صدیقی کے منشا کے مطابق اس بات کا بخوبی احساس ہوتا ہے کہ لال دین اور رحیم داد جیسے نام نہاد مخرب کردار ملک اور معاشرے کے پیدا کردہ ہیں۔ ''خدا کی بستی'' اور ''کمین گاہ'' میں انھوں نے سماجی اور معاشی نابرابری کے باعث ہو رہے جنسی استحصال کو بھی پیش کیا ہے۔ اگرچہ اس عہد کے بیشتر پاکستانی ناول نگاروں نے تقسیم سے قبل کے معاشرے اور اس کے مسائل کو ہی اپنے ناولوں میں پیش کیا ہے تاہم بعض ناول نگار ایسے بھی ہیں جنھوں نے پاکستانی معاشرے کے عصری مسائل کو اپنے ناولوں میں کلیدی اہمیت دی ہے۔ اس ضمن میں شوکت صدیقی کے ناول ''خدا کی بستی''، تین جلدوں پر مبنی ''جانگلوس'' اور ''تخریب کار'' قابل ذکر ہیں۔ شوکت صدیقی کے ناولوں میں نوتشکیل پاکستان کے شہری اور دیہی ماحول و معاشرے کی زندگی اور اس کی تلخ سچائیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ انھوں نے سماجی حقیقت نگاری کی اس اعلیٰ روایت کو نئی وسعت دی ہے جس کی تعمیر پریم چند نے کی تھی۔ ان کا عصری اور طبقاتی شعور اور انسان دوستی کا تصور ناول میں پریم چند سے آگے کی راہ دکھاتا ہے۔

اس میں دو رائے نہیں کہ اس عہد میں لکھے گئے پاکستانی ناولوں میں شوکت صدیقی کے ناول ایسے ہیں جن میں پاکستان کا نوتشکیل شہری اور دیہی معاشرہ اپنی تمام گوناگوں پیچیدگیوں کے ساتھ موجود ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستانی معاشرے نے اپنے مستقبل کے لیے جو راستہ اختیار کیا اور اس کے نتیجے میں وہاں معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی سطحوں پر جو بحران پیدا ہوا اور جس طرح کی قدروں نے جنم لیا اس کا تفصیلی احاطہ انھوں نے اپنے مختلف ناولوں میں کیا ہے۔ ان کے ناولوں کے غیر محفوظ کردار جیسے بچے، عورتیں اور محنت کش عوام معاشرے کے جرائم پیشہ افراد کی سازشوں اور ہوس کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس طرح یہ معصوم اور غیر محفوظ کردار معاشرے کی بے توجہی، خودغرضی، عیاری ہوس اور جرائم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ دراصل استحصالی کردار معاشرے کے جسم میں ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شوکت صدیقی مارکسی نظریے سے متاثر ہیں۔ ان کے ناولوں کا جغرافیائی پلاٹ پاکستان کا دیہی اور شہری معاشرہ ہے اور اس معاشرے سے انھیں کماحقہ واقفیت حاصل ہے۔ زبان و بیان، لہجہ اور تکنیک کی سطحوں پر شوکت صدیقی کے ہاں بڑی رنگارنگی ملتی ہے۔ سماجی حقیقت نگاری کو مدنظر رکھتے ہوئے پنجابی الفاظ اور سرائکی زبان کے الفاظ کا بھی استعمال کیا ہے۔ ان کا انداز بیانیہ ہوتا ہے تاکہ قارئین تک مافی الضمیر کی مکمل ترسیل ہوسکے۔ تکنیک کی سطح پر فلیش بیک کی تکنیک کا استعمال بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ شوکت صدیقی ان معدودے

چند ناول نگاروں میں سے ہیں جنھوں نے دیہی اور شہری دونوں طرز ہائے زندگی کو اپنے مختلف ناولوں میں بخوبی پیش کیا ہے۔ شوکت صدیقی عوامی زبان اور دیہی زندگی کی عکاسی کے تعلق سے پریم چند اسکول سے تعلق رکھتے ہیں۔ شوکت صدیقی اگرچہ ادب برائے زندگی میں یقین رکھتے ہیں وہ اپنے ناولوں میں جاذبیت کو برقرار رکھنے کے لیے متعدد فنی حربے اپناتے ہیں۔ انھی میں سے ایک امید وبیم کش مکش اور تذبذب کی حالت و کیفیت اور ماحول سازی ہے جس سے قاری نہ صرف بندھ جاتا ہے بلکہ حرکتِ قلب میں ارتعاش محسوس کرنے لگتا ہے۔ ان کے ناولوں کے موضوعات و مسائل عوامی ہوتے ہیں اور وہ انھیں ایک نظریاتی پس منظر میں پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں دیگر حاشیائی تکنیک اور طرز بیان کا بھی سہارا لیا ہے۔ انھوں نے ڈرامائی انداز، طنزیہ و مزاحیہ انداز، امید وبیم کا انداز، اتفاق کا انداز اور فلیش فارورڈ کی تکنیک کا استعمال بڑی فنکاری سے کیا ہے۔ شوکت صدیقی نے مثبت یا منفی واقعے کو بطور اتفاق کیا ہے اور اپنے ناولوں میں متعدد مقامات پر اتفاق کو فن کے طور پر استعمال کیا ہے۔

شوکت صدیقی کے ناولوں کے موضوعات میں ترحم کا شائبہ پایا جاتا ہے، جب کہ ان کے افسانوی مجموعوں کے موضوعات میں تجسس کا۔

شوکت صدیقی نے اپنے ناولوں میں بعض مقامات پر بہترین اور دلکش جزئیات نگاری کا مظاہرہ کیا ہے مزید برآں تشبیہاتی و استعاراتی انداز اور لفظیات کے انتخاب نے ان کے بیانیہ میں تاثیر پیدا کردی ہے۔

ع ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

□□□

رابطہ:
Deptt. of Translation
MANUU, Gachi Bawli,
Hyderabad (A.P.)

دیوان آبرو

مرتب: ڈاکٹر محمد حسن

شاہ مبارک آبرو کا کلام شمالی ہند کی اردو شاعری کی اولین یادگاروں میں سے ہے اور اپنے دور کی عکاسی کے اعتبار سے صحیح معنوں میں کوی مرقع دلی ہے اور جمالیاتی کیف سے بھی خالی نہیں ہے۔ یہ دیوان ڈاکٹر محمد حسن نے کلیات آبرو کے جو دستیاب مخطوطوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے اور اس پر مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے۔ آخر میں فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ جو طلبہ اور اساتذہ دونوں کے لیے یکساں اہمیت کی حامل ہے۔

صفحات: 377، قیمت: -/25 روپے

دستنبو

مصنف: مرزا غالب، مترجم: خواجہ احمد فاروقی

یہ مرزا غالب کی مشہور فارسی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے جو خواجہ احمد فاروقی نے کیا ہے۔ کتاب ان واقعات کے دیدہ و شنیدہ احوال کے بیان پر مبنی ہے جو 1857 کی فوجی بغاوت کے دنوں میں دارالسلطنت دہلی میں رونما ہوئے۔

صفحات: 88، قیمت: -/12 روپے

افغانستان میں جدید دری (فارسی) شاعری

مصنف: ڈاکٹر غلام محمد لعل زاد

یہ کتاب ڈاکٹر غلام محمد لعل زاد کے فارسی تحقیقی مقالے پر مبنی ہے جسے ڈاکٹر شعیب اعظمی نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اس کے مطالعے سے افغانستان کی جدید فارسی شاعری اور موجودہ دور کے اہم شاعروں سے واقفیت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں فارسی زبان و ادب کے طلبہ اور فارسی زبان و ادب سے دلچسپی رکھنے والے شائقین کے لیے یہ کتاب ایک اہم تحفے سے کم نہیں۔

صفحات: 317، قیمت: -/80 روپے

پرواز

مصنف: ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام
ترجمہ اور تلخیص: گلزار (نقل حرفی۔ فرحانہ محمود)

صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام کی خودنوشت سوانح عمری ''پرواز'' نہ صرف ڈاکٹر کلام کی نجی زندگی کی روداد ہے بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آزاد ہندوستان کی تدریجی پیش رفت کی کہانی بھی بیان کرتی ہے۔ ان ولولہ انگیز واقعات و حقائق پر مشہور مصنف اور فلم ڈائرکٹر جناب گلزار نے یہ دلچسپ سی ڈی (آڈیو ورژن) تیار کی ہے۔

قیمت (کتاب مع سی ڈی): -/175 روپے

نوٹ: طلبہ کو 45 فیصد اور اساتذہ کے لیے 40 فیصد کی خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جاتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066

مناظر عاشق ہرگانوی

نظیر صدیقی سے گفتگو

نظیر صدیقی ناقد، انشائیہ نگار، شاعر اور معلم کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے ادبی، لسانی، سماجی، تاریخی اور تعلیمی متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور انگریزی میں کالم نگاری بھی کی۔

نظیر صدیقی کی شخصیت، فن اور نظریات سے واقفیت کے لیے میں نے چند سوالات ان کے روبرو رکھے تھے جن کا جواب 6 ستمبر 1995 کو انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں دیا تھا۔ ذیل میں یہ گفتگو پیش کی جا رہی ہے۔

سوال: آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

جواب: میں 7 نومبر 1930 کو ضلع چھپرا (بہار) کی ایک بستی سرائے ساہو میں پیدا ہوا۔

سوال: تعلیم کی تفصیل بتائیں؟

جواب: ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی جہاں مولوی صاحب نے قرآن اور اردو پڑھنا سکھایا۔ والد صاحب (شیخ ظہیر الحق مرحوم) کے سگے ماموں، جو ہم لوگوں کے ساتھ رہتے تھے، کسی قدر فارسی سے آشنا تھے۔ انھوں نے آمد نامہ، رٹوایا اور تختی پر بعض فارسی اشعار مشق کے لیے لکھے۔ وہ بڑے خوش خط تھے۔ پھر چوتھی جماعت سے میٹرک تک کی تعلیم، آٹھویں اور نویں جماعت چھوڑ کر، بہار کے مشہور کول فیلڈ جھریا کے ایک پرائیویٹ ہائی اسکول میں ہوئی، وہاں میرے والد بر ماشیل کمپنی میں ڈپو سپرنٹنڈنٹ تھے۔ آٹھویں اور نویں جماعت کی تعلیم گاؤں کے قریبی اسکول میں اس لیے ہوئی کہ اس زمانے (42-1941) میں کلکتے پر جاپانیوں نے کچھ بمباری کی تھی اور ہندوستان دوسری جنگ عظیم کی زد میں آ گیا تھا۔ انٹرمیڈیٹ کی تعلیم اسلامیہ کالج گورکھپور میں ہوئی۔ بی۔اے۔ اور ایم۔اے۔ (اردو) کی تعلیم ڈھاکہ یونیورسٹی میں ہوئی۔ 1974 میں میں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پرائیویٹ طور پر انگریزی میں بھی ایم۔اے۔ کر لیا۔ میرے والدین 1947 کے آخر میں ڈھاکہ ہجرت کر گئے تھے۔ ہماری بستی 1946 میں بہت بڑے فرقہ وارانہ فساد سے بال بال بچ گئی تھی۔ میں جون 1948 میں ڈھاکہ پہنچا۔

سوال: آپ نے کون کون سی ملازمتیں کیں؟

جواب: ایم۔اے۔ کرنے سے پہلے ڈھاکہ کے ایک ہائی اسکول میں معلم رہا اور کچھ عرصے تک مشرقی پاکستان کے سکریٹریٹ میں کیشیر بھی رہا۔ ایم۔اے۔ کرنے کے بعد کالجوں میں لکچرر کی خدمات انجام دی رہا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ صحافت میں جزوقتی لکچرر کی حیثیت سے بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ 4 ستمبر 1971 سے میں پیپلز اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں، جن کا نام بعد میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کر دیا گیا، پہلے دو سال ڈپوٹیشن پر کام کرتا رہا۔ بعد میں وہیں ہو گیا۔ اسی یونیورسٹی میں میں اسسٹنٹ پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر اور پروفیسر کے عہدے تک پہنچا۔ کئی سال صدر شعبۂ اردو بھی رہا۔ اکتوبر 1990 میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے جب ریٹائر ہوا تو اس وقت میری حیثیت پروفیسر و صدر شعبہ کی تھی۔ اکتوبر 90 سے جون 91 تک پیکنگ یونیورسٹی، بیجنگ کے شعبۂ السنہ میں اردو سیکشن میں مہمان پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا۔ 1992 سے تین سال تک ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی میں ایڈیٹر شعبۂ مطبوعات اور اردو کالج کراچی میں جزوقتی طور پر اردو پروفیسر بھی رہا۔ آج کل میرے پاس کوئی ملازمت نہیں ہے۔ البتہ گزشتہ تین سال سے انگریزی اخبار ''مسلم'' (اسلام آباد) اور ''نیوز انٹرنیشنل'' (کراچی اور راولپنڈی) میں ہفتہ وار کالم اور مضمون لکھتا رہا ہوں۔ اس دوران پاکستان کے تمام بڑے انگریزی اخبارات سے (''ڈان'' کراچی سمیت) کسی نہ کسی حد تک وابستگی رہی ہے۔

سوال: آپ کے ادبی سفر کا آغاز کب ہوا؟

جواب: شعر و ادب سے میری دلچسپی مکتب کی زندگی میں شروع ہو چکی تھی جب کہ میرا خاندانی ماحول اور گاؤں کا سماجی ماحول بالکل غیر علمی اور غیر ادبی تھا۔ اسکول کی زندگی میں تنقید نگاری سے دلچسپی ہوگئی۔ لڑکپن کے دوست غیاث احمد گدی نے جو جھریا میں رہتے تھے، میرے اس ذوق کی بڑی حوصلہ افزائی کی۔ پہلا مضمون جسے ادبی یا تنقیدی کوشش کہہ سکتے ہیں 1947 کے رسالہ ''عالمگیر'' (لاہور) کے ایک خاص نمبر میں چھپا جسے کبھی دیکھنے کا موقع نہ ملا۔ اس کا موضوع ''کرشن چندر کی افسانہ نگاری'' تھا جس سے غیاث اور میں دونوں سرشار تھے۔ میں نے یہ مضمون فرسٹ ایر انٹرمیڈیٹ کی طالب علمی کے زمانے میں لکھا تھا۔ تنقید نگاری کی باقاعدہ کوشش ایم.اے. کی طالب علمی کے زمانے سے شروع ہوئی۔ بنیادی آرزو شاعر بننے کی تھی لیکن چونکہ تنقیدی مضامین زیادہ لکھنے پڑے اس لیے میری پہلی شناخت ایک نقاد کی ہے۔ پھر میں انشائیہ نگار ہوں اور اس کے بعد شاعر بھی۔ میں نے تنقید، انشائیہ اور شاعری کے علاوہ شخصی خاکوں کا ایک مجموعہ ''جان پہچان''، ''دوسفرنامے'' کے نام سے ایک سفرنامہ اور ایک خودنوشت بھی شائع کی ہے۔ اس وقت تک انگریزی میں بھی میری چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ میری پہلی انگریزی کتاب Iqbal and Radhakrishnan نئی دہلی کے Sterling Publishers نے شائع کی ہے۔ پانچویں چھپ رہی ہے اور چھٹی زیر ترتیب ہے۔ گزشتہ تین سال سے میں نے اردو میں بہت کم لکھا ہے۔ زیادہ تر انگریزی اخباروں میں کالم، مضمون، تبصرے لکھتا رہا ہوں۔

سوال: ہر دور میں کسی اہم لکھنے والے کو اپنے لیے کوئی نیا اسلوب درکار ہوتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے ذاتی اسلوب کے بغیر اہمیت حاصل نہیں کر سکتا۔ قدیم سے قدیم دور کے ذہین ادبا اور شعرا اس نکتے کو سمجھتے آئے ہیں۔ اس لیے ہر اہم لکھنے والا شعوری یا نیم شعوری طور پر کسی نئے اسلوب کی تلاش میں رہتا ہے۔ رفتہ رفتہ مختلف عناصر یا رنگوں کی آمیزش سے ایک نئے اسلوب کی تشکیل ہو جاتی ہے۔ ادب میں روایت اور انفرادی صلاحیت تعمل کی یہی راہ اختیار کرتی ہے۔ ایسا اسلوب جو کہیں سے ماخوذ نہ ہو، بہت کم ادیبوں اور شاعروں کو نصیب ہوتا ہے۔ یعنی مکمل طور پر اور یجنل یا طبع زاد اسالیب کے مالک بہت کم ہوتے ہیں۔

سوال: علامتی اور تجریدی رجحان سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

جواب: اگر یہ دونوں اصطلاحیں ہم معنی ہیں تو آج کل علامتی رجحان سے مراد کسی بھی چیز کو کیفیت کی علامت بنا لینے کے ہیں۔ قدیم علامتوں کے مفاہیم مقرر تھے۔ جدید علامتوں کے مفاہیم مقرر نہیں ہیں۔ مثلاً قدیم شاعری میں رات تاریکی کی علامت تھی ضروری نہیں کہ جدید شاعری یعنی جدید علامتی شاعری میں بھی ایسا ہی ہو۔

سوال: فن اور مواد میں آپ کس کو کس پر ترجیح دیتے ہیں؟

جواب: میں ان دونوں کے امتزاج کا قائل رہا ہوں۔ ضروری نہیں کہ امتزاج ففٹی ففٹی پرسنٹ کے حساب سے ہو مگر ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی ادبی یا شعری کام میں صرف مواد ہے اور فن نہیں ہے تو وہ سرے سے ادب ہی نہیں ہے۔ اور اگر فن ہے لیکن مواد معمولی ہے تو وہ ادب اچھا ہونے کے باوجود بھی بڑا ادب نہیں ہو سکتا۔

سوال: اساطیر کا استعمال اور ترسیل کا مسئلہ؟

جواب: اساطیر دراصل ترسیل ہی کا ایک ذریعہ یا میڈیم ہیں۔ جن لوگوں کو نئے فنی طریقے ایجاد کرنے سے دلچسپی ہے وہ اساطیر کو بھی مختلف طریقوں اور مختلف معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ اساطیر جدید صورت حال کو قدیم فنی وسائل کے ذریعے پیش کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

سوال: آپ کے ہاں تخلیقی عمل کے سلسلے میں آمد کا لمحہ کیونکر ظہور میں آتا ہے؟

جواب: تخلیقی عمل کے معاملے میں آمد کے لمحے کی آمد کا راز مجھ پر ابھی تک واضح نہ ہو سکا۔ بس یہ ہوتا رہا ہے کہ شعرگوئی کے لیے ایک خاص موڈ کا محتاج رہتا ہوں۔ جب وہ موڈ پیدا ہو جاتا ہے، کس طرح پیدا ہوتا ہے یہ آج تک معلوم نہ ہو سکا، تو کوئی شعر یہاں تک کہ بعض اوقات پوری غزل ہو جاتی ہے اگر وہ موڈ پیدا نہیں ہوتا تو ایک مصرع بھی نہیں ہوتا۔ یہی صورت میری انشائیہ نگاری کی بھی ہے۔ میں شاعری اور انشائیہ نگاری میں تخلیقی موڈ کا محتاج رہا ہوں۔ اس موڈ کے بغیر نثر میں اچھے جملے تک نہیں بنتے۔ تاہم میں تنقید نگاری میں صرف موڈ کا محتاج نہیں ہوتا۔ تنقیدی مضامین لکھنے میں ارادے کا دخل بھی کافی ہوتا ہے۔ بہرحال ادب نگاری ایک ایسا عمل ہے جس میں لکھنے والا تخلیقی موڈ کا کسی نہ کسی حد تک محتاج ہوتا ہے۔

سوال: آپ نے تحقیق اور تنقید کے ساتھ شاعری کو بھی اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ لیکن بہ حیثیت شاعر آپ کامیاب نہیں ہیں۔ کیوں؟

جواب: یہ آپ کا ذاتی فیصلہ ہے کہ میں بہ حیثیت شاعر کامیاب نہیں ہوں۔ میں دوسری اصناف ادب میں بھی کامیاب ہوں یا نہیں اور اگر کامیاب ہوں تو کس صنف میں کس حد تک، اس کا Evaluation ابھی باقی ہے۔ اردو ادب میں ابھی تک تنقیدی Evaluation اور Assessment کی روایت کی بنیاد نہیں پڑی۔ کسی ادیب یا شاعر کی کارکردگی پر جب تک متعلقہ اصناف ادب کے ماہرین پانچ چھ سال تنقیدی بحث نہ کریں کسی کے کام کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بعض یونیورسٹیوں تک میں یہ آئینی پابندی ہے کہ جب تک کوئی ادیب یا شاعر مر نہ جائے اس کو پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع نہیں بنایا جاسکتا۔ بہر حال کسی ادیب یا شاعر کا اصل Evaluation پی ایچ ڈی کے مقالوں میں نہیں ہوتا۔ وہ معاصر رسالوں میں معتبر اہل نقد اور اہل نظر کی بحثوں میں ہوتا ہے۔ سو اس کا ہمارے ہاں کوئی رواج نہیں۔ ہم سب لکھنے والے ذاتی سطح پر وجدانی انداز میں کسی کے کام کو پورے طور پر پڑھے اور دیکھے بغیر کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اس کام میں عملی دشواریاں بھی بہت ہیں۔ کسی کی تمام تصانیف کی دستیابی ہی اتنا مشکل مسئلہ ہے جو حل نہیں ہو پاتا۔ ایسی صورت میں آپ کیا کریں اور ہم کیا کریں۔ مجھے اپنی شاعری کے بارے میں کوئی بڑا دعویٰ نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ فراق کے سوا باقی نقاد شاعروں میں غالباً میری اور سلیم احمد کی شاعری زیادہ توجہ کی مستحق ہے۔

سوال: آزاد غزل اور ہائیکو کے بارے میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔

جواب: میرا خیال ہے کہ آزاد غزل ایک بے ضرورت صنف سخن ہے۔ آزاد غزل شاید ان شاعروں کی ضرورت ہے جو غزل کے ایک پورے شعر یا مختصر سے مختصر نظم کہنے کی تخلیقی کاوش برداشت نہیں کر سکتے۔ غزل کے ایک شعر کا فنی تقاضا یہ ہے کہ جو بات کہی جائے دو مصرعوں میں کہی جائے اور ان میں کوئی لفظ غیر ضروری نہ ہو۔ مختصر سے مختصر نظم کا بھی فنی تقاضا یہی ہے کہ اس کے موضوع سے متعلق بات کو چند مصرعوں میں مکمل کیا جائے۔ فارسی اور اردو شاعری میں مختصر ترین نظم یا تو رباعی ہے یا دو شعروں کا قطعہ۔ اب اگر کوئی شاعر اپنی بات کہنے کے لیے ایک ڈیڑھ مصرعے کی بھی ہو سکتی ہے اور غزل کا شعر آدھے مصرعے کا بھی ممکن ہے۔

جہاں تک ہائیکو کا تعلق ہے جاپانی شاعری کی اس صنف میں ابھی تک اتنی اچھی شاعری اردو میں نہیں آئی جتنی چار مصرعوں کے قطعے یا چار مصرعوں کی رباعی میں ہمارے ہاں پہلے سے موجود ہے۔ ویسے میں ہائیکو کا مخالف نہیں ہوں۔ ممکن ہے کہ اس کے بہترین امکانات کو بروئے کار لانے والے شعرا مستقبل میں پیدا ہوں۔

سوال: ساختیات دوسرے ادبی نظریوں سے کس اعتبار سے الگ ہے؟

جواب: کئی اعتبار سے الگ ہے۔ خصوصاً اس اعتبار سے کہ اس کا مفہوم پڑھے لکھے لوگوں کی گرفت میں بھی نہیں آ رہا ہے۔ پروفیسر حضرات تک ایک دوسرے سے پوچھتے پھرتے ہیں کہ ساختیات کیا ہے؟ اسے کیسے سمجھا جائے؟

سوال: اردو انشائیے کے بارے میں مختصراً بتائیں؟

جواب: انشائیہ فارم (Form) کے اعتبار سے مضمون ہوتا ہے۔ مگر یہ مضمون غیر رسمی، غیر علمی اور ذاتی ہوتا ہے۔ اس میں مصنف کے لیے اپنی Idiosyncracies اور Eccentriaties تک کو پیش کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ مضمون کی دوسری تمام قسمیں کسی اسلوب کے بغیر، یعنی سلیس نثر میں لکھی جائیں تو کوئی حرج نہیں لیکن انشائیے کے لیے اسلوب ضروری ہے۔ انشائیہ صرف صاحب اسلوب اہل قلم کو لکھنا چاہیے اور جن لوگوں کے اندر مزاح یا طنز کی حس نہ ہو انھیں انشائیہ نگاری کے قریب بھی نہیں آنا چاہیے۔

سوال: درس و تدریس میں آپ نے کتنا وقت گزارا ہے؟

جواب: میں 1952 سے لے کر 1995 تک یعنی 43 سال تک درس و تدریس سے وابستہ رہا ہوں۔ میری اس وابستگی میں اسکول، کالج اور یونیورسٹی تینوں قسم کے تعلیمی ادارے شامل ہیں۔

سوال: لڑکوں کی نئی نسل طالب علم کی حیثیت سے کیسی ہے؟

جواب: مایوس کن نہیں ہے۔ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے۔ اس کے نم نہ ہونے کی ذمہ داری معاشرے اور حکومت کی ہے۔ معاشرتی حالات اور سیاسی مسائل نے لڑکوں کی ہر نئی نسل کو تباہ کر رکھا ہے۔ انھیں سیاسی مفادات کا آلۂ کار بنا لیا گیا ہے۔ وہ ہر قسم کی معاشرتی تربیت سے محروم ہیں۔ ان کے سامنے کروڑوں کی آبادی میں کوئی Inspiring Ideal نہیں ہے۔ انھیں ماضی کے بہترین Ideals کو اپنانے کی تلقین کی جاتی ہے۔ ساتھ ہی ان Ideals پر عمل درآمد کے لیے ان پر حالات کا جبر بھی قائم کر دیا جاتا ہے۔ ان کے صحیح نشو ونما کے لیے مناسب فضا فراہم نہیں کی جاتی اور ان سے یہ توقع بھی کی جاتی ہے کہ وہ ثمر بار اشجار بھی بن جائیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ ان میں جو بہت سخت

جان ہوتے ہیں وہ کچھ کر لیتے ہیں۔ تعلیم پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں ناقص اور غیر معیاری ہے۔ معیاری تعلیم کے لیے لوگوں کو باہر کی یونیورسٹیوں میں جانا پڑتا ہے جس کی استطاعت ہر ایک کے پاس نہیں ہوتی۔

سوال: ادبی سطح پر آپ آج کے اور پہلے کے ادیبوں کے روابط کے بارے میں کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

جواب: بہت بڑا فرق محسوس ہوتا ہے۔ آج کے ادیبوں کے باہمی روابط پہلے سے کہیں زیادہ ہیں۔ روابط کے ذرائع اور وسائل میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ چونکہ دنیا کے تمام ممالک سمٹ کر ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں اس لیے وہ ادبی طور پر بھی قریب ہوتے جا رہے ہیں۔

سوال: عشق کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟

جواب: جنسی جبلت کی بنا پر عشق بالکل فطری جذبہ اور ہر قوم کی مہذب آبادی کے لیے زندگی کی سب سے بڑی Austaining Power ہے۔ اس کے باوجود ضروری نہیں کہ ایک عشق کے سہارے پوری زندگی گزر جائے۔ فراق نے عشق کے بارے میں نہایت تلخ بات کہی ہے۔

کسی کا یوں تو ہوا کون عمر بھر پھر بھی
یہ حسن و عشق تو دھوکا ہے سب مگر پھر بھی

اس شعر میں، پھر بھی، کا ٹکڑا نہایت اہم ہے۔ اگر عشق کو ایک دھوکا بھی مان لیا جائے تب بھی اس دھوکے کی ضرورت، افادیت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: کیا زندگی نے آپ کو دھوکا بھی دیا ہے؟

جواب: دنیا میں ایسے خوش نصیب کتنے ہیں جنھیں زندگی نے دھوکے نہ دیے ہوں۔ میرا ہی شعر ہے:

زندگی نے آدمی کے ساتھ جو چاہا کیا
آدمی مجبور ہے اور زندگی مختار ہے

سوال: کوئی ناقابل فراموش واقعہ جس سے آپ متاثر ہوئے ہوں؟

جواب: کتنے ہی واقعات ہیں جنھیں اس وقت بیان کرنا ممکن نہیں۔

سوال: کیا آپ گروہ بندی کے شکار رہے ہیں؟ ادبی گروہ بندیوں کے ذمے دار کون لوگ ہیں؟

جواب: میرے آزادانہ مزاج نے مجھے ادب یا ادیبوں کے کسی گروہ سے منسلک نہ ہونے دیا۔ اس کے جتنے نقصانات ہو سکتے تھے وہ سب میرے حصے میں آئے۔ ادبی گروہ ایک تو نظریاتی ادب سے پیدا ہوتا ہے اور دوسرے کچھ اہل قلم کی مزاجی ہم آہنگی سے۔

سوال: آپ کی کون کون سی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں؟

جواب: میری طبع زاد کتابیں، ادب کی مختلف اصناف میں، ایک درجن سے زائد ہیں۔ پھر کچھ میری مرتب کردہ اور مدون کتابیں ہیں۔ مجموعی تعداد بیس کے لگ بھگ ہے۔

تنقید: تاثرات و تعصبات، میرے خیال میں، تفہیم و تعبیر، اردو میں عالمی ادب کے تراجم، اردو ادب کے مغربی دریچے، جدید اردو غزل: ایک مطالعہ، ڈاکٹر عندلیب شادانی، اقبال اینڈ رادھا کرشنن (انگریزی)، ریفلیکشنز اون لائف اینڈ لٹریچر (انگریزی)۔

انشائیہ: شہرت کی خاطر

شخصی خاکے: جان پہچان

سفرنامہ: دو سفرنامے

خودنوشت: سویہ ہے اپنی زندگی

تدوین: نقش ہائے رنگ رنگ، شیرازۂ خیال، یگانہ چنگیزی

نئی کتابیں: تنقیدی مضامین، ویوز اینڈ ریویوز (انگریزی)، اقبال: ان ہزوریڈ آسپکٹس (انگریزی)، ٹو پروفیسر نظیر صدیقی (انگریزی)

زیر طبع: تبصرے

سوال: ان دنوں آپ کیا کر رہے ہیں؟

جواب: گزشتہ تین چار سال سے اپنی اور فیملی کی گزر بسر کے لیے صرف اخباری کالم لکھ رہا ہوں۔ ایک ایسے ملک کا باشندہ ہوں جہاں کسی تعلیمی، علمی اور ادبی ادارے کو بھی میرے ایسے تجربہ کار آدمی کی ضرورت نہیں۔ ہر ادارہ اپنی پسند کا آدمی رکھنا چاہتا ہے اور میں کسی کی پسند کے دائرے میں نہیں آ پاتا۔

□□□

رابطہ:

Kohsaar, Bhikanpur
Bhagalpur-812001
(Bihar)

احمد کفیل

(روداد)

آٹھواں کل ہند اردو کتاب میلہ - کولکاتا

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی اور مغربی بنگال اردو اکادمی کے اشتراک سے کولکاتا کے محمد علی پارک میں آٹھواں کل ہند اردو کتاب میلہ 17 تا 24 دسمبر 2006 کو منعقد کیا گیا۔ اس اردو کتاب میلے کا افتتاح 17 دسمبر کو مغربی بنگال اسمبلی کے اسپیکر ہاشم عبدالحلیم نے شمع روشن کر کے کیا۔ افتتاح کے بعد ہاشم عبدالحلیم نے اردو زبان و ادب اور کتابوں کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی۔ اس موقعے پر مغربی بنگال اردو اکادمی کے چیئرمین محمد امین نے کہا کہ موجودہ دور مقابلے کا دور ہے اور اردو میڈیم کے طلبہ کو بھی وقت کی ضرورتوں کے پیش نظر اپنے آپ کو آمادہ کرنا ہوگا۔ آندھرا پردیش اردو اکادمی کے چیئرمین محمد رحیم الدین انصاری نے آندھرا پردیش اردو اکادمی کی سرگرمیوں سے متعارف کرایا اور دیگر ریاستی اردو اکادمیوں کی فعالیت پر بھی زور دیا۔ قومی اردو کونسل کی ڈائرکٹر محترمہ رشمی چودھری نے بتایا کہ یہ کل ہند اردو کتاب میلہ نومبر 2000 میں دہلی کے تاریخی لال قلعہ میدان میں منعقد کیے گئے پہلے کل ہند اردو کتاب میلے کی ایک کڑی ہے جو ہر سال ملک کی مختلف ریاستوں کی راجدھانیوں میں منعقد کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل دہلی اور ممبئی میں دو دفعہ اور سری نگر، حیدرآباد اور لکھنؤ میں ایک مرتبہ یہ میلہ منعقد کیا گیا ہے۔ موصوفہ نے مزید کہا کہ مرکزی حکومت اقلیتوں کی فلاح و بہبود اور ان کی تعلیمی ترقی کے لیے اپنے کم از کم مشترکہ پروگراموں میں ان امور پر بطور خاص توجہ دینے کے ساتھ ساتھ آئین کی دفعات 345 اور 347 کے تحت اردو زبان کے فروغ و ارتقا اور اس کی اہمیت و افادیت پر زور دینے کے علاوہ اس زبان کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے عمل پیرا ہے۔ مزید برآں حکومت اقلیتی طبقوں میں جدید اور تکنیکی تعلیم کے فروغ پر خاص توجہ دے رہی ہے۔ مرکزی حکومت کی سرپرستی میں اردو کے کاز کو عام کرنے نیز اس کی ہمہ جہت ترقی کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں قومی اردو کونسل کی جانب سے کمپیوٹر اپلی کیشن اینڈ ملٹی لینگول ڈی ٹی پی کورس، اردو خطاطی اور دو سالہ ڈپلوما کورس ان فنکشنل عربک کے ذریعے بھی اردو والوں کو روزگار سے جوڑنے کی کوششیں جاری ہیں۔ ملک بھر میں کونسل کے ایک سالہ اردو ڈپلوما کورس کے 153 مراکز ہیں۔ اس کے علاوہ 200 سے زائد کمپیوٹر سینٹر ہیں بہ الفاظ دیگر صاحبان اردو کو 21 ویں صدی کی ٹیکنالوجی اور روزگار سے وابستہ کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ مغربی بنگال کے وزیر ڈاکٹر عبدالستار (برائے اقلیتی فلاح و بہبود اور مدرسہ بورڈ) نے بھی حکومت کی جانب سے اردو کے فروغ کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا ذکر کیا اور کتاب میلوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ مغربی بنگال اردو اکادمی کے سکریٹری افضال احمد کے کلمات تشکر پر افتتاحی جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

اس آٹھویں کل ہند اردو کتاب میلے میں تقریباً 60 اہم اردو ناشرین نے حصہ لیا۔ قومی اردو کونسل کے علاوہ مغربی بنگال اردو اکادمی، آندھرا پردیش، ہریانہ اردو اکادمی، ساہتیہ اکادمی، اردو اکادمی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، ایم. آر. پبلی کیشنز دہلی، ملک بک ڈپو، آدم پبلشرز، رہبر صنعت و تجارت کولکاتا، اتر پردیش، سری نگر اور مدھیہ پردیش کی اردو اکادمیاں، انجمن ترقی اردو ہند دہلی، خدا بخش اردو لائبریری، پٹنہ، کتابی دنیا دہلی، ادارہ کتاب الشفا، ادارہ الحسنات رام پور، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، مژگاں پبلی کیشنز، فرید بک ڈپو دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی وغیرہ نے حصہ لیا۔ اس کتاب میلے کے تمام بک اسٹال پر جملہ موضوعات اور اصناف ادب پر خصوصی رعایتوں کے ساتھ کتابیں دستیاب تھیں۔ شروع کے دو دنوں میں اگرچہ معاملہ مایوس کن رہا لیکن بعد میں عوام نے اپنی خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ اس کتاب میلے میں جو کتابیں زیادہ فروخت ہوئیں اور عوام و قارئین کی توجہ کا مرکز بنی رہیں ان میں فسانہ آزاد، قرۃ العین حیدر کی منتخب کہانیاں، ہندوستانی سماج، بازار حسن، ایڈس: ایک چیلنج، نیتا جی سبھاش چندر بوس، قرآن، حدیث، فقہ سیرت پر اسلامی کتب، منور رانا کی نئی شاعری کا انتخاب، سہ ماہی مژگاں کا خصوصی شمارہ (مظفر حنفی نمبر)، ماہنامہ بچوں کا ہلال، ماہنامہ بتول، ماہنامہ نور، ماہنامہ الحسنات، علم طب کی کتابیں اور دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ بچوں اور خواتین کے ذوق کی کتابوں کی بھی خاطر خواہ پذیرائی ہوئی۔ اس کتاب میلے میں نیشنل بک ٹرسٹ کے زیر اہتمام بنگلہ کے معروف مصنف سنیل گنگو پادھیائے کی کتاب '' آتم پرکاش'' اور نود کمار ٹھکلا کی لکھی '' نوکری کی قمیض '' کا اجرا بزرگ شاعر قیصر شمیم کے ہاتھوں ہوا۔ ان دونوں کتابوں کا اردو ترجمہ بالترتیب خورشید اکرم اور مسعود فاروقی نے کیا ہے۔ ان کتابوں کی فروخت بھی خاصی تعداد میں ہوئی۔ تحریک آزادی اور مولانا ابوالکلام

آزاد صدی تقریبات سے متعلق کتابوں کے علاوہ سید ابوا الاعلیٰ مودودی کی کتابیں اور مختلف زبانوں کے تراجم، لغات، فرہنگ، نادر و نایاب تذکرے، طنز و مزاح، جدید و کلاسیکی شاعری، افسانے، ڈرامے اور ناول کے علاوہ نصابی سطح کی کتابیں بھی کثیر تعداد میں فروخت ہوئیں۔

زبانیں تشخص و امتیاز عطا کرتی ہیں اور کتابیں معاشرے میں تہذیب و تمدن کی محافظ ہوتی ہیں۔ لہٰذا اسی اہمیت و افادیت کے پیش نظر قومی اردو کونسل کی جانب سے اس کل ہند اردو کتاب میلے میں ہر شام کتابوں کی نمائش اور فروخت کے علاوہ مختلف ادبی، تہذیبی اور ثقافتی پروگراموں جیسے، سیمینار، مشاعرے، شام غزل، ڈراما، بیت بازی، طلبہ و طالبات کے لیے کوئز انعامی مقابلے اور تخلیق کاروں سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ ہر پروگرام میں مختلف کالجوں، اسکولوں، مدرسوں اور اداروں کے طلبہ و طالبات نے ان مقابلوں میں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا۔ مقابلے کے پروگرام میں جو طلبہ و طالبات انعامات کے مستحق قرار دیے گئے انھیں انعامات سے نوازا گیا۔ ان ادبی و ثقافتی پروگراموں کو کامیاب بنانے میں شہر کے کالج اور اسکولوں کے اساتذہ خصوصاً ڈاکٹر عاصم شہنواز شبلی، جناب اشرف احمد جعفری، جناب سید سہیل، ڈاکٹر رجیل صدیقی (اسسٹنٹ ڈائرکٹر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، ریجنل سینٹر)، ڈاکٹر شہناز نبی (کلکتہ یونیورسٹی) اور مغربی بنگال اردو اکادمی کے سکریٹری جناب افضال احمد نے بڑے انہماک سے کام کیا۔

24 دسمبر کی شام کو یہ آٹھواں کل ہند اردو کتاب میلہ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اختتامی تقریب میں صدارتی خطبہ بیان کرتے ہوئے مغربی بنگال اردو اکادمی کے چیئرمین جناب محمد امین نے قومی اردو کونسل کی جانب سے اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے کیے گئے ان اقدامات کو قابل ستائش اور لائق تقلید قرار دیا۔ مہمان اعزازی کے طور پر جناب احمد سعید ملیح آبادی (مدیر ''آزاد ہند'') شریک تھے۔ اس موقع پر شعبۂ اردو کولکاتا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر شمیم انور اور ریاستی اردو اکادمی کے سکریٹری افضال احمد بھی موجود تھے۔ کتاب میلے میں ناشرین اور اسٹال رکھنے والوں کو بھی بہتر کارکردگی، تزئین کاری اور فروخت کی بنیاد پر قومی اردو کونسل کی جانب سے فرداً فرداً انعامات سے نوازا گیا۔ اس اختتامی تقریب میں ڈاکٹر کلیم اللہ (ریسرچ آفیسر، قومی اردو کونسل) نے شائقین کتب کے ذوق و شوق اور کتابوں کی خرید و فروخت سے متعلق اطمینان کا اظہار کیا اور جملہ شرکا کے ساتھ ساتھ اپنے رفقائے کار کے علاوہ جناب فیاض احمد خاں (کونسلر میئر کونسل) کا بھی شکریہ ادا کیا جن کی محنت اور لگن کے باعث یہ آٹھواں کل ہند اردو کتاب میلہ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

□□□

رابطہ:
301-E, Brahmaputra Hostel
JNU, New Delhi-110067

تحریکِ خلافت

مصنف: قاضی محمد عدیل عباسی

ہندستان میں چلائی جانے والی تحریک خلافت نے بالواسطہ طور پر ہماری تحریک آزادی کو بھی ایک نئی قوت عطا کی تھی۔ اس کتاب میں مصنف نے جو اس تحریک میں شریک تھے تحریک خلافت کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

دوسرا ایڈیشن، ڈیمائی، 219 صفحات، قیمت 65.00 روپے

تالستائے

مصنف: ڈاکٹر محمد یٰسین

تالستائے کی تصانیف ہمیں خواب و خیال کی دنیا سے حقیقت کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس کے یہاں حیات و کائنات کا عرفان بھی ہے اور عام انسانی جذبات و احساسات کی عکاسی بھی۔ اس کتاب میں تالستائے کے سوانحی گوشوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے فنی کارناموں پر بھی۔

دوسرا ایڈیشن، ڈیمائی، 152 صفحات، قیمت 46.00 روپے

نوٹ: طلبہ کے لیے 45 فیصد اور اساتذہ کے لیے 40 فیصد کی خصوصی رعایت تاجرانِ کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جاتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر. کے. پورم، نئی دہلی۔ 066 110

تحریر: بناری پرساد سکسینہ
ترجمہ: سید اعجاز حسین

ہماری مطبوعات سے

"تاریخ شاہجہاں" سے ماخوذ

شہزادہ خرم

شہزادہ خرم تاریخ میں عموماً شاہجہاں، شہنشاہ والا شان کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ 5 جنوری 1592 کو بوقت شب بروز جمعرات لاہور[1] میں پیدا ہوا۔ یہ اس کے دادا کے عہد حکومت کا چھتیسواں سال تھا۔ اس کی ماں راجپوت شہزادی مان متی یا جگت گسائیں تھیں جس کے ساتھ جہانگیر[2] نے 1556 میں شادی کی تھی۔ وہ موٹا راجہ اودے سنگھ کی لڑکی تھی۔

شہزادے نے زہرہ ومشتری کی یکجائی روشنی میں آنکھیں کھولیں[3]۔ جمہور نجوم نے عظیم خوش قسمتی وطوفانی کردار کی نشان دہی کی۔ درباری جوتشیوں نے اس کی جنم کنڈلی دیکھی اور متفقہ رائے سے شہزادے کی غیر معمولی خوش قسمتی کی پیشین گوئی کی۔

حسب دستور شاہی خاندان، پیدائش کے چھٹے دن سلیم نے اکبر کو مدعو کیا تا کہ نوزائیدہ کو نام عطا کرے۔ اکبر نے اس کا نام خرم رکھا اور واقعی شاہی خاندان میں اس بچے کی آمد سے بڑی خوشی منائی گئی۔ اسی دن بچہ رقیہ بیگم کے حوالے کیا گیا اور اس نے اسے گود لے لیا۔ یہ بچہ ہوش سنبھالنے کے تین سال بعد تک اسی ملکہ کے زیر سایہ پروان چڑھتا رہا۔

مغلوں میں دستور تھا کہ بچہ کی تعلیم ختنہ کے فوراً بعد شروع ہو اس لیے جب شہزادہ چار سال چار ماہ چار یوم کا ہوا تو مکتب کی رسم ادا کی گئی غالباً اس موقعہ پر مروجہ شان وشوکت سے جشن[6] منایا گیا۔ خرم کے پہلے استاد ملا قاسم بیگ تبریزی[7] مشہور مرزا جان تبریزی کے شاگرد تھے۔ علاوہ ممتاز عالم اور علوم عقلی کے ماہر ہونے کے وہ ایک صوفی بھی تھے۔ مجموعہ البلدان ایسی ضخیم جغرافیہ کی کتاب کے مترجم بھی تھے۔ ان کے بعد شہزادے کے اتالیق شہرۂ آفاق حکیم علی گیلانی[8] ہوئے جو مشہور طبیب اور قابل قدر خوبیوں کے مالک تھے۔ حکیم گیلانی حکمت میں اپنے ماموں حکیم الملک شیرازی اور ان کے بعد شاہ فتح اللہ گیلانی کے شاگرد تھے۔ دینیات میں انھوں نے شیخ عبدالنبی سے کسب فیض کیا تھا۔ ان کے علاوہ جن لوگوں کو شہزادے کی ذہنی نشوونما کی رہنمائی وتشکیل کی خدمت سپرد ہوئی تھی ان میں شیخ صوفی[10] کا ذکر ضروری ہے۔ یہ میاں وجیہ الدین گجراتی کے شاگرد، خوش مذاق شاعر اور شگفتہ مزاج و آزاد خیال آدمی تھے۔ دوسرے اتالیق شیخ ابوالخیر برادر شیخ ابوالفضل باخبر و متوازن مزاج آدمی تھے۔[11]

اکبر نے حسب ضرورت شہزادے خرم کی جسمانی تربیت کا بھی خیال رکھا۔ جب 1597 میں وہ آخری بار کشمیر جا رہا تھا تو اس نے اپنے پوتے کو لاہور میں زیر نگرانی میر مراد جوانیسی[14] چھوڑ دیا۔ شہزادے کو تیر اندازی سکھانا اور تعلیم قورکی روزانہ تعلیم دینا میر کا فرض منصبی ہوگیا۔

بعد ازاں جب خرم اپنے دادا کے ساتھ دکن گیا تو بندوق چلانا سکھانے کے لیے راجہ بلیوان[16] کو تعینات کیا گیا سواری وتیغ زنی کی مشق اس کی روزانہ ورزش کا ایک جزو ہوگئی۔ فن عروض وخطابت جیسے خشک موضوعات کے مقابلہ میں شہزادے کو ان فنون سے زیادہ دلچسپی ہوئی باپ کی طرح وہ بھی تیر کمان وبندوق کے استعمال کا ماہر ہوگیا۔

جہانگیر کے قیام لاہور میں 21 مارچ 1607 کو خرم کو پہلا فوجی منصب ہشت ہزاری ذات اور پنج ہزاری سوار مع طومان تغ وطبل وعلم کے عطا ہوئے۔[29] تقریباً ایک ہفتہ بعد وہ ارجمند بانو بیگم بنت اعتقاد خاں سے منسوب کیا گیا یہی اعتقاد خاں آگے چل کر آصف خاں کے لقب سے مشہور ہوا۔ جہانگیر نے اپنے دست مبارک سے ہونے والی بہو کو انگوٹھی پہنائی بہت کچھ خوشی ومسرت کا اظہار[30] ہوا۔ اسی سال کے ماہ نومبر میں کابل سے واپسی پر جہانگیر نے خرم کو اجین کی جاگیر اور حصار، فیروزہ کی سرکار عطا کی۔ اس کے علاوہ اجازت دی کہ وہ سرخ خیمہ نصب کر سکتا ہے یہ عنایت خاص سب سے بڑے شہزادے کو دی جاتی تھی۔ ان اعزاز کو اور معتبر بنانے کے لیے

ضخامت - 466 / قیمت - =/109

نوٹ:- قومی اُردو کونسِل کی جانب سے طلبہ اور اساتذہ کے لئے بالترتیب %45اور %40 کی خصوصی رعایت دی جاتی ہے۔ تاجرانِ کُتُب کو قومی اردو کونسِل کے ضوابط کے مطابق دستیاب ہے۔

ایک مہر ازک کے سپرد کی گئی۔ حکم دیا گیا کہ جملہ فرامین و پروانہ جات پر اس کی مہر ثبت ہونی چاہیے۔[31]

جہانگیری حکومت کی تاریخ زیادہ تر شہزادے خرم کی درخشاں فتوحات کا ایک دفتر ہے دنیائے شہرت وعروج میں اس کے شہابی عروج نے ہمعصروں کو حیرت زدہ کردیا۔ اس کی عوامی زندگی کی ابتداء باپ کی نوازش اور سوتیلی ماں کی امداد سے شروع ہوئی۔[46] اگرچہ جوان سال تھا لیکن اس نے پختہ کاروں کی ذہانت کا ثبوت دیا اس کے دلکش طور طریقے، مضبوط چال چلن، اس کی فرض شناسی اور دلیرانہ ہمت کا امتزاج اس کے کامیاب کردار کے ضامن تھے۔ اس کے بھائیوں اور حریفوں کے کردار کے تقابل نے اس کو برتری عطا کی۔ اور ان کی ناکامیوں نے ایک سے زیادہ بار اس شہرت میں اضافہ کیا۔ اس کو موقعہ کا انتظار نہیں کرنا پڑا، وہ خود بخود اسے ملتے رہے اس کے جوہر کی پہلی آزمائش میواڑ کے تاریخی میدان میں ہوئی۔

راجپوتانہ کی تمام حکومتوں میں میواڑ ایک ایسی حکومت تھی جس نے سب سے زیادہ دیر تک مغل سلطنت کی بے پناہ قوت کا مقابلہ کیا۔ اکبر کی کوششوں نے اس کے وجود کو مجروح ضرور کیا لیکن ختم نہیں کرسکیں۔ جہانگیر نے باپ کی تقلید میں اپنی حکومت کے اولین عہد میں شہزادہ پرویز کو رانا کے خلاف میدان جنگ میں بھیجا لیکن خسرو کی بغاوت نے جہانگیر کو مجبور کیا کہ وہ اس کے لڑکے کو واپس بلالے۔ بعدازاں مہابت خان، عبداللہ خان، فیروز جنگ اور راجہ باسو، یکے بعد دیگرے میواڑ بھیجے گئے لیکن ان کو بہت کم کامیابی ہوئی۔ بعد ازاں 1613ء میں خان اعظم عزیز کو یہاں کی جنگی کارروائیوں کا سرغنہ بنایا گیا لیکن وہ بھی اوروں کی طرح بہت کم کامیاب ہوا۔ اس کی تجویز سے جہانگیر خود اجمیر گیا اور وہاں 1613ء کی خزاں میں مقیم ہوا۔ 1614ء کی ابتدا میں اس نے شادمانی وکامیابی کے ساتھ شہزادہ خرم کو خان اعظم کو سہارا دینے کے لیے بھیجا۔ بارہ ہزار فوجی اس کے زیر حکم تھے۔ اور فدائی خان اس فوج کا افسر خزانہ مقرر ہوا۔ محاذ جنگ پر پہنچ کر شہزادے نے محسوس کیا کہ عزیز کو اس کے ساتھ مل کر کام کرنا ناممکن ہے۔ نوجوان جرنل کو اپنے بزرگ سپہ سالار کی تاخیری کارروائیوں نے برانگیختہ کردیا۔ اس نے فوراً اپنے باپ سے شکایت کی، جہانگیر نے ابراہیم حسین کو بھیجا کہ خان اعظم کو وفا شعاری کی ضرورت سے متاثر کرے لیکن اس نے اپنا راستہ نہ بدلا۔ شہزادہ خرم نے اس کو نظر بند کردیا اور اپنی کارروائی کی اطلاع باپ کو دی۔ جہانگیر نے مہابت خاں کو بھیجا کہ قیدی کو اجمیر لائے۔

خرم کی خواہش تھی کہ اپنے ذرائع اور طریقے سے کامیابی حاصل کرے۔ اس لیے بلاکسی پس وپیش کے وہ لڑائی میں منہمک ہوگیا۔ دشمن پر دائیں بائیں سے حملہ کرنے لگا۔ اپنی سرگرمی اور دماغی یکسوئی سے اس نے ساتھیوں کا اعتماد حاصل کیا۔ ساتھیوں نے بڑے صدق دل سے اس کا ساتھ دیا وہ پہاڑی علاقہ میں داخل ہوا۔ باوجود اپنے چچا کی ممانعت کے راجہ سورج سنگھ آگ اور تلوار لے کر سمسو دیاس کے علاقے میں اتر پڑا اور دشمنوں کو اتنا زیر کیا کہ قریب قریب لوگوں کو فاقہ کی نوبت آگئی۔ جگہ بہ جگہ تھانوں کے قیام نے غنیم کے فوری حملوں کو روکا اس نے جنگ جاری رکھی۔ مخالف فوجیوں کی تعداد کم ہوتی گئی۔ اور بھوک نے ان کی ہمت توڑ دی۔ آخرکار جب زیادہ لوگ ساتھ چھوڑ کر فرار ہوگئے تو رانا امر سنگھ نے اپنے ان دوستوں کے ذریعہ صلح کی بات چیت شروع کی جو خرم کی فوج مخالف میں تھے۔

قاصدوں کے آنے جانے کے بعد شرائط صلح جلد ہی طے ہوگئیں۔ رانا اپنی آزادی سے دستبردار ہونے پر رضامند ہوگیا جو ایک مدت سے اس کی تمنا کا مرکز تھی ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی راضی ہوگیا کہ وہ بذات خود شہزادہ خرم کی خدمت میں حاضر ہو۔ لیکن دربار کی حاضری سے اس کو معاف کر دیا گیا۔ دربار میں اس کا لڑکا کرن سنگھ اس کا نمائندہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اس نے وعدہ کرلیا کہ آئندہ چتوڑ کو کبھی مستحکم قلعہ نہ بنائے گا۔ اس صلح نامہ کی توثیق جہانگیر نے کی اور ایک فرمان بھی جاری ہوا جس پر اس کی مبارک ہتھیلی کا نشان ثبت تھا۔ اپنے بہت سے حامیوں کے ساتھ شہزادہ خرم کے حضور میں امر سنگھ حاضر ہوا۔ اس کی واپسی پر اس کے لڑکے نے بھی یہی کیا۔ شہزادہ خرم نے کرن سنگھ کا شاندار استقبال کیا۔ اس کو ایک غیر معمولی خلعت اعزاز، جواہرات سے مرصع ایک تلوار، ایک خنجر ایک گھوڑا معہ طلائی زین اور ایک خاص ہاتھی سے سرفراز فرمایا۔ خرم کے اس فیاضانہ سلوک سے کرن سنگھ اس کا زندگی بھر دوست[47] رہا۔

میواڑ کی تسخیر سے مغل سلطنت کی شان وعظمت میں اضافہ ہوا۔ جہانگیر سے زیادہ کوئی مفتخر اور شہزادہ خرم سے زیادہ مسرور نہ تھا بحیثیت سپہ سالار اس کے باکمال اور اس کی صلاحیت کے مکمل ہونے میں کوئی شبہ نہ رہ گیا۔ اس کو ایک ابھرتا ہوا ستارہ سمجھا جانے لگا۔ جب وہ اجمیر کے قریب پہنچا جملہ درباری امراء کو حکم ہوا کہ جاکر اس کا استقبال کریں قیمتی تحائف نذر کریں۔ جب شہزادہ اپنے باپ کے ساتھ آیا تو آخرالذکر مسرت ومحبت کے جذبات سے مغلوب ہوگیا۔ بغلگیر ہوا سرورخسار کے بوسے لیے اور مخصوص نوازش وتبریک سے اس کو سرفراز فرمایا۔ لیکن باپ کی تمام عزت افزائی اور درباریوں کی جملہ مدح سرائی سے بھی زیادہ خرم نے جو نعمت اس جنگ میں پائی وہ اس منتخب جماعت کی رفاقت تھی۔ جو اندھیرے اجالے ہر حال میں اس سے وابستہ رہی۔ ایسے لوگوں میں سندر داس، ملاشکر اللہ، سیف خاں بارہہ، دلاور خاں، کشن سنگھ اور میر حسام الدین شامل ہیں۔

□□□

اظہر علی فاروقی

ہماری مطبوعات سے — "اتر پردیش کے لوک گیت" سے ماخوذ

لوک گیت اور شاعری

ہنسنا، رونا اور گانا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ انسان خواہ شہری ہو یا دیہی، مہذب یا غیر مہذب، خواندہ ہو یا ناخواندہ، کم سواد ہو یا ان پڑھ، مرد ہو یا عورت بوڑھا ہو یا جوان بچہ ہو یا مراہق یا کشور جب اسے کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو رو پڑتا ہے اور جب مسرت ہوتی ہے تو مسکراتا ہے ہنستا ہے اور کبھی کبھی گانے لگتا ہے۔ دیہاتی بھی انسان ہیں وہ اپنے سینوں میں حساس دل رکھتے ہیں۔ ممکن ہے حساس ہونے میں پڑھے لکھے لوگوں کا مقابلہ نہ کرسکیں پھر بھی جذبات اور احساسات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے یہ جذبات اور احساسات شعرا شاعری میں اور ان پڑھ دیہاتی گیتوں کے ذریعے ظاہر کرتے ہیں۔

ایک گدڑی جنگل میں بھینسیں چرا رہا ہے۔ موسمی خوشگوار فضا اس کے جذبات میں ایک ہی جان پیدا کردیتی ہے اور وہ چہکنے لگتا ہے:

باگھ کی نائیں چہکوں چھکرا دل بادل گھہرائے
ہمرے سبد سن کے گوری دوری دوری آئے

(شیر کے مثل چھکرا گاؤں کہ زمین آسمان ہل جائے اور ہمارے بول سن کر ہماری محبوبہ دوڑی دوڑی چلی آئے.....)

اسی جذبے کی ترجمانی ایک شاعر اس طرح کرتا ہے:

کشش عشق سلامت ہے تو انشاء اللہ
کچے دھاگے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے

شعر کے الفاظ کی شگفتگی چکا چوندھ ضرور پیدا کردیتی ہے اس لیے کہ ان میں شہریت ہے اور چھکرے کے الفاظ میں وہ شگفتگی نہیں اور الفاظ دیہاتی ہیں جو شہری خواندہ لوگوں کے لیے نامانوس اور ثقیل ہیں مگر ان میں ایک قسم کا لوچ اور سریلا پن ضرور ہے۔ شعر میں ترنم ہے اور چھکرے کے بول میں لحن۔

یہی وجہ ہے کہ لوک گیت کہنے پر عام طور سے وہ گیت سمجھے جاتے ہیں جو دیہات اور دیہاتیوں کی زندگی کے ترجمان ہوں۔ دیہاتی سماج کی نمائندگی کریں اور جن پر شہری تمدن اور سماج کی چھاپ نہ ہو۔ اور شاید اسی لیے لوک گیت کی اصطلاح سے پہلے ان کے لیے گرام گیت کا لفظ مستعمل رہا ہے۔

عہد عتیق میں کسی باعظمت راجا کی کارگزاریوں اور اس کی شان و شوکت جاہ و جلال کی ستائش میں جو اشعار شاعر بناتے اور پڑھ پڑھ کر سناتے تھے ان کو گاتھیہ गाथा اور گانے والے کو گتھک गाथक کہا جاتا تھا۔ ان میں سے جو اشعار لوک جن میں مقبول ہوکر ازبر ہو جاتے انھیں لوک گاتھیہ یا لوک گاتھا کا نام دیا جاتا تھا اور اسی سے لوک گیت بن گیا۔

یہی حال ان ستائشی یکیہ گاتھاؤں کا تھا جو اشومیگھ یگیہ کی تقریبوں پر گائے جاتے تھے ان میں سے کچھ عوام کے دل و دماغ پر چھا جاتے ہوں گے اور وہ انھیں اپنا لیتے ہوں گے۔ انھیں گاتھاؤں نے بعد میں وہ صورت اختیار کرلی جن کو ہم آج لوک گیت کہتے ہیں۔

لوک گیت اگرچہ وزن، ردیف اور قافیے کی قید سے آزاد و دیہاتیوں کے دلوں کی گہرائی سے نکلتے ہیں اور بظاہر ان میں اور شاعری میں کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی، پھر بھی اگر یہ خیال درست ہے کہ:

"احساس جب الفاظ کا جامہ پہن لیتا ہے تو شعر بن جاتا ہے"

یا یہ کہ

"جو چیز دل پر استعجاب، حیرت یا جوش پیدا کرے وہ شعر ہے،"

تو دیہاتی گیت بھی شعر ہیں اور ان کا شمار شاعری میں کیا جا سکتا ہے۔ شاعری کی دنیا میں اولاد ہونے کی مسرت اور اولاد سے محرومی پر جس قسم کی حسرت کا اظہار کیا گیا ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں اب ذرا دیہاتی شاعری میں بانجھ عورت کے جذبات ملاحظہ فرمایئے:

ساس موری کہے بنجھیا نند برج باس ہو
ساجن کی میں باری پیاہی اوئی گھر سے نکاون ہو
گھر سے نکری بنجھیا جنگل بیچ ٹھاڑی ہو

ضخامت - 632 / قیمت - =/120

نوٹ:- قومی اُردو کونسل کی جانب سے طلبہ اور اساتذہ کے لیے بالترتیب 45% اور 40% کی خصوصی رعایت دی جاتی ہے۔ تاجرانِ کُتب کو قومی اُردو کونسل کے ضوابط کے مطابق رعایت دستیاب ہے۔ (ادارہ)

بانجھ عورت آپ بیتی کہتی ہے کہ میری ساس مجھے بانجھ کہتی ہے اور نند برج باسن۔ میرے شوہر جن سے بچپن میں میرا بیاہ ہوا تھا انھوں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے اس لیے میں جنگل میں آ کر کھڑی ہو گئی ہوں۔

اور چاہتی ہوں کہ شیرنی نکل کر مجھے کھا جائے مگر وہ اس لیے نہیں کھاتی کہ اسے ڈر ہے کہ بانجھ عورت کو کھانے سے کہیں وہ بھی بانجھ نہ ہو جائے۔

شاعری ردیف، قافیہ اور الفاظ کی خوش آہنگی میں مقید ہے اور گیت ان سے آزاد محض دلی جذبات کے ترجمان۔ شاعرانہ الفاظ آورد اور تصنع میں گرفتار اور لوک گیتوں کے الفاظ سادگی اور آمد کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ایک مست الست صوفی جب کیف سے سرشار ہوتا ہے تو شاعر اس کے جذبات اس طرح ادا کرتا ہے:؎

پایا نہ یوں کہ کرتے اس کی طرف اشارہ
یوں تو جہاں میں ہم نے اس کو کہاں نہ پایا

وہ اس کو ڈھونڈتا ہے اور اس کا پتہ نہ پا کر کہہ دیتا ہے:؎

بہت ڈھونڈا پہ کھوج اس کا نہ پایا

اسی قسم کے جذبے کی ترجمانی لوک گیت کار اس طرح کرتا ہے کہ ایک عورت اسی جذبہ والہانہ محبت خداوندی سے سرشار ہے اور یہ جذبہ اس درجہ غالب آ جاتا ہے کہ وہ کوئی اجنبیت محسوس نہیں کرتی اور التجا کرتی ہے:؎

انگن مورے آئی جاؤ للّاہ میاں
کبھی سے اٹھاؤں للّاہ میاں تیری محبت
کبھی سے اٹھاؤں علی تیرا روجا
اینٹن اٹھاؤں للّاہ تیری محبت
کنکر اٹھاؤں علی تیرا روجا
کہیں سے پتاؤں للّاہ تیری محبت
کہیں سے پتاؤں علی تیرا روجا
چونا پتاؤں للّاہ تیری محبت
صندل پتاؤں علی تیرا روجا
کامیں چڑھاؤں للّاہ تیری محبت
کامیں چڑھاؤں علی تیرا روجا
گُل گلا چڑھاؤں للّاہ تیری محبت
بیرانتا سا چڑھاؤں علی تیرا روجا

وہ ہر بول کے بعد التجا کرتی جاتی ہے۔

انگن مورے آئی جاؤ للّاہ میاں

شاعر اپنے محبوب کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے۔ وہ رات اختر شماری میں بسر کر دیتے ہیں۔ دن اس کی گلی میں چکر لگا کر گزار دیتے ہیں۔ دریا پر سجدے کرتے ہیں۔ اس کے غمزوں کے اشاروں سے مر جاتے ہیں۔ ان کی ٹھوکر سے جی اٹھتے ہیں۔ اس پر جان قربان اور دل نثار کر دیتے ہیں۔ دیہاتی دنیا کی عورت اپنے محبوب (سیاں، ساجن.....) کے لیے کیا کرتی ہے وہ وہی باتیں کرے گی جن کو دراصل وہ کر سکتی ہے یا جن کا کر لینا ممکنات سے ہو وہ بے سرپیر کی باتیں اڑانا نہیں چاہتی اور یہیں سے شاعری اور لوک گیتوں کی راہیں الگ ہو جاتی ہیں۔ شاعری آورد محض ہے اور لوک گیت آمد کے نمائندہ۔ وہاں غیر حقیقی تکلف اور بناوٹ ہے اور یہاں حقیقتیں اور سادگی:؎

جو مورے سیئاں کو بھوکھا لگے گی
آؤ سوئیاں کے بیچ کروں توری مہمانی
جو مورے سیاں کو پیاسا لگے گی
آؤ صراحی کے تیر پاؤں تو ہے پانی
جو مورے سیاں کو تلبا لگے گی
آؤ مہوبے کے تیر رچوں تورے ہونٹوں پہ لالی

کسی لڑکی کی شادی ہو چکی ہے مگر گونا نہیں ہوا۔ باپ غریب ہے جہیز وغیرہ حسب منشا فراہم نہ کر سکا۔ لڑکی خود اپنی حالت دیکھتی تو دل ہی دل میں کیا سوچتی ہے اور غور فرمائیے کہ اس کے جذبات کس درجہ فطری اور حقیقی ہیں:؎

سندر سی ساری میلی بھئی میکے میں
کالئی جنی ہیں گنونما ماں ہو.....
دور دسا سے آئے براتی
سنگھ ماں لائے کپڑوا.....
نا ایسے گن ڈھنگ نا ایسے جوبنا
نا ایسو پہنو گہنوا ہو......
گھنگھٹا کھول جب سیاں منہ دیکھیں
کونے کرلیوا بہنوا ہو......

یہ ہیں وہ جذبات جو دل سے نکلتے ہیں اس لیے لوک گیت فطری جذبات کے ترجمان ہیں اور شاعری غیر فطری۔ شاعری میں فلسفہ ہے اور نظریات جب کہ لوک گیتوں میں بھولے پن کی سیدھی سادی باتیں۔ شاعری تشبیہ اور نامانوس استعاروں اور کتابوں کی بھول بھلیوں میں پھنس کر رہ گئی ہے۔ منطق اور فلسفے کے پیچھے دوڑتی ہے جس کو سمجھنے کے لیے بھی منطق اور فلسفی چاہیے۔ ملٹن کی شاعری سمجھنے کے لیے بھی ایک ملٹن کی ضرورت ہے اور لوک گیت کار جذبات کی ترجمانی اس طرح سیدھے سادے انداز میں کرتا ہے جس طرح ایک دوست اپنے کسی ہمراز دوست سے اپنا حال کہتا ہے۔

□□□

اردو خبرنامہ

اردو ریسرچ اسکالر سمینار

● نئی دہلی ،7 جنوری ،اردو اکادمی دہلی کی جانب سے غالب اکیڈمی حضرت نظام الدین میں منعقد ایک روزہ اردو ریسرچ اسکالر سمینار کے پہلے اجلاس میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے سابق صدر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی پروفیسر عتیق اللہ نے اردو ریسرچ اسکالر کو تحقیق کے رموز ونکات بتاتے ہوئے مطالعے کو اپنی عادت بنانے کی تلقین کی۔ انھوں نے کہا کہ غلط تحقیق کو بنیاد بنا کر تنقید لکھی جائے تو وہ تنقید بھی بے معنی ہوجاتی ہے۔ انھوں نے غالب ،سودا ،میر ضاحک وغیرہ کے بارے میں تحقیقی غلطیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس سے قبل اکادمی کے وائس چیرمین پروفیسر قمر رئیس نے اس سمینار کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم آنے والی نسل کی تربیت کریں ،ان کی تخلیقی ، تنقیدی وتحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری زبان ترقی کے منازل طے کرے،اس اجلاس میں تینوں یونیورسٹیوں سے پانچ ریسرچ اسکالر نے مقالات پیش کیے۔ دہلی یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر علی احمد ادریسی نے ''میر تقی میر کا تصور عشق'' ان کی مثنویوں کے حوالے سے پیش کیا۔ جامعہ ملیہ کے ریسرچ اسکالر عادل حیات نے ''غزلیہ شاعری میں عشق کا تصور'' مقالہ پیش کیا۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے جمشید احمد نے ''فراق کے تصور عشق'' اور اسی یونیورسٹی کے حیات الدین نے ''غالب کی شاعری میں تصور عشق'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ اس اجلاس کی نظامت بیگم وسیم راشد نے کی۔ پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی نے اپنی صدارتی تقریر میں مقالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان مقالات میں جدت کی کمی ہے جب کہ آج اردو ادب کا منظرنامہ بالکل بدل چکا ہے۔ اب غزل صرف گل بلبل کی داستان نہیں ہے۔ آج کی غزل میں رومانیت نہیں بلکہ زندگی کے مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔ پروفیسر شمس الحق عثمانی نے اپنی تقریر میں کہا کہ نئے لکھنے والوں کو پرانی باتوں کو دہرانا یا اس سمت میں نہیں سوچنا چاہیے بلکہ اس میں اپنی فکر کو بیان کرنا چاہیے۔ صرف پرانی کتابوں کے اقتباسات نقل کرکے خانہ پری کرنا تحریر کے ساتھ دیانت داری نہیں ہے۔ سمینار کے دوسرے اجلاس کی مجلس صدارت میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے صدر شعبۂ اردو پروفیسر قاضی عبید الرحمٰن ہاشمی ،جواہر لال یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اردو پروفیسر محمد شاہد حسین اور دہلی یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اردو پروفیسر ابن کنول شامل تھے۔ اجلاس میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر فاخر شہیر عباسی نے ''جدید شاعری میں تصور عشق'' پر مقالا پیش کیا اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ناظمہ جبیں نے ''عہد حاضر میں شعر وادب کی معنویت'' کے موضوع پر مقالا پیش کیا۔ پروفیسر ابن کنول نے اپنی صدارتی تقریر میں طلبہ سے کہا کہ ریسرچ کرنے کا حقدار صرف وہی طالب علم ہے جس کو اس میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی ہو،صرف وقت گزارنے کے لیے ریسرچ کرنا مناسب نہیں ہے۔ پروفیسر عبید الرحمٰن ہاشمی نے اپنی صدارتی تقریر میں اکادمی کے اس کام کو خوش آئند بتایا اور کہا کہ اس طرح کے سمینار آئندہ یونیورسٹیوں میں کیے جائیں تو زیادہ کارآمد ثابت ہوں گے۔ پروفیسر شاہد حسین نے اپنی تقریر میں عہد حاضر میں شعر وادب کی معنویت اور ادب عالیہ پر سیر حاصل گفتگو کی۔ نظامت کے فرائض جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اسکالر عمیر منظر نے ادا کیے آخر میں اردو اکادمی دہلی کے سکریٹری مرغوب حیدر عابدی نے تمام شرکا کا شکریہ ادا کیا۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

''اردو اور اردو والوں کے مسائل'' پر سیمینار

● لکھنؤ ،6 / دسمبر مولانا محمد علی جوہر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام امین آباد میں واقع فاؤنڈیشن کے ہال میں 'اردو اور اردو والوں کے مسائل' موضوع پر منعقد سیمینار میں اردو سے وابستہ اہم شخصیات نے شرکت کی اور مسائل کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا۔ سیمینار کے صدر محمد حسن نے کہا کہ اردو کا رشتہ گھر، روزگار، مذہب اور وطن سب سے جوڑنا چاہیے ،تبھی اردو زبان کو فروغ حاصل ہوسکتا ہے۔ معروف شاعر رحمت لکھنوی کی نظامت میں ہونے والے اس سیمینار میں رئیس احمد خاں نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔

اتر پردیش اردو اکادمی کے صدر ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد نے مشورہ دیا کہ اردو کے مسائل کے حل کے لیے جمہوری حقوق کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ مولانا اسلم ندوی نے شکایت کی کہ سیاسی پارٹیاں بھی اردو کے نام پر عوام کو گمراہ کررہی ہیں۔ الیکشن کا زمانہ آتا ہے تو ہر پارٹی اپنے بینر اور پوسٹر میں اردو زبان کا استعمال کرتی ہے لیکن الیکشن کے بعد اردو کو بھول جاتی ہے۔ ڈاکٹر حضور نواب نے کہا کہ اردو کے بہت سے اچھے شعرا اور ادبا گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں انھیں بھی مشاعروں اور ادبی جلسوں میں دعوت دی جانی چاہیے۔ ماہنامہ ''لاریب'' کے ایڈیٹر رشید قریشی اور ایم اے حسیب ایڈوکیٹ

نے کہا کہ اردو کے لیے گرانٹ بہت کم ملتی ہے اور اس کے لیے وہی لوگ ذمہ دار ہیں جو اردو کو روزی سے جوڑنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

''غالب انعامات'' کی تقسیم

● نئی دہلی، 15 دسمبر، مرزا غالب کی شاعری نے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں ایک سفیر کا کردار ادا کیا ہے، غالب ایک عظیم شاعر ہی نہیں بلکہ سماج کے ہر طبقے کا درد محسوس کرنے والے مخلص انسان بھی تھے، ان خیالات کا اظہار مرکزی وزیر برائے انسانی وسائل ارجن سنگھ نے '' ایوان غالب'' میں منعقدہ تقریب تقسیم '' غالب انعامات 2006 '' اور بین الاقوامی غالب سیمینار کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ تقریب کی صدارت ہریانہ کے گورنر اخلاق الرحمٰن قدوائی نے اور نظامت شاہد ماہلی نے کی۔ اس موقع پر خواجہ حسن ثانی نظامی، جسٹس بدر دریز احمد، پروفیسر نذیر احمد سابق گورنر شفیع قریشی، سید امیر حسن عابدی اور پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی بھی موجود تھے۔ انعامات تقسیم کے بعد ارجن سنگھ نے اپنی تقریر میں کہا کہ مرزا اسداللہ خاں غالب ایک عظیم شاعر ہی نہیں بلکہ سماج کے ہر طبقے کے لوگوں کا درد دل میں رکھنے والے ایک عظیم انسان بھی تھے یہی وجہ ہے کہ ایک صدی سے زیادہ گزر جانے کے بعد بھی لوگوں کے دل ودماغ پر چھائے ہیں۔ ارجن سنگھ نے کہا کہ غالب نے اپنے عہد کے اہم مسائل کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا اور کھلے ذہن سے سمجھا پھر انھیں شاعری میں برتا۔ انھوں نے کہا کہ غالب کی شخصیت اور شاعری میں ہندوستانیت رچی بسی ہے۔ انھوں نے کہا کہ غالب نے مغلوں کی تاریخ بھی لکھنا شروع کی تھی لیکن وہ مکمل نہ ہوسکی۔ ارجن سنگھ نے کہا کہ غالب کی شاعری نے مشرقی وسطیٰ کے ممالک میں ایک سفیر کا رول ادا کیا ہے اور ایران افغانستان، ازبکستان اور آذربائیجان، ترکمانستان، تاجکستان اور ازبکستان وغیرہ کے ہندوستان سے رشتے مضبوط بنائے انھوں نے کہا کہ پاکستان سے ہمارے رشتے بنتے بگڑتے رہے ہیں لیکن غالب وہاں ہندوستان کی طرح ہی مقبول رہے ہیں۔ ہریانہ کے گورنر اخلاق الرحمٰن قدوائی نے صدارتی خطبہ میں اردو، ادب تہذیب اور ثقافت کی خدمت کرنے اور تحقیق واشاعت میں اہم کردار ادا کرنے پر غالب انسٹی ٹیوٹ کو مبارکباد دی اور آنجہانی اندرا گاندھی اور مرحوم فخرالدین علی احمد کو یاد کیا جن کی کوششوں سے انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اس انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے مقصد کو یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے سات سو سالہ تہذیب وثقافت کا تحفظ کرنا بھی تھا۔ انھوں نے کہا کہ اردو ادب وسط ایشیا سے رابطہ رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کے سکریٹری پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی نے خیر مقدمی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ غالب انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے دیے جانے والے غالب ایوارڈ اور بین الاقوامی غالب سیمینار علم وادب کی دنیا میں اپنی منفرد شناخت قائم کرچکا ہے۔

غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر شاہد ماہلی نے انسٹی ٹیوٹ کی سال بھر کی کارگزاریوں پر روشنی ڈالی اور مستقبل کے پروگراموں سے روشناس کرایا۔ اس موقع پر شری ارجن سنگھ نے غالب انسٹی ٹیوٹ کی چار کتابوں '' غالب اور رام پور''، '' غالب کے منتخب فارسی مکتوبات''، ''تفہیم غالب ''(شمس الرحمٰن فاروقی) اور '' غالب نامہ'' کے علاوہ تقی عابدی کی کتاب '' غالب کی نعت اور منقبت'' کا اجرا بھی کیا۔ پروفیسر حامدی کاشمیری کو فخرالدین علی احمد غالب انعام برائے اردو تحقیق وتنقید سے نوازا گیا۔ ان کے علاوہ پروفیسر کبیر احمد جائسی (انعام برائے فارسی تحقیق وتنقید)، پروفیسر اسلم پرویز (برائے اردو نثر) بلراج کومل (برائے اردو شاعری)، اظہار اثر (برائے سائنسی خدمات)، شاہد انور (برائے اردو ڈرامہ) اور علیم صبا نویدی (برائے مجموعی ادبی خدمات) نے ارجن سنگھ کے ہاتھوں اپنے ایوارڈ قبول کیے۔ بعد ازاں پاکستان کی معروف گلوکارہ گلشن آرا سید نے غالب کا کلام پیش کیا۔ اس تقریب میں ملک کے معروف اسکالر، صحافی ادبا اور شعرا نے شرکت کی۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

مولانا محمد علی جوہر ایوارڈ تقریب کا انعقاد

● نئی دہلی، 12 دسمبر '' جمہوریت اور سیکولرازم کے سوال پر کسی طرح کا سمجھوتہ ممکن نہیں ہے اگر سیکولرازم کمزور ہوا تو اس ملک کو شیشے کی طرح چکنا چور ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا، میرے نزدیک یہ افسوس بلکہ بدقسمتی کی بات ہے کہ کسی سیاستداں کو اس لیے ایوارڈ دیا جائے کہ اس نے سیکولرازم کا تحفظ کیا جبکہ آئین کے مطابق یہ اس کی ذمہ داری ہے''۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی وزیر مملکت برائے داخلہ شری پرکاش جیسوال نے 18 ویں مولانا محمد علی جوہر ایوارڈ تقریب کے دوران کیا۔ اس تقریب کا انعقاد مولانا جوہر اکیڈمی کے زیر اہتمام غالب اکیڈمی حضرت نظام الدین میں کیا گیا تھا جس کی صدارت ڈاکٹر ایس فاروق نے کی۔ مہمان ذی وقار میں مولانا عبدالحمید نعمان منصور احمد عثمانی، گلزار دہلوی اور این ایس یادو وغیرہ تھے۔ اس موقع پر مرکزی وزیر مملکت شری پرکاش جیسوال کو سیاست، روزنامہ راشٹریہ سہارا کے ایڈیٹر عزیز برنی کو صحافت، محمد انیس انصاری کو شاعری، خواجہ محمد شاہد جوائنٹ سیکریٹری یو پی ایس سی کو سماجی خدمات، سید وارث حسین چشتی کو سماجی ودینی خدمات اور سریندر کمار

کوکھیل میں نمایاں خدمات انجام دینے کے لیے ایوارڈ سے نوازا گیا۔

مولانا محمد علی جوہر اکیڈمی کے جنرل سکریٹری ایم سلیم نے اکیڈمی کی کارگزاری پر روشنی ڈالی جبکہ اکیڈمی کے صدر پروفیسر اختر الواسع نے ایوارڈ حاصل کرنے والی تمام شخصیات کا تفصیلی تعارف کرایا۔ اس موقع پر معروف شاعر واجد سحری کے شعری ''مجموعے آواز کا درپن'' کا اجرا رضا لائبریری رامپور کے ڈائریکٹر وقارالحسن صدیقی کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ واضح ہو کہ واجد سحری کا اس وقت انتقال ہو گیا تھا جب وہ اس تقریب میں شرکت کے لیے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے۔ واجد سحری مولانا محمد علی جوہر اکیڈمی کے نائب صدر بھی تھے۔ تقریب میں انھیں خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ان کے لیے ایصال ثواب اور فاتحہ خوانی کی گئی۔

سیاست کے لیے مولانا محمد علی ایوارڈ حاصل کرنے کے بعد شری پرکاش جیسوال نے کہا سیکولرازم کا تحفظ تو آئین کے مطابق ہر سیاستداں کا فرض ہے اس لیے اس خدمت کے لیے ایوارڈ دیا جانا عجیب سا لگتا ہے اور یہ بدقسمتی ہی ہے کہ اس خدمت کے لیے کسی سیاستداں کو ایوارڈ دینے کی ضرورت پیش آرہی ہے، اس پر انھوں نے کہا کہ آج سیاست اتنی گندی ہو چکی ہے کہ لوگ ووٹ بنک بنانے کی خاطر کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کی بدتر حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وزیراعظم نے مسلمانوں کو سماج میں برابر لانے کے مقصد سے جو بات کہی ہے کچھ لوگ اس پر بے وجہ ہنگامہ کھڑا کر رہے ہیں لیکن اب عوام کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ سیاستداں کون سی بات دل سے کہہ رہا ہے اور کون سی سیاست کے لیے۔ ایسا ہو گیا تو پھر سیاستداں اپنی حیثیت میں ہی رہیں گے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا کے ایڈیٹر عزیز برنی نے کہا مولانا آزاد ہوں یا مولانا محمد علی جوہر انھوں نے جس آزادی کا خواب دیکھا تھا ہم آج بھی اس سے کوسوں دور ہیں۔ **(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)**

جوش وفراق لٹریری سوسائٹی
کی جانب سے الہ آباد میں دوروزہ سیمینار کا انعقاد

● الہ آباد، 10 / دسمبر 2006 ''جوش فکر کا بہت بڑا سمندر ہیں اور ہم سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اس سمندر کی گہرائیوں میں اتر کر اندر چلنے والی دھاراؤں کا جائزہ لیتا جس دور میں جوش کی شاعری کا اعتراف ہونا چاہیے تھا، ہمارے نقادوں نے انھیں اپنی سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہ بات قابل تعریف ہے کہ جوش وفراق لٹریری سوسائٹی نے بھولے بسرے شاعر کو یاد کیا۔'' ان خیالات کا اظہار پروفیسر قمر رئیس نے کیا۔ وہ ''جوش ملیح آبادی کی معنویت عہد حاضر میں'' کے عنوان سے جوش وفراق لٹریری سوسائٹی انڈیا کے زیر اہتمام (بہ تعاون قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو نئی دہلی) دوروزہ سیمینار کو بطور صدر خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ''جوش کی نیچرل شاعری کا جواب نہ انگریزی ادب میں موجود ہے نہ درسی ادب میں اور نہ کسی اور زبان کے ادب میں۔ جوش نے مرثیے کی شاعری کو عالمی ماحول سے ہم آہنگ کیا''۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے جوش کا سنجیدگی سے مطالعہ نہیں کیا جس کی وجہ سے آج ان کے مقام کا تعین نہیں ہو سکا ہے''۔

پروفیسر محمد عقیل رضوی نے کہا کہ ''لمحاتی شاعری کے لیے حالات مجبور کرتے ہیں۔ جنگی ماحول کو بڑھانے کے لیے ہر زبان میں لمحاتی شاعری کی گئی اور اس کی اپنی انفرادیت ہے''۔ انھوں نے کہا کہ جوش علی گڑھ میں پورا ایک گروپ موجود تھا جو ان کی شاعری کمتر ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف عمل تھا''۔ پروفیسر شارب ردولوی نے کہا کہ ''ہر عہد میں احتجاجی ادب پایا جاتا ہے خواہ اس کی شکل کچھ بھی رہی ہو۔ جوش کا احتجاج صرف سیاسی احتجاج تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر سطح پر وہ برائی کے مخالف نظر آتے ہیں''۔ ہالینڈ سے تشریف لائے معروف ادیب اسد مفتی نے جوش کی زندگی کی رنگارنگی کے قصے بیان کیے غالب انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر اور شاعر شاہد ماہلی نے کہا کہ آج جو عالمی منظر نامہ ہے، جو حالات پیدا ہو گئے ہیں ایسے میں جوش کی شاعری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پروفیسر افغان اللہ نے کہا کہ شاعر انقلاب، شاعر شباب، شاعر بلند آہنگ کے عنوان سے جوش کی شاعری پر گفتگو ہوتی ہے لیکن ہمیں جوش کے مطالعے میں سنجیدگی سے کام لینا ہوگا۔ ڈاکٹر نفیس بانو نے جوش کی شاعری میں پائے جانے والے نسوانی کرداروں کے حوالے سے اپنا مقالہ پیش کیا۔

اس دوروزہ سیمینار کے دوسرے دن پہلے اجلاس کی نظامت ڈاکٹر حسین اختر اور دوسرے اجلاس کی نظامت سیمینار کے کنوینر پروفیسر علی احمد فاطمی نے کی۔ پروگرام کو کامیابی کی منزلوں تک پہنچانے والوں میں ڈاکٹر فخر الکریم محترمہ شکیلہ خان، تنویر سید، جاوید نظر، ڈاکٹر حسین جیلانی، عبدالقیوم شمسی، ڈاکٹر نغمہ پروین، ڈاکٹر عزیزہ بانو وغیرہ اہم ہیں۔ پروگرام میں الہ آباد کے ہندی اردو ادیبوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ **(ڈاک سے)**

ساہتیہ اکادمی ایوارڈ کا اعلان

● نئی دہلی، 21 / دسمبر ساہتیہ اکادمی کے 22 ادبی انعامات کا اعلان آج دہلی میں ایگزیکٹو بورڈ کے مکمل اجلاس کے بعد کیا گیا۔ اجلاس کی کارروائی ساہتیہ اکادمی کے صدر پروفیسر گوپی چند نارنگ کی صدارت میں ہوئی۔ ہر ایوارڈ

کا فیصلہ جیوری ممبران کی متفقہ رائے یا اکثریتی ووٹ کی بنا پر کیا جاتا ہے۔تمام جیوریاں خود مختار ہیں اور زبانوں کے کنوینر کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اردو کا انعام جناب مخمور سعیدی کو ان کے شعری مجموعے 'راستہ اور میں' پر دینے کا اعلان کیا گیا جب کہ ہندی میں گیا نندر پتی کو ان کے شعری مجموعہ' شنسیا تما' کے لیے، کشمیری میں شفیع شوق کو ان کے شعری مجموعہ آسانِ یاد ہنز' کے لیے اور پنجابی میں اجیر سنگھ الکھ کو ان کے ڈراما 'عشق باج نماز دج نہیں' کے لیے ساہتیہ اکادمی انعام برائے 2006 دینے کا فیصلہ کیا گیا۔اس کے علاوہ سندھی میں 'کرت بابانی ،تیلگو میں ہونی پلے راجو مراٹھی میں آسا باگے، راجستھانی میں لکشمی نرائن رنگا ،میتھلی میں وبھوتی آنند، گجراتی میں رتی لال انل تمل میں مومیتھا ،ملیالم میں ایم سوکومارن اور بنگالی میں امرمترا کو ایوارڈ کے لیے منتخب کیا گیا۔ایوارڈ کے طور پر اعزازی نشان اور 50 ہزار روپے پیش کیے جائیں گے جو 20رفروری 2007 کو ہونے والی ایک شاندار تقریب میں دیئے جائیں گے۔ (روز نامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

مجتبیٰ حسین کو میر تقی میر ایوارڈ

● نئی دہلی ،16دسمبر ،ممتاز اردو مزاح نگار اور کالم نویس مجتبیٰ حسین کو میر تقی میر ایوارڈ ، کے لیے نامزد کیا گیا ہے۔ہند نژاد امریکی مسلمانوں کے فیڈریشن نے مجتبیٰ حسین کو اردو ادب میں ان کی زائد از چار دہائیوں پر محیط خدمات کے اعتراف میں 2006ء کا یہ باوقار ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔فیڈریشن کی ایوارڈ کمیٹی کے صدر ڈاکٹر سیدا سے سمیع نے فیڈریشن کی طرف سے یہ دوسرا ایوارڈ ہے۔2005 میں اس سلسلے کا پہلا ایوارڈ اردو کے ممتاز نقاد شمس الرحمٰن فاروقی کے حصے میں آیا تھا۔ انھیں کانپور میں منعقد سالانہ کنونشن میں ایوارڈ سے نوازا گیا تھا۔چنئی کنونشن میں امریکہ اور ہندوستان کے ممتاز ماہرین تعلیم کے علاوہ فیڈریشن کے مندوبین شرکت کریں گے۔

(روز نامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

مختصرات

● حیدرآباد 27 دسمبر ،سماجی تبدیلیوں اور عصری تقاضوں کے مطابق زبان وادب کو بھی اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی چاہیے۔ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر تقی عابدی نے آج یہاں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں " اردو کی نئی بستیاں " پر اپنے توسیعی لکچر کے دوران کیا۔انھوں نے کہا کہ آج " نئی بستیوں" میں اردو کو زندہ رکھنا بہت بڑا سوال بن گیا ہے کیونکہ جس زبان کے بغیر زندگی کی تمام ضروریات پوری ہوجاتی ہوں، جس زبان کے اختیار نہ کرنے سے کسی طرح کی رکاوٹ پیش نہ آتی ہو اس زبان میں دلچسپی کیسے پیدا کی جائے ؟ ڈاکٹر عابدی نے خود بھی کئی تجاویز پیش کیں تاہم محبان اردو کو دعوت دی کہ وہ آگے آئیں اور اس سمت پیش قدمی کریں ۔انھوں نے بتایا کہ مغربی ممالک میں مشاعرے اردو کی مقبولیت کا ایک اہم ذریعہ ہیں مگر اب وہاں ادبی ذوق کے بجائے ہوٹنگ کا غلبہ ہوتا ہے اور مشاعرے آمدنی کے ذرائع بنتے جا رہے ہیں۔انھوں نے کہا کہ اردو کی تبلیغ کے دیگر ذرائع میں فلمیں ،اردو اخبارات ورسائل کی اشاعت ،اردو ریڈیو ٹی وی ،میلاد کے جلسے ،جمعہ کے خطبے اور مجالس اعزا وغیرہ شامل ہیں جو اردو زبان وادب کی ترقی وترویج اور اسے زندہ رکھنے میں بہت اہم رول ادا کررہے ہیں۔ڈاکٹر عابدی نے جلسوں اور سمیناروں میں نوجوان نسل کو موقع دینے کی وکالت کی۔وائس چانسلر پروفیسر اے ایم پٹھان نے اپنے صدارتی خطاب میں ڈاکٹر عابدی کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اردو کی مضبوطی اور شاندار مستقبل کا راز پرائمری سطح کی تعلیم میں پنہاں ہے۔اگر پرائمری سطح پر معیاری تعلیم ہوگی تو خود بخود آگے چل کر اردو کا ماحول بنے گا۔ پروفیسر پٹھان نے کہا کہ ہندوستان میں اردو زبان کی ترقی وترویج اردو ذریعۂ تعلیم سے مربوط ہے۔ ابتدا میں ڈاکٹر محمد ظفر الدین صدر شعبۂ ترجمہ نے ڈاکٹر عابدی کا تعارف پیش کیا اور خیر مقدمی تقریر کی جبکہ لکچرر فاصلاتی تعلیم ڈاکٹر شجاعت علی راشدی انچارج شعبۂ تعلقات عامہ نے شکریہ ادا کیا ۔بعد آزاں طلبہ و اساتذہ نے سوالات کیے ۔ڈاکٹر عابدی نے اطمینان بخش جوابات دیے۔اس توسیعی لکچر میں یونیورسٹی کے تدریسی وغیر تدریسی شعبوں کے اراکین ،طلبہ اسکالرس اور محبان اردو کی کثیر تعداد شریک تھی۔

(سیاست حیدرآباد 28 دسمبر 2006)

● علی گڑھ 23 / دسمبر ،شعبۂ لسانیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں " اردو زبان فرقہ واریت کے تناظر میں' کے عنوان سے ایک مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا۔ پروفیسر جعفر رضا زیدی کی صدارت میں منعقد مذاکرے میں پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ کے اردو زبان اور فرقہ واریت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے گیان چند جین کی حالیہ تصنیف ''ایک بھاشا :دولکھاوٹ ، دوادب'' کا بھی ذکر کیا۔انھوں نے کہا کہ مسٹر جین نے اپنی فرقہ وارانہ سوچ میں ڈوب کر اردو بولنے والوں پر جس طرح کی تہمتیں لگائی ہیں اور جس انداز سے انھیں ہدف ملامت بنایا ہے اس پر احتجاج لازمی ہے ۔انھوں نے کہا کہ جین کے ذہن ودماغ میں اردو اور مسلمانوں کے خلاف جو زہر بھرا ہوا ہے وہ منفی سوچ کا نتیجہ ہے۔ادب ہو یا تاریخ ،سیاست ہو کہ ثقافت ، زبان ہو کہ رسم الخط ہر چیز کو جین صاحب نے فرقہ وارانہ رنگ میں رنگ دیا ہے ۔اس کتاب کو پڑھنے سے ہرگز یہ یقین نہیں آتا کہ اس کے مصنف گیان چند جین ہیں ۔اپنے صدارتی خطبے میں پروفیسر جعفر رضا زیدی

نے کہا کہ ماہرین لسانیات نے عام طور پر یہ کہا ہے کہ اردو لشکری زبان ہے جو غلط ہے دراصل اردو کا مطلب لشکر ہوتا ہے، لشکر جو مسلح ہوتا ہے، منظم ہوتا ہے، مرتب ہوتا ہے۔ ہندی زبان میں جب یہ خصوصیات پیدا ہوگئیں تو اسے اردو کا نام دیا گیا۔ پروفیسر زیدی نے کہا کہ اس ملک میں دو کلچر تھے سنسکرت کلچر اور فارسی کلچر، زبانوں کے لیے بھاشا کا استعمال سنسکرت میں ہوا اور فارسی کلچر نے اس وقت کی زبان کو ہندی اور ہندوی کا نام دیا۔ اردو ایک کلچر کا نام ہے۔ پروفیسر زیدی نے کہا کہ اردو کی سب سے بڑی طاقت یہ ہے کہ اس کا کوئی مخصوص علاقہ نہیں ہے یہ ہر جگہ بولی جاتی ہے۔ ناگری کے مقابلے میں اردو بین الاقوامی رسم الخط ہے۔ مذاکرہ کے آخر میں پروفیسر علی رفاد فتیحی نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر پریم چند اردو چھوڑ کر ہندی کی طرف راغب ہو گئے تو وہ کیا محرکات تھے جن کی وجہ سے ایسا ہوا۔ مذاکرہ میں پروفیسر امتیاز حسین، پروفیسر شیخ مستان، ڈاکٹر عبدالعلیم، ڈاکٹر طارق چھتاری، ڈاکٹر عبدالعزیز خاں نے شرکت کی۔ **(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)**

● نئی دہلی، 6 دسمبر، ادبی تنظیم ''ہم نشیں'' کے زیر اہتمام جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں ایک ادبی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ ''ہم نشیں'' کے سکریٹری ڈاکٹر شکیل معین، سیوان زیڈ اے اسلامیہ کالج کے سکریٹری ڈاکٹر ظفر احمد غنی، ڈاکٹر خورشید انور اور ڈاکٹر پرویز احمد کے علاوہ متعدد سرکردہ شخصیتوں نے شرکت کی۔ نشست کے شرکا نے اردو زبان کی عوامی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے شہروں اور قصبوں میں قائم اسکولوں میں اردو تعلیم کے نظام کو مضبوط کرنے کی حکمت عملی پر غور و فکر کیا، ساتھ ہی مشاعروں، سیمیناروں اور دیگر لسانی و ادبی سرگرمیوں کو ایک مہم کے طور پر جاری رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ جلسے کی صدارت ڈاکٹر انور پاشا نے کی۔ انھوں نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا کہ اب اردو کی بقا کی ضمانت چھوٹے شہروں اور قصبوں میں اردو تعلیمی مہم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ ڈاکٹر گوبند پرساد نے ہندی والوں میں اردو کی بڑھتی مقبولیت پر اظہار خیال کیا۔ اظہار خیال کرنے والوں میں ڈاکٹر خواجہ اکرام اور ڈاکٹر محمد کاظم بھی شامل تھے۔ جلسے میں ریسرچ اسکالرز بڑی تعداد میں شرکت کی۔ **(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)**

● نئی دہلی، 11 دسمبر، بٹلہ ہاؤس کے جامعہ نگر میں اردو کے معروف شاعر اور استاد سید احمد شمیم کے اعزاز میں ایک نشست کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت شہپر رسول نے کی۔ نشست کے میزبان ڈاکٹر کوثر مظہری نے سید احمد شمیم کا تعارف کرایا اور ان کی خدمات کا ذکر کیا چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر ڈاکٹر اسلم جمشید پوری نے سید احمد شمیم کی شخصیت اور شاعری پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر ابرار رحمانی، ڈاکٹر شیخ عقیل، ڈاکٹر محمد علیم اور نسیم احمد وغیرہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ نظامت عمیر منظر نے کی آخر میں ایک شعری نشست منعقد کی گئی جس میں عادل حیات، عمیر منظر، کمال جعفری، معین شاداب، مولا بخش اسیر، ماجد دیوبندی، عبیدالرحمن، اسرار جامعی، کوثر مظہری، سہیل احمد فاروقی، سید احمد شمیم اور شہپر رسول نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ **(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)**

● نئی دہلی، 19 دسمبر دیال سنگھ کالج کی اردو سوسائٹی نے کالج کے سیمینار ہال میں ادبی و ثقافتی پروگرام کا انعقاد کیا جس کا افتتاح ڈاکٹر اندر جیت سنگھ بخشی (پرنسپل دیال سنگھ کالج) نے کیا۔ اس پروگرام میں دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر پروفیسر ابن کنول اور ڈاکٹر شکیل اختر نے بطور مہمان خصوصی اور بحیثیت جج کے شرکت کی۔ پروفیسر ابن کنول نے طلبا اور طالبات کی ادبی کاوشوں کو ایک استاد کی محنت کا نتیجہ قرار دیا۔ ڈاکٹر شکیل احمد نے میڈیا اور اردو کو ایک دوسرے کے لیے ناگزیر قرار دیتے ہوئے دیال سنگھ کالج کے طلبا و طالبات کی اردو میں دلچسپی کو اردو زبان کے مستقبل کے لیے نیک فال بتایا۔ آخر میں ڈاکٹر مولا بخش نے مہمان خصوصی پروفیسر ابن کنول اور ڈاکٹر شکیل اختر کا شکریہ ادا کیا اور مقابلے میں حصہ لینے والے کامیاب طلبا و طالبات کو خصوصی سند عطا کرنے کا اعلان کیا۔ **(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)**

● نئی دہلی، 13 دسمبر بزم ادب، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی نے عہد حاضر کے معروف افسانہ و ناول نگار طارق چھتاری کے اعزاز میں ایک ادبی جلسہ کا انعقاد کیا۔ جس میں طارق چھتاری نے اپنے غیر مطبوعہ ناول کا ایک حصہ سامعین کے سامنے پیش کیا۔ شعبۂ اردو کے صدر پروفیسر ابن کنول نے طارق چھتاری کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے عہد کے ایک بہت اہم فکشن نگار ہمارے درمیان موجود ہیں۔ انھوں نے طارق چھتاری کی دوسری ادبی خدمات سے بھی متعارف کرایا۔ جلسے کے صدر پروفیسر عبدالحق نے کہا کہ طارق چھتاری کے افسانوں کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ انھوں نے پریم چند کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے دیہی زندگی کو بہت خوبی سے پیش کیا۔ ڈاکٹر کاظم نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر شعبہ کے تمام اساتذہ اور ریسرچ اسکالر موجود تھے۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

● علی گڑھ، 19 دسمبر امریکہ میں مقیم عالمی شہرت یافتہ شاعر پروفیسر منیب الرحمٰن کے اعزاز میں شعبۂ اردو ریسرچ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک ادبی نشست کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت پروفیسر شہریار نے کی۔ اس موقع پر پروفیسر منیب الرحمٰن نے کہا کہ جب بھی وہ علی گڑھ آتے ہیں تو انھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صبح کا نکلا ہوا شام کو گھر لوٹ آیا ہے۔ علی گڑھ سے ان کی

بہت سی یادیں وابستہ ہیں اور یہاں آکر انھیں اپنی غریب الوطنی کا غم اور تنہائی کا درد کم محسوس ہوتا ہے۔ ادبی نشست کی صدارت کرتے ہوئے ممتاز شاعر پروفیسر شہریار نے کہا کہ منیب الرحمن کے دور میں علی گڑھ جدید ادب کا مرکز بن چکا تھا۔ انھوں نے کہا کہ وقت کے ساتھ ساتھ ادب میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں اور علی گڑھ ہمیشہ نئے رجحانات کی سرپرستی کرتا رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ منیب الرحمن ایک سچے اور اچھے ادیب ہیں۔ شعبۂ اردو کے سربراہ پروفیسر قاضی افضال حسین نے کہا کہ ادب اچھا انسان بنانے میں بہت معاون ثابت ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ غالب اور اقبال کے بعد بھی اچھی شاعری ہو رہی ہے۔ اس ادبی نشست میں پروفیسر عبدالحق نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صغیر افراہیم نے نظامت کی۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

● نئی دہلی، غالب کے یوم ولادت کے موقع پر غالب اکیڈمی نئی دہلی میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر ہریش ترویدی نے ''غالب ہندی میں غالب اُردو میں'' کے موضوع پر توسیعی خطبہ دیا۔ انھوں نے اپنے خطبے میں کہا کہ غالب اردو کے تو ہیں ہی اردو کی پہچان انھی سے بنتی ہے، لیکن غالب صرف اردو اور فارسی کے ہی نہیں ہیں ان کی شہرت دنیا کی تمام زبانوں میں پھیل چکی ہے۔ انھیں اور زبانوں میں ترجمے کے ذریعہ پڑھا جاتا ہے۔ لیکن دنیا میں ایک زبان ایسی بھی ہے جس میں غالب اصل اردو میں ہی پڑھے جاتے ہیں وہ ہے ہندی۔ ہندی میں غالب کا کلام وہی ہے جو اردو میں ہوتا ہے۔ صرف رسم الخط بدل جاتا ہے۔ رسم الخط کے بدلنے سے بات ختم نہیں ہوجاتی۔ ہندی میں غالب کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن سمجھنا مشکل ہے۔ علی سردار جعفری نے غالب کو ہندی میں سمجھانے کے لیے مشکل الفاظ کے معنی فٹ نوٹ کے طور پر دے دیے لیکن بیڈھب بنارسی نے غالب کو سمجھانے کا دلچسپ طریقہ اپنایا۔ وہ خود مزاحیہ شاعر تھے غالب کے اشعار کی خود تشریح کی۔ غالب کو جو لوگ ہندی میں پڑھتے ہیں ان کے مسائل الگ ہیں اردو کی شعری روایت میں ولی' میر' سودا' نظیر ہیں۔ ہندی کی شعری روایت میں سور، کبیر، تلسی اور بہاری ہیں۔ اردو کی شعری روایت سے غالب تک پہنچنا آسان ہے جب کہ ہندی شعری روایت سے غالب کو سمجھنا مشکل کام ہے۔ انھوں نے اپنے خطبے میں غالب کا ہندی کے معاصرین سے خاص طور سے بھارتیندو ہریش چندر سے موازنہ کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے کہا کہ غالب کو ہندی کے دوہے میں بھی ڈھالا گیا۔ ہندی میں بھی غالب کا مقام اونچا ہے۔ تقریب کی صدارت لندن کے مہمان اسکالر ضیاء الدین شکیب نے کی۔ تعارفی تقریر پروفیسر نقی حسین جعفری نے کی۔ خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب نے خیر مقدمی تقریر کی۔ خطبے سے پہلے مرزا غالب پر گل پوشی اور فاتحہ خوانی کی گئی۔ اس موقع پر مدھومیتا بوس نے غالب کی غزلیں موسیقی کے ساتھ پیش کیں۔

(ڈاک سے)

● نئی دہلی۔ پروفیسر محمد مجیب نے راسخ العقیدگی اور انفرادی ضمیر کی آزادی کے درمیان کش مکش میں انفرادی آزادی کو ترجیح دی کیوں کہ ان کے نزدیک مذہبی عقیدے کو پورے وثوق اور رضا ورغبت کے ساتھ اختیار کرنے اور خدا کے ساتھ براہ راست رشتہ قائم کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ مجیب صاحب نے مسلمانوں کی تاریخ کے گہرے مطالعے اور تجزیے کے دوران تقلید اور اجتہاد کی طاقتوں کے درمیان ایک مسلسل آویزش کی نشان دہی کی۔ مجیب صاحب نے سرسید، علامہ اقبال اور مولانا آزاد کی اجتہادی فکر کا محاکمہ کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ مسلم ذہن اور معاشرے کو فروغ دینے کے لئے ان کے افکار کو سمجھنا اور عمل میں لانا ضروری ہے۔ ان خیالات کا اظہار قومی اقلیتی کمیشن کے سربراہ جناب محمد حامد انصاری نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے زیر اہتمام پروفیسر مجیب یادگاری خطبہ پیش کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے کہا کہ پروفیسر مجیب نے مسلم حکمرانوں کی اسلام کی اصل تعلیمات سے دوری اور مذہب کو اپنے سیاسی مفادات کے لئے استعمال کئے جانے کی بھی سخت گرفت کی انھوں نے کہا کہ مجیب صاحب نے روایت اور اجتہادی کاوشوں کے درمیان ایک مثبت توازن قائم رکھنے پر زور دیا۔ اس سے پہلے ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے ڈائرکٹر پروفیسر اختر الواسع نے اس خطبے کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب حامد انصاری کا استقبال کیا اور کہا کہ پروفیسر محمد مجیب یادگاری خطبے کے لئے آج جناب محمد حامد انصاری کو اپنے درمیان پانا ہمارے لئے باعث اعزاز ہے۔ حامد انصاری صاحب وسیع انتظامی اور سفارتی تجربے کے ساتھ ساتھ ایک گہرے علمی تفکر اور نگاہ کے حامل بھی ہیں۔

جامعہ کے وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحسن نے اپنے صدارتی خطبے میں جناب حامد انصاری کے خطبے کو پروفیسر مجیب کے افکار کو سمجھنے اور پیش کرنے کی ایک نہایت بلیغ کوشش قرار دیا۔

(روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی)

مشاعرے

● نئی دہلی 24 دسمبر، اردو سوسائٹی کے زیر اہتمام دیال سنگھ کالج میں کمال جعفری کے اعزاز میں ایک شعری نشست کا انعقاد 24 دسمبر 2006 کو کیا گیا۔ جس میں اردو سوسائٹی کے کنوینر ڈاکٹر مولا بخش نے کمال جعفری کی

شاعری پر گفتگو کی اور کہا کہ اپنے شعری مجموعے 'عکس تمنا' (1981) ''حرف دلنواز' (1999) میں انھوں نے غزل میں پائی جانی والی رمزیت اشاریت کوحتی الامکان مجروح نہیں ہونے دیا۔ پروگرام کی نظامت ڈاکٹر مولا بخش نے اورصدارت کہنہ مشق شاعر ابرار کرتپوری نے کی۔اس موقع پر جن مدعو شعرا نے اپنے کلام سے سامعین کونواز اان میں ابرار کرتپوری ،کمال جعفری ،شہیر رسول، سہیل فاروقی ،اسرار جامعی ،عبید الرحمٰن ،کوثر مظہری ،شعیب مرزا، عادل حیات اور اسرار احمد رازی شامل ہیں۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

کیرانہ،13 دسمبر انجمن خلوص وادب کی جانب سے ایک طرحی نشست کاانعقاد محلہ شہ دریاں علی حیدر زیدی کے دولت کدہ پرہوا ،جس کی صدارت چیئر مین کیرانہ حاجی عبدالعزیز انصاری نے کی ۔جبکہ نظامت ڈاکٹر اکمل راہی صدیقی نے کی۔نشست میں بیرونی شعرا کی آمد پر مظفر رزمی کیرانوی نے اس طرحی نشست کوآزاد مشاعرے میں تبدیل کردیا۔اس نشست میں شریک شعرا میں تمنا جمالی بڈھانوی ،مظفر رزمی کیرانوی، انصارصدیقی، آس محمد آس ، چودھری ریاست علی، ڈاکٹر شباب صدیقی، اظہار بڈھانوی ،ڈاکٹر اکمل راہی بڈھانوی، ڈاکٹر سلیم فاروقی، بلال قریشی ،شوق پانی پتی ، سلیم مظفرنگری، شاداں ہونق ، غالب کیرانوی ، ڈاکٹر ظہور رامپوری ، احمد مظفرنگری، حکیم افضال، سردارعلی سردار، شیرخان ساحل اورنسیم عادل قابل ذکر ہیں۔ یہ مشاعرہ صدرنشست کے کلیدی خطبے پر اختتام پذیر ہوا۔ڈاکٹر عوض علی عوض نے تمام حاضرین کاشکریہ ادا کیا۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

● چھپرہ۔ 24/دسمبر معروف شاعر پروفیسر وسیم بریلوی نے اپنی غزلوں سے چھپرہ کے مظہر الحق ایکتا بھون میں منعقد مشاعرہ کے سامعین کو اردو شاعری کے عروج پر پہنچادیا ۔مظہرالحق کے 140 ویں یوم پیدائش کے موقع پر منعقد کل ہند مشاعرے میں ملک کے معروف شعرانے اپنے کلام سے چھپرہ کے ادب نواز باشندگان کونوازا ۔ ناظم مشاعرہ انور جلالپوری کے علاوہ الطاف ضیاء جسن کاظمی، پرویز اشرف ،انیس بوستانی،ڈاکٹر سیتا سنگھ ایم ،مشتاق احمد نوری، خورشید ساحل،رضا حید ررضوی اور کریک بیتاوی نے بھی سامعین کومحظوظ کیا۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

رسم اجرا

جہان دیگر

● علی گڑھ،11 /دسمبر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ وائلڈ لائف سائنسز کے سابق سربراہ پروفیسر ایچ ایس اے یحییٰ کی اور ٹیکنولوجی پر کتاب 'جہان دیگر' کا اجرا مرکزی وزیر مملکت برائے فروغ انسانی وسائل ایم اے فاطمی نے شاستری بھون نئی دہلی میں کیا۔ پروفیسر یحییٰ نے بتایا کہ انھوں نے یہ کتاب اپنے 35 سالہ پرندوں کے گہرے مطالعہ اور 15 ممالک کا سفر کرنے کے بعد تحریر کی ہے۔تقریب میں موجودہ معززین نے پروفیسر یحییٰ کی کتاب کو سراہتے ہوئے کہا کہ ان کی کتاب اس معنی میں بھی اہم ہے کہ انھوں نے اس کتاب کواردو زبان میں تحریر کیا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ مصنف نے کتاب میں پرندوں کے تعلق سے جومواد مہیا کرایا ہے وہ نہ صرف معلومات میں اضافے کا سبب ہے بلکہ وائلڈ لائف سائنسز کے موضوع پر جوعالمی تنظیمیں کام کررہی ہیں ان کی جانکاری بھی اس میں موجود ہے۔مسٹر فاطمی نے کہا کہ پروفیسر یحییٰ نے اپنی سائنسی فکر کا اظہار ادب کے ذریعے کیا ہے۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

'میڈیا روپ اور بہروپ'

● نئی دہلی ،20 /دسمبر ہمارے معاشر میں اردو صحافی کی وہ عزت اور پذیرائی نہیں ہوتی جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں،اردو کا صحافی ہمیں صرف آگہی اور شعور ہی نہیں بخشتا بلکہ اپنے خون جگر سے اردوزبان کے علاوہ تہذیب وثقافت کی آبیاری بھی کرتا ہے ۔ان خیالات کا اظہار غالب اکیڈمی میں اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے زیراہتمام سہیل انجم کی کتاب ''میڈیا روپ اور بہروپ'' کا اجرا کرتے ہوئے مقررین نے کیا۔ تقریب کی صدارت پروفیسر عبدالحق اور نظامت سپریم کورٹ کے وکیل وصی احمد نعمانی نے کی جب کہ بطور مہمان خصوصی پروفیسر اختر الواسع ،م افضل ،جی ڈی چندن ،ڈاکٹر خواجہ اکرام نے شرکت کی ۔ جلسے کا آغاز حکیم محمد احمد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس موقع پر مہمان خصوصی کے علاوہ مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی نے اردو اخباروں کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

''نقش خیال''

ناگپور ودربھ (مہاراشٹرا) کے جدید لب ولہجہ کے شاعر جناب محفوظ اثر کے اولین کلام ''نقش خیال'' کی رسم اجرا 16، دسمبر کی 9 بجے رات بہ دستِ جناب انیس احمد خان انیس دہلوی عید گاہ ہال، مومن پورہ ناگپور میں انجام پائی۔ ادبی اجلاس کی صدارت جناب یونس انیس انصاری نے کی۔ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے۔ ناگپور میں اردو ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے جناب محفوظ اثر کی شخصیت وفن کا جائزہ لیا۔ جناب شاغل ادیب ادبی اجلاس کے دوسرے مہمانِ خصوصی تھے۔ انھوں نے ''محفوظ اثر کی غزل'' کے

عنوان پر بسیط و پر مغز مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ محفوظ اثر نے جدیدیت کے رجحان کو شعوری طور پر اپنایا ضرور ہے لیکن ان کے ہاں دیگر جدیدیوں کی طرح لامعنویت اور جنسی گندگی نہیں ملتی۔ محفوظ اثر کی غزل میں ان کی شریف النفسی اور ذہنی پاکیزگی کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ (ڈاک سے)

'اسلام مینس پیس'

● نئی دہلی، 6 / دسمبر معروف اسکالر ڈاکٹر جاوید جمیل کی تازہ ترین تصنیف "اسلام مینس پیس" (Islam Means Peace) کی رسم اجرا 5 دسمبر کو انڈیا اسلامک کلچر سینٹر نئی دہلی کے آڈیٹوریم میں مرکزی وزیر برائے نشر و اشاعت پریہ رنجن داس منشی کے ہاتھوں عمل میں آئی مرکزی وزیر نے کتاب کو ایک انتہائی نازک دور میں لکھی ہوئی اہم ترین کتاب قرار دیا۔ ہمدرد یونیورسٹی کے چانسلر جناب سید حامد نے کتاب کی اہمیت و افادیت پر زور دیا۔ محترمہ نرملا دیش پانڈے نے کہا کہ ڈاکٹر جاوید جمیل کی کتاب تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے عوام میں یکجہتی کا جذبہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوگی۔ اس کے علاوہ سید شہاب الدین اور مائنارٹی سیل کے چیئرمین ظفر محمود نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جاوید جمیل کو مبارکباد دی۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

چار محرابوں والا دالان

● لکھنؤ، 7 دسمبر۔ بادشاہ حسین کی کہانیوں میں پورے مشرقی اتر پردیش کے جدوجہد کرنے والے کسانوں، کھیت مزدوروں اور اقلیتوں کی شبیہ دیکھی جاسکتی ہے۔ مشہور کہانی کار وبھوتی نرائن رائے نے بادشاہ حسین رضوی کی کہانیوں کے مجموعے 'چار محرابوں والا دالان' کے اجرا کے موقع پر مذکورہ خیالات ظاہر کئے۔ انڈین پیپلز تھیٹر ایسوسی ایشن (اپٹا) کے زیر اہتمام جے شنکر پرساد ہال قیصر باغ میں جلسہ ہوا۔ اس موقع پر کامنا ناتھ، شکیل صدیقی اور ویریندر سمیت دیگر شخصیات موجود تھیں۔ پروگرام کی نظامت راکیش نے کی۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

"تعلیمی جہات"

مؤناتھ بھنجن 11 دسمبر۔ ڈاکٹر ایم. نسیم اعظمی کی کتاب "تعلیمی جہات" کا اجرا سر اقبال پبلک اسکول میں منعقدہ ایک تقریب میں کیا گیا۔ کتاب کا اجرا ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم صرف گفتگو کے عادی ہوگئے ہیں مگر صرف گفتگو سے کام چلنے والا نہیں ہے اس لئے یہ فکر ہونی چاہیے کہ جو جہاں ہے وہ قوم کو کچھ دینے کی کوشش کرے۔ ڈاکٹر ایم. نسیم اعظمی نے اپنی کتاب کے ذریعے تعلیمی منصوبہ بندی کا خلاصہ کیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تعلیم کے شعبے میں کون کون سی تعلیمی جہات ہیں جن پر چل کر قوم باعزت اور باوقار بن سکتی ہے۔

تقریب کے مہمان خصوصی محمد طیب پالکی چیئرمین نگر پالیکا پریشد نے کہا کہ اردو مادری زبان کے طلبہ کے لئے یہ کتاب مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سابق چیئرمین ارشد جمال نے کتاب کے موضوعات کے حوالے سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت اجاگر کی۔ ڈاکٹر شکیل احمد، جناب عزیر احمد اور جامعہ مفتاح العلوم کے ناظم اعلیٰ مولانا ناصح اللہ نے بھی اظہار خیال کیا۔

(ڈاک سے)

دھنک رنگ جذبے

● ڈاکٹر محبوب راہی کی رومانی نظموں، گیتوں، دوہوں اور رباعیات و قطعات جو گذشتہ چار پانچ دہائیوں میں اردو کے رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں ان تمام کو سمیٹ کر راہی صاحب کے شاگرد رشید ڈاکٹر گنیش گائیکواڑ نے دیوناگری رسم الخط میں منتقل کرکے "دھنک رنگ جذبے" کے عنوان سے شائع کیا ہے جس کا اجرا حال ہی میں بلڈانہ پرگتی واچنالیہ کے ثقافتی ہال میں مشہور مراٹھی شاعر وادیب سدانند سنگارے کے ہاتھوں انجام پائی۔ صدارت کہنہ مشق ہندی، مراٹھی شاعر پروفیسر ایکناتھ نے فرمائی جب کہ مہمانان خصوصی کی حیثیت سے ہندی غزل کے مقبول شاعر پرکاش پروہت، مراٹھی شاعر وادیب اور مترجم بھگوان ٹھگ اور ڈاکٹر محبوب راہی شریک محفل تھے۔ اپنی تقاریر میں متذکرہ بالا تمام حضرات نے محبوب راہی کی شاعری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر گنیش گائیکواڑ نے محبوب راہی کی اردو تخلیقات کو ہندی کا جامہ عطا کرکے ایک منفرد اور قابل ستائش کارنامہ انجام دیا ہے یہ اردو اور ہندی دونوں زبانوں کو قریب لانے کی مستحسن کوشش ہے۔

(ڈاک سے)

جانے والوں کی یاد

نظر احسن

● پٹنہ، 19 دسمبر پٹنہ یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور ممتاز اسکالر ڈاکٹر نظر احسن کا آج صبح ساڑھے دس بجے سائنس کالج میں ایک کلاس لینے

کے دوران حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا۔ نظر احسن 1996 سے 1998 تک پٹنہ یونیورسٹی کے پرووائس چانسلر رہے اور اس کے بعد 1998 سے 2000 تک وہ اسی یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے اور اپنی شاندار انتظامی کارکردگی سے ایک اہم مقام بنایا۔ اس سے قبل وہ سائنس کالج میں شعبۂ زولوجی کے صدر تھے۔ ان کے پسماندگان میں 2 بیٹیاں ہیں۔ ڈاکٹر نظر احسن پٹنہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بننے سے قبل دو مرتبہ پرووائس چانسلر بنے۔ ان کا شمار ریاست بہار کے ایک عظیم ماہر تعلیم اور کامیاب ایڈمنسٹریٹر کے طور پر ہوتا تھا اور وہ کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ، ملازمین اور طلبہ کے درمیان کافی مقبول تھے۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

عبدالمنان شکوری

● مشہور صحافی اور کہنہ مشق خطاط عبدالمنان شکوری کا چند دن کی علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 3 بیٹے اور 2 بیٹیاں ہیں۔ مرحوم تقریباً 53 سال قبل ضلع گیا، بہار سے دہلی آ گئے تھے اور اپنی فنی مہارت کی بنیاد پر ایک اہم مرتبے کی حامل شخصیت بن گئے تھے۔ انہیں رسائل کی ترتیب و تزئین میں خصوصی دسترس حاصل تھی وہ ہفت روزہ 'نئی دنیا' 'پالیکا سماچار' 'سینک سماچار' اور 'تعمیر ہریانہ' کے علاوہ بے شمار رسائل و اخبارات سے وابستہ رہے۔ علاوہ ازیں کئی رسائل بھی اپنی ادارات میں شائع کیے۔

(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)

شوکت صدیقی

● اردو ادب آہستہ آہستہ اپنے مایۂ ناز تخلیق کاروں اور صحافیوں کو کھوتا جا رہا ہے۔ ہندوستان سے پاکستان تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ ایسی حالت میں شوکت صدیقی کا ابدی نیند سونا غمناک حادثہ سے کم نہیں۔ 18 دسمبر 2006 بروز پیر 63 سال کی عمر میں وہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

شوکت صدیقی 1923 میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ پیدائشی طور سے ذہین تھے۔ وہ اپنے پہلے افسانوی مجموعہ "تیسرا آدمی" 1952 سے ہی مقبول ہو گئے تھے۔ اس مجموعے نے جگہ جگہ گفتگو کے دروازے کھولے۔ دراصل ان کے افسانوں میں حقیقت نگاری کا عکس نظر آتا ہے۔ انہیں کیڑے مکوڑے جیسے کرداروں پر بھی افسانے قلمبند کرنے میں تامل نہ تھا۔ اسی وجہ سے نقادوں نے انہیں اردو کا جادوگر تک کہا۔ شوکت صدیقی نے صرف افسانوں کے میدان میں ہی مقبولیت حاصل نہیں کی بلکہ ناول نویس کے طور پر بھی انھوں نے گفتگو کے دروازے کھولے۔ "خدا کی بستی" ان کا پہلا ناول ایک عظیم ادبی شاہکار ہے جو عالمی سطح پر سراہا گیا۔ کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے پچاس سے زائد ایڈیشن پاکستان میں شائع ہوئے اس کے علاوہ ان کے ادبی شاہکاروں میں "جانگلوس" اور "چاردیواری" جیسے ناول بھی ہیں۔ ان کے ناول پاکستان انڈر ورلڈ کو نمایاں کرتے ہیں۔

(روزنامہ اخبار مشرق، دہلی)

مولانا صفی الرحمان مبارکپوری

● نئی دہلی، 3 دسمبر، ہندو بیرون ہند میں یکساں طور پر مقبول اور شہرت یافتہ عالم دین اور سیرت نگار مولانا صفی الرحمان مبارکپوری کا طویل علالت کے بعد آج ان کے وطن مبارکپور اعظم گڑھ میں بعد نماز جمعہ انتقال ہو گیا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کی ایک پریس ریلیز کے مطابق مولانا صفی الرحمان مبارکپوری کی وفات عالم اسلام کے لیے عموماً اور جماعت اہل حدیث کے لیے خصوصاً ایک عظیم سانحہ ہے۔ انھوں نے ایک عرصے تک جامعہ سلفیہ بنارس میں تحقیقی و تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسی دوران رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے سیرت نگاری کے عالمی مقابلے میں انھوں نے شرکت کی اور ان کی مایہ ناز کتاب "الرحیق المختوم" کو اول انعام کا حق دار قرار دیا گیا جس کے بعد آپ کے علمی مقام سے ملت اسلامیہ واقف اور شہرت کی بلندیوں پر سرفراز ہوئی۔ اس کتاب کے علاوہ مختلف فنون میں آپ کی تصنیفات کی ایک لمبی فہرست ہے جو علمی حلقوں سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ (قومی آواز، دہلی)

انبساط احمد علوی

● نئی دہلی، 2 دسمبر معروف صحافی انبساط احمد علوی کا آج صبح دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا وہ 53 سال کے تھے۔ انھیں بعد نماز عصر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس موقع پر متعدد علمی اور ادبی شخصیات موجود تھیں۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ اور ایک دس سال کا بیٹا ہے۔ انبساط احمد علوی تقریباً 10 سال تک امریکہ میں وائس آف امریکہ اور 4 سال تک لندن میں روزنامہ ٹیلیگراف سے وابستہ رہے۔ انھوں نے نیویارک میں اقوام متحدہ کے دفتر میں ایشیائی امور کے آفیسر کے طور پر خدمات انجام دیں اور 70 کی دہائی میں نئی دہلی میں لیبیا کے سفیر کے ایڈوائزر کے طور پر کام کیا مشرق وسطی کے سیاسی حالات سے وہ خاص واقفیت رکھتے اور وہاں کی گذشتہ تین دہائیوں کی سیاسی صورت حال پر ان کی گہری

نظر تھی۔ وائس آف امریکہ میں رہتے ہوئے ۔انھوں نے مشرق وسطی کے تقریباً تمام بڑے سیاسی رہنماؤں کے انٹرویو کیے تھے ۔ ہندوستان آنے کے بعد تحقیقی اور علمی کاموں سے ان کو شغف رہا اور تقریباً دو سال تک سہارا انڈیا پریوار کے اردو ہفت روزہ عالمی سہارا سے بطور پولیٹیکل ایڈیٹر وابستہ رہے۔ حال ہی میں انھوں نے اپنے دو ہفت روزہ ''عربین سی آبزرور'' (انگریزی) اور بزم جہاں (اردو) شروع کیے تھے۔ **(روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی)**

مولانا عبدالرشید ازہری

● نئی دہلی، 7 دسمبر، اسلامی اسکالر اور مدرسہ ریاض العلوم دہلی کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرشید ازہری کا آج یہاں انتقال ہوگیا۔ وہ تقریباً 70 برس کے تھے، ان کے پسماندگان میں بیوی کے علاوہ 4 بیٹے اور 4 بیٹیاں ہیں۔ بعد نماز عصر قبرستان پنجابیان میں تدفین عمل میں آئی۔ جنازہ کی نماز میں سید احمد بخاری، مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا نواب الدین نقشبندی اور مولانا عبدالمنان بستوی نے شرکت کی۔ انھوں نے جامعہ ازہر مصر میں اپنی تعلیم مکمل کی اور اس کے بعد وہ سعودی دارالافتا سے ایک دہائی سے زائد عرصے تک وابستہ رہے۔ اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک درجن سے زائد کتابیں انھوں نے مرتب کیں۔ **(ڈاک سے)**

حکیم منظور احمد

● سری نگر، مشہور کشمیری شاعر صحافی اور ادیب حکیم منظور احمد کا آج دہلی کے آل انڈیا میڈیکل ہسپتال میں انتقال ہوگیا۔ وہ 70 سال کے تھے۔ وہ طویل عرصہ سے گردے کی بیماری میں مبتلا تھے۔ کل یہاں ان کی تدفین کی جائے گی۔ مسٹر احمد نے اردو زبان میں 'ناتمام' 'برف راتوں کی آگ' اور 'لہولہس چنار' سمیت 15 سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ریاستی سرکار میں بھی محکمۂ تعلیم کے سربراہ ڈسٹرکٹ ڈیولپمنٹ کمشنر اور کسٹوڈین جنرل جیسے کئی عہدوں پر کام کیا۔ وہ دہلی میں ریاست کے ریزیڈنٹ کمشنر بھی رہے۔ جموں وکشمیر کے وزیر اعلیٰ غلام نبی آزاد نے ان کی موت پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ مسٹر احمد 1937 میں پیدا ہوئے تھے۔ **(روزنامہ قومی آواز، دہلی)**

منیر نیازی

● لاہور، پاکستان کے معروف اردو اور پنجابی کے شاعر منیر نیازی کا کل شام یہاں ایک اسپتال میں انتقال ہوگیا۔ وہ 89 برس کے تھے۔ سانس کی تکلیف پیدا ہونے پر انھیں جناح اسپتال لے جایا گیا تھا جہاں ان پر دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ انھوں نے مقامی وقت کے مطابق رات ساڑھے آٹھ بجے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم بے اولاد تھے پسماندگان میں صرف اہلیہ ہیں۔

منیر نیازی 1927 میں ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے تھے اور تقسیم ملک کے بعد پاکستان منتقل ہوگئے تھے۔ بی بی سی کے مطابق منیر نیازی گریجویشن کے بعد ہندوستانی بحریہ میں بھرتی ہوگئے تھے لیکن یہ ملازمت انھوں نے جلد ہی چھوڑ دی تھی۔ ممتاز نقاد سلیم اختر کے مطابق منیر نیازی انسانی جذبوں کے شاعر تھے اور اپنی مختصر نظموں کے ذریعے انھوں نے اردو شاعری کو ایک نئی پہچان عطا کی تھی۔

منیر نیازی کی اردو شاعری کے 13 مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ پنجابی ادب کو انھوں نے اپنے تین مجموعوں سے مالا مال کیا ہے۔ ان کا ایک مجموعہ انگریزی میں بھی ہے۔ **(روزنامہ قومی آواز، دہلی)**

□□□

بچوں کی صلاحیتیں ان کی مادری زبان سے ابھرتی ہیں۔
گھروں میں بہتر اردو تعلیم کا انتظام کیجیے۔
اردو کی نئی نسل کو تیار کرنا ہم سب کا فرضِ اولین ہے۔

جناب پرویز شہریار صاحب کی تقرری
قومی اردو کونسل میں بحیثیت پرنسپل پبلی کیشن آفیسر

● اردو کے معروف ادیب اور افسانہ نگار جناب پرویز شہریار نے 2/جنوری 2007 کو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے پرنسپل پبلی کیشن آفیسر کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ اس سے پہلے وہ نیشنل کونسل آف ریسرچ اینڈ ٹریننگ، نئی دہلی میں ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور اردو کی پہلی سے بارھویں جماعت تک کی سبھی مضامین کی نصابی کتابوں کی طباعت و اشاعت میں نمایاں طور پر کام کیا ہے۔

جناب پرویز شہریار کا مولد جمشید پور ہے۔ انھوں نے آر۔ڈی۔ ٹاٹا ہائی اسکول سے میٹرک فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔ جمشید پور کوآپریٹیو کالج (رانچی یونیورسٹی) سے آئی.ایس.سی. (ریاضی) کی اور بی.اے. (انگریزی آنرس) کی ڈگری فرسٹ ڈویژن سے حاصل کی۔ 1991 میں ایم.اے. (اردو) کی ڈگری جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی سے امتیازی نمبروں سے حاصل کی اور یونیورسٹی میں اول آئے۔ اس پر دہلی اردو اکادمی اور جواہر لال نہرو میموریل سوسائٹی، نئی دہلی نے انعام و اسناد سے نوازا گیا۔ 1993 میں ان کے تحقیقی مقالہ ''منٹو اور عصمت کے یہاں عورت کا تصور'' پر جواہر لال نہرو یونیورسٹی سے انھیں ایم.فل. کی ڈگری تفویض کی گئی۔ فی الحال، دہلی یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری کے لیے ''راجندر سنگھ بیدی کے افسانوی ادب کا تنقیدی مطالعہ'' کے موضوع پر ریسرچ کر رہے ہیں۔

انھوں نے پروفیشنل تعلیم کے صیغے میں ترقی اردو بیورو، نئی دہلی سے خطاطی کا ڈپلوما حاصل کیا۔ ماس میڈیا کا ایڈوانس ڈپلوما انھیں جواہر لال نہرو یونیورسٹی سے 1991 میں ملا۔ انھوں نے پوسٹ گریجویٹ ڈپلوما ان بک پبلیشنگ (اسپشلائزیشن ان ایڈیٹنگ) کا دو سالہ کورس 1995 میں دہلی یونیورسٹی سے پاس کیا، یونیورسٹی میں اول مقام حاصل کیا اور دہلی یونیورسٹی نے ان کے تحقیقی مقالہ'' اردو لیزر ٹائپ سیٹنگ: اِشو، پرابلمز اینڈ چیلنجز ان بک پبلیشنگ انڈسٹری ان انڈیا'' پر انھیں گولڈ میڈلسٹ کی سند سے سرفراز کیا۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا اور ان کا پہلا افسانہ 1980 میں شائع ہوا جب وہ دسویں جماعت کے طالب علم تھے۔ شروع میں وہ جدیدیت کے رجحان سے متاثر رہے اور کچھ علامتی اور تجریدی افسانے بھی لکھے۔ ان کا ایک علامتی افسانہ'' نئی روشنی کا آخری ڈرامہ'' 1985 میں شائع ہوا اور 1986 میں'' سایہ سایہ جنگل''،'' شب خون'' میں۔ اس کے بعد وہ افسانے میں کہانی پن اور حقیقت نگاری کو زیادہ اہمیت دینے لگے۔

ان کے کئی افسانے آل انڈیا ریڈیو سے بھی نشر ہوئے۔ ان کی نظمیں'' شاعر'' اور'' کتاب نما'' میں شائع ہوتی رہی ہیں اور'' آجکل''،'' ایوان اردو''،'' اردو دنیا'' اور'' اخبار اردو'' میں علمی و ادبی مضامین شائع ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں۔

پچھلے سال ان کے افسانوں کا مجموعہ'' بڑے شہر کا خواب'' شائع ہوا ہے۔ ان کی ایک تحقیقی اور تنقیدی کتاب'' منٹو اور عصمت کے یہاں عورت کا تصور'' زیر طبع ہے۔

قومی اردو کونسل میں جناب پرویز شہریار کی آمد کا اردو حلقوں میں پرتپاک خیر مقدم ہوا ہے۔ (ادارہ)

تبصرہ و تعارف

کلیات علی سردار جعفری، جلد اول و دوم (شاعری) / مرتب: علی احمد فاطمی
صفحات (جلد اول): 496، قیمت: -/164 روپے
صفحات (جلد دوم): 533، قیمت: -/200 روپے
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، آر.کے. پورم، نئی دہلی۔ 66
مبصر: محمد عمر رضا، E-224، مہاندی ہوسٹل، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی۔ 110067

کلیات علی سردار جعفری کی پہلی جلد ''پرواز'' (1944)، سیاسی مثنوی ''جمہور'' (مارچ 1946)، طویل تمثیلی نظم ''نئی دنیا کو سلام'' (مئی 1947)، ''خون کی لکیر'' (1949)، ''امن کا ستارہ'' (جولائی 1950) اور دوسری جلد ایشیا جاگ اٹھا (اکتوبر 1950) پتھر کی دیوار (1953)، ایک خواب اور' (1964)، پیراہن شرر (1965) اور لہو پکارتا ہے (1978) کے علاوہ بعد کی چند دیگر نظموں و غزلوں پر مشتمل ہے۔

جلد اول میں شامل شعری تخلیقات اس عہد کی یاد تازہ کر دیتی ہیں جب ہندوستان اپنی آزادی کے لیے انگریزی حکومت سے برسر پیکار تھا، ساتھ ہی ترقی پسند تحریک اپنے مخصوص پیمانوں پر شاعروں اور ادیبوں کو اپنی تخلیقات پیش کرنے کے لیے کسی حد تک مجبور بھی کر رہی تھی۔ چوں کہ سردار جعفری خود بھی ترقی پسند تھے، اس لیے اس عہد کی تخلیقات کا لہجہ انقلابی اور باغیانہ ہے۔ مثلاً ''پرواز'' میں کل 63 نظمیں اور غزلیں ہیں جن میں بیشتر نظمیں انقلابی ہیں۔

سیاسی مثنوی ''جمہور'' بھی انقلابی رنگ و آہنگ لیے ہوئے ہے۔ طویل تمثیلی نظم ''نئی دنیا کو سلام'' کے ذریعے علی سردار جعفری نے ہندوستانی عوام کو آزادی کی جدوجہد جاری رکھنے پر زور دیا ہے اور ''خون کی لکیر'' میں آزادی کے بعد بھی ہندوستان کی سماجی و سیاسی صورت حال میں کسی قسم کی بہتری نہ آنے پر نہ صرف افسوس کا اظہار کیا ہے بلکہ شکوہ بھی کیا ہے:

کون آزاد ہوا؟
کس کے ماتھے سے غلامی کی سیاہی چھوٹی
میرے سینے میں ابھی درد ہے محکومی کا
مادرِ ہند کے چہرے پہ اداسی ہے وہی
خنجر آزاد ہیں سینوں میں اترنے کے لیے
موت آزاد ہے لاشوں پہ گزرنے کے لیے

''امن کا ستارہ'' میں شامل تینوں نظموں میں سردار جعفری نے سوویت یونین اور اسٹالن کی تعریف اور روس میں قائم اشتراکی نظام کی پرزور وکالت کی ہے اور ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ایسے نظام کے قیام کے لیے ہندوستانی عوام کو سرخ پرچم کے تحت متحد ہونے کی تلقین کی ہے۔

دوسرے جلد میں شامل شعری تخلیقات سردار جعفری کا شعری و فکری مزاج بتدریج تبدیل ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ مثلاً طویل نظم ''ایشیا جاگ اٹھا'' سے قطع نظر بقیہ جملہ شعری تخلیقات میں رومانوی فضا غالب ہے۔ ''پتھر کی دیوار''، ''بمبئی''، ''دکن کی شہزادی''، ''اودھ کی خاک میں''، ''میرے خواب''، ''شادی کا دن''، ''جیل کی رات''، ''تمھاری آنکھیں''، ''تجدید وفا''، ''نیند'' اور غزلیں بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

''ایک خواب اور'' میں شامل تقریباً بیس غزلیں اور ''پیراہن شرر'' میں نظموں کے علاوہ غزلوں کی موجودگی اس بات کی غماز ہے کہ علی سردار جعفری اب نظریاتی فکر سے اوپر اٹھ چکے تھے۔

اس مجموعے کی بیشتر نظموں اور غزلوں میں شیرینی، حلاوت، رنگینی اور لطافت موجود ہے جس سے قارئین محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس میں شامل نظم ''کون دشمن ہے؟'' کے اشعار بیسویں صدی کے اخیر میں ہند و پاک تعلقات کے حوالے سے بار بار پڑھے گئے:

تم آؤ گلشن لاہور سے چمن بردوش
ہم آئیں صبح بنارس کی روشنی لے کر
ہمالیہ کی ہواؤں کی تازگی لے کر
اور اس کے بعد یہ پوچھیں کہ کون دشمن ہے؟

اس کے علاوہ نظم ''صبح فردا'' کے یہ اشعار بھی فضاؤں میں خوب گونجے:

یہ سرحد جو لہو پیتی ہے اور شعلے اگلتی ہے
ہماری خاک کے سینے پہ ناگن بن کے چلتی ہے
سجا کر جنگ کے ہتھیار میداں میں نکلتی ہے
میں اس سرحد پہ کب سے منتظر ہوں صبح فردا کا

آخری مجموعۂ کلام ''لہو پکارتا ہے'' میں شامل نظم ''گفتگو'' کے چند مصرعے بھی ہند و پاک دوستی کے تعلق سے ضرب المثل بن گئے تھے:

گفتگو بند نہ ہو

بات سے بات چلے

صبح تک شام ملاقات چلے

ہم پہ ہنستی ہوتی تاروں بھری رات چلے

علی سردار جعفری ایک عہد ساز شاعر تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، امن و اتحاد کا نعرہ بلند کیا اور اخیر عمر تک وہ انسان دوستی کا پیغام دیتے رہے۔ انھی خدمات کے پیش نظر انھیں ہندوستان کے اہم ادبی اعزاز گیان پیٹھ ایوارڈ (1997) سے سرفراز کیا گیا تھا۔

مقدمے میں ''لہو پکارتا ہے'' کا سنہ اشاعت 1968 بتایا گیا ہے جب کہ اس کا صحیح سنہ اشاعت 1978 ہے۔ ممکن ہے یہ کمپوزنگ کی غلطی ہو۔ اس سے قطع نظر علی سردار جعفری کی جملہ شعری تخلیقات کو کلیات کی شکل میں شائع کرنے کے لیے قومی اردو کونسل مبارک باد کی مستحق ہے۔

سہ ماہی فکر و تحقیق / داغ دہلوی نمبر، شمارہ 4 جلد 9 (اکتوبر۔دسمبر 2006)

مدیر: رشمی چودھری

مشیر: مخمور سعیدی

معاون مدیر: ڈاکٹر رئیس احمد

صفحات: 272، قیمت: -/25 روپے

ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ، ویسٹ بلاک۔1، ونگ۔6، آر.کے. پورم، نئی دہلی۔ 110066

مبصر: ظہیر رحمتی: شعبۂ اردو، ذاکر حسین کالج (شبینہ) دہلی یونیورسٹی، دہلی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا رسالہ سہ ماہی ''فکر و تحقیق'' عصر حاضر میں اردو زبان و ادب کے معدودے چند معیاری رسالوں میں سے ایک ہے۔ ''فکر و تحقیق'' کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس جریدے نے اردو کے کلاسیکی ادب سے متعلق معیاری تحقیق و تنقید کو فروغ دیا اور کلاسیکی ادب کی معنویت کو معاصر تنقیدی تناظر میں اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی متذکرہ شمارہ ''داغ دہلوی نمبر'' ہے۔ داغ دہلوی کی شاعری کو مغرب زدہ نقادوں نے فکر سے عاری، سطحی، عیاشانہ اور ہوس پرستانہ شاعری قرار دے کر داغ اور داغ کے متبعین کو زیادہ اہمیت نہیں دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیسویں صدی کی ربع اول کے بعد کی شاعری زبان و بیان کے محاسن اور فنی چابکدستی سے عاری ہوگئی۔ بیشتر ترقی پسند اور جدید شعرا سادگی و پرکاری کے فن سے بے بہرہ ہوگئے۔ داغ دہلوی ایک صاحب طرز باکمال استاد شاعر ہی نہیں تھے بلکہ اردو ادب کی تاریخ میں ناسخ کے بعد ایک بڑے دبستان اور ادارے کی حیثیت کے حامل تھے۔ فکر و تحقیق کا ''داغ دہلوی نمبر'' داغ اور دبستان داغ سے متعلق چودہ اہم مضامین پر مشتمل ہے۔

شمس الرحمن فاروقی کا مضمون ''داغ دہلوی'' کلاسیکی تنقید کے تناظر میں داغ شناسی پر کلیدی مضمون ہے۔ اس مضمون سے داغ کے شعری امتیازات اور فنی رموز و نکات کی بھرپور آگہی حاصل ہوتی ہے۔ فاروقی نے مختصر طور پر داغ کے حالات زندگی اور درباروں سے ان کی وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے زمانے میں داغ کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور حسرت موہانی، نیاز فتحپوری اور چکبست لکھنوی جیسے ناقدین کی آرا کا محاسبہ کرتے ہوئے اس خیال کو رد کیا ہے جس کے تحت شاعری، باطنی و داخلی حالات کا بیان، قرار پاتی ہے۔ فاروقی کے مطابق، داغ کی زندگی کے حالات کی روشنی میں نیاز وغیرہ نے یہ خیال عام کیا کہ وہ محض چلبلے اور کھلنڈرے شاعر ہیں اور حسرت موہانی نے یہ ادعا کیا کہ غزل کے شاعر کو ''غیر سنجیدگی'' سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اردو غزل کی کلاسیکی روایت اور خود حسرت کی شاعری میں بھی غیر سنجیدہ عناصر کی کمی نہیں ہے۔ فاروقی، داغ کے شعری تنوعات اور ان کی ہمہ گیری کے سبب انھیں Poet of Poets قرار دیتے ہیں یعنی ان کے یہاں ہر قسم کی شاعری موجود ہے فارسی آمیز شاعری، محاورے کی شاعری، عشق کے تجربات کی شاعری، گہری شاعری، انسانی تصورات پر شاعری۔ داغ کے یہ اوصاف ان کی سادہ بیانی کی چمک میں محو ہو جاتے ہیں۔ فاروقی، داغ کا مختلف انگریزی اور فارسی شعرا سے تقابل کرتے ہوئے انھیں اردو کا سعدی قرار دیتے ہیں۔

حامد حسن قادری کا مضمون جو ان کی ایک کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔ ''داغ، امیر، جلال'' تینوں شعرا کے بعض اشعار کے موازنے پر مبنی ہے۔ خصوصاً داغ و امیر کا موازنہ حامد حسن قادری کا یہ مضمون یادداشتوں پر مبنی ان کی کتاب ''نوادر منتخبہ'' سے ماخوذ ہے جس میں بہت سے دلچسپ واقعات درج ہیں۔ مضمون میں داغ و امیر کے ہم مضمون اور ہم قافیہ اشعار کے تقابل سے داغ کی فوقیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مضمون میں داغ کا آشفتہ سے بھی تقابل کیا گیا ہے اور آشفتہ کے اسلوب ادا کو ترجیح دی گئی ہے، جو کہ کافی حد تک معروضی ہے لیکن داغ و جلال کے اشعار کے موازنے میں قادری صاحب کی رائے میں کلام ہے جس کی وجہ یہ ہے داغ کا شعر ابہام سے پُر ہے، کس کا حال برا ہے، کس کا حال اچھا ہے، نہ تو اس کی وضاحت ہے اور نہ ہی اس کی دلیل جب کہ جلال کا شعر واضح ہے اور منطقی دلیل کے ساتھ ہے۔ جلال کی دلیل کو سامنے کی بات کہہ کر شعری منطق کو رد کرنا صحیح نہیں۔ اسی اعتبار سے

جلال کے شعر کو داغ کے شعر پر فوقیت حاصل ہے۔

گلزار دہلوی نے داغ کی زندگی اور ان کی شاعری پر روشنی ڈالتے ہوئے داغ کے چار اہم دہلوی شاگردوں کی زندگی، ان کی شاعری اور داغ سے ان کے روابط کا ذکر کیا ہے۔ بیخود دہلوی، سائل دہلوی، آغا شاعر قزلباش، پنڈت تربھون ناتھ زتشی زار دہلوی داغ کے ایسے شاگردوں میں تھے جس کے یہاں زبان، محاورہ، روز مرہ تغزل وغیرہ داغ اسکول کے اوصاف کے ساتھ شوخی اور بے تکلف لہجے کے متنوع عکس ہیں۔ داغ کی زبان اور ان کے لہجے کی مزید جہتیں محمود رامپوری اور نوح ناروی کے یہاں نمایاں ہوتی ہیں جو سنجیدہ مطالعے کے متقاضی ہیں۔

''داغ کا قیام حیدرآباد'' پروفیسر سیدہ جعفر کا مضمون ہے۔ انھوں نے مستند حوالوں سے داغ کے زمانۂ قیام حیدر آباد کے واقعات اور حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ میر محبوب علی خاں نے جس قدر داغ کی قدر و منزلت اور عزت افزائی کی وہ بے مثال ہے ان کے مطابق قیام رامپور میں داغ کو وہ اعزازات حاصل نہیں ہوئے تھے جو حیدرآباد میں آصف سادس نے عطا کیے۔ اس کے باوجود رامپور کی محفلوں کی یاد داغ کے دل سے کیوں محو نہیں ہوسکی تھی، اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔ دراصل رامپور وہ مرکز تھا جس نے بقول پروفیسر احتشام حسین داغ کو داغ بنا کر چمکایا۔ ہمارے اکثر محققین داغ کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ رامپور کے افغانی مزاج نے داغ کو رجائیت، شوخی اور بے باکانہ لہجہ عطا کیا۔ محبوب سے برابری کا دعویٰ دہلوی اور لکھنوی شعرا کا شیوہ نہیں بلکہ اہل رامپور کا خاصہ ہے، داغ نے رامپوری شعرا سے استفادہ بھی کیا ہے اور دبستان رامپور پر اپنی گہری چھاپ بھی چھوڑی ہے۔

''داغ دہلوی اور ان کی شاعری'' میں پروفیسر لطف الرحمٰن نے داغ کی جمالیاتی شخصیت کے تعین کے لیے ان کے حالات زندگی کا احاطہ کرتے ہوئے داغ کو اردو غزل کے ایک دبستان کا موجد قرار دیا ہے۔ انھوں نے منی بائی حجاب سے معاشقے کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس معاشرے میں طوائفوں سے علانیہ ربط و تعلق کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ انھوں نے اردو کی شعری روایت کا احاطہ کرتے ہوئے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ غزل جس پر آشوب دور سے گزر رہی تھی اس عہد میں داغ واحد شاعر ہیں جنھوں نے تغزل کی میراث کی حفاظت کی۔

''داغ اپنی غزل کے آئینے میں'' پروفیسر مغنی تبسم کا مضمون سرسری تنقید کا نمونہ ہے وہ داغ کے سلسلے میں مروج تنقیدی مفروضات سے آگے نہیں بڑھے۔ ان کے مطابق داغ کی شاعری میں عشق کے نازک احساسات، کیفیات اور جذبات کا گزر نہیں۔ داغ کی محبوبہ ایک بازاری طوائف ہے جو ہر وقت رقیبوں سے گھری رہتی ہے۔ داغ کے کلام کی بے پناہ مقبولیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو معاشرہ اخلاقی انحطاط کی کس منزل پر پہنچ گیا تھا۔ ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پروفیسر موصوف نے شاعری کے بنیادی منصب کو نظر انداز کر دیا۔ اخلاقی قدر اور اخلاق بہم اصطلاحات میں، ان بنیادوں پر کسی شاعر کی تعیین قدر صرف تاثراتی نوعیت کی ہوسکتی ہے معروضی نہیں۔

''داغ دہلوی۔ مختصر سوانحی کوائف'' مخمور سعیدی کا داغ کی زندگی اور ان کی سوانح پر بھرپور مضمون ہے، جس میں انھوں نے مستند ماخذوں کے حوالے سے داغ کی زندگی اور ان کی شخصیت کی جامع عکاسی کی ہے۔

''تلمیذ داغ۔ نسیم بھرت پوری'' پروفیسر فیروز احمد کا داغ کے ایک اہم شاگرد نسیم بھرت پوری کی شخصیت اور شاعری پر بھرپور تحقیقی مضمون ہے۔ اس مضمون کے مطالعے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ داغ اسکول کے باکمال شعرا کس قدر فنی مہارت کے حامل تھے اور داغ کی زبان کسی جغرافیائی خطے تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کی دھوم بقول داغ تمام ہندوستان میں تھی۔ نسیم بھرت پوری کا لہجہ، ان کا انداز بیان، دبستان داغ کے دوسرے مشاہیر شعرا میں منفرد ہے۔ پروفیسر فیروز احمد نے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نسیم کی شعری فضا اپنے موضوع اور بیان کے لحاظ سے خاصی اثر انگیز ہے۔

پروفیسر قاضی جمال حسین نے داغ کی شعری کائنات اور ان کے کرداروں کی انفرادیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے مطابق بزم یار اور کوچۂ دلدار کی سرگرمیاں، کلاسیکی غزل کی روایت سے آگاہ، اردو کے ایک عام قاری کے لیے کچھ نئی نہیں تھیں لیکن وصال و ہجر کی کیفیات کو داغ نے جس زاویے سے دیکھا وہ داغ کا اختصاص ہے۔ پروفیسر قاضی جمال حسین نے چکبست و نیاز کی رائے کو رد کیا ہے اور داغ کے فنی محاسن پر روشنی ڈالتے ہوئے ایسے اشعار بطور مثال پیش کیے ہیں جن میں ہوس پرستی اور معاملہ بندی کے بجائے عاشق کا روحانی اضطراب، قاری پر ایک کیفیت طاری کر دیتا ہے۔

شین کاف نظام کا مضمون ''نواب مرزا خاں داغ'' داغ کی شاعری سے متعلق عام مفروضات کو رد کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ داغ کا کلام ان لوگوں کو زیادہ پسند آتا ہے جو اعلیٰ درجے کی شاعری سے واقف نہیں یا ان کی شاعری عیاشانہ شاعری ہے وغیرہ۔ شین کاف نظام نے بھی اکثر انھی باتوں کا احاطہ کیا ہے جن کا ذکر قاضی جمال حسین نے کیا ہے لیکن نظام کا انداز بیان اور ان کی طرز رسائی زیادہ منطقی اور مدلل ہے جو کافی حد تک عام اعتراضات کے اطمینان بخش، جواب فراہم کرتی ہے۔

آفتاب احمد آفاقی کا مضمون ''داغ کی شاعری'' ایک روایتی مضمون ہے جب کہ داغ کی خطوط نگاری پر شمیم طارق اور شمس بدایونی کے مضامین معلوماتی ہیں، جن سے داغ کی نثر، ان کی زندگی اور دیگر تاریخی کوائف کا علم ہوتا ہے۔ علی عمران عثانی کا مضمون ''داغ کا ایک قصیدہ'' داغ کی قصیدہ نگاری پر ایک اہم مضمون ہے۔

بحیثیت مجموعی فکر و تحقیق کا یہ خصوصی شمارہ معلوماتی اور بصیرت افروز ہے جس کی اہمیت و افادیت مسلم ہے۔ لیکن اس نمبر میں داغ اور رامپور سے متعلق مضامین کی کمی کھٹکتی ہے۔ کلب علی خاں فائق، رازیزدانی اور شبیر علی خاں شکیب وغیرہ نے اس موضوع پر خاطر خواہ روشنی ڈالی ہے۔

اس معیاری اشاعت پر قومی اردو کونسل مبارکباد کی مستحق ہے۔

بے زبان ساتھی/ وکیل نجیب

صفحات: 64، قیمت: -/19 روپے

ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔ 1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066

مبصر: محمد نوشاد عالم، 164 سابرمتی ہاسٹل جے۔این۔یو، نئی دہلی۔ 67

''بے زبان ساتھی'' وکیل نجیب کا ایک طبع زاد قصہ ہے جسے بچوں کے لیے سادہ اور سلیس زبان میں لکھا گیا ہے، اس کتاب کا انتساب بھی ان بہادر بچوں کے نام ہے جو ایمانداری، جاں بازی اور مستقبل مزاجی کے ساتھ اپنے نازک ہاتھوں سے ملک وقوم اور خود اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

اس قصے کا مرکزی کردار جنید ہے اور اس کی والدہ کا نام خدیجہ ہے۔ والدہ کے انتقال کے بعد اس کی زندگی میں ایک ٹھہراؤ آ جاتا ہے اور اس پر خانگی ذمے داریوں اور پریشانیوں کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ہمت نہیں ہارتا اور جواں مردی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتا ہے۔

یہ کتاب نونہالان وطن کے لیے ایک سبق آموز قصہ ہے۔ اس طرح کی کہانیاں انسانی ہمدردی اور ایثار کی ترغیب دلاتی ہیں جن کے مطالعے سے بچوں کی ذہنی تربیت بھی ہوتی ہے۔

صاحب کتاب نے جنید کی جملہ پریشانیوں کا ذکر بتفصیل کیا ہے۔ علاوہ ازیں کہانی کار کا انداز بیان بھی دلچسپ ہے۔ مختصراً یہ کہ اس کتاب کا مطالعہ بچوں کے لیے سبق آموز ہے۔

آخر میں کہا جا سکتا ہے کہ ''بے زبان ساتھی'' بچوں کی نفسیات کے پیش نظر وکیل نجیب کی ایک سبق آموز کاوش ہے۔ کتاب کی طباعت دیدہ زیب ہے اور قیمت بھی بہت مناسب ہے۔ بچوں کی ذہنی تربیت اور ان کے ادب کے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے اقدامات کارہائے نمایاں سے کم نہیں جس کے لیے یہ ادارہ مبارکباد کا مستحق ہے۔

سہ ماہی ''ادب ساز'' دہلی

شمارہ۔2، اکتوبر، دسمبر 2006

مدیر: نصرت ظہیر

صفحات: 436، قیمت: -/300 روپے

ناشر: ادب ساز پبلی کیشن، 4/15 کھجوری پور، دہلی۔ 110091

مبصر: فیروز عالم، شعبۂ فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، گچی باؤلی، حیدرآباد۔ 500032

سہ ماہی ''ادب ساز'' نقش ثانی، نقش اول سے بہت بہتر ہے جو اس کے روشن مستقبل کی دلیل ہے۔ اس کے مدیر نصرت ظہیر بنیادی طور پر ایک تخلیقی فنکار ہیں۔ اس رسالے کی کئی خصوصیات ایسی ہیں جو دیگر رسائل میں نہیں ملتیں۔ فہرست میں قلم کاروں کے اسمائے گرامی حروف تہجی کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔ مدیر نے اسے ''رونق محفل'' کا نام دیا ہے۔ ''رونق محفل'' سے قبل ''ترتیب'' کے زیر عنوان رسالے کو مختلف حصوں میں منقسم کرتے ہوئے مختلف عنوانات کے تحت جملہ نگارشات کی تفصیل دی گئی ہے۔ مدیر نے کتابوں کے اشتہار میں بھی سلیقہ مندی کا ثبوت دیا ہے۔ یعنی موضوع کی مناسبت سے خالی مقامات پر کتابوں کے اشتہارات دیے گئے ہیں۔ مزید برآں بعض اہم قلم کاروں کی تحریروں کے بعد ان کی کتابوں کے اشتہار بھی شامل کیے گئے ہیں۔

''ادب ساز'' کے پہلے شمارے سے ہی خصوصی مطالعے کے تحت ایک ہندوستانی اور ایک پاکستانی شاعر یا ادیب پر گوشہ شائع کرنے کی طرح ڈالی گئی ہے۔ زیر نظر شمارے میں ممتاز شاعر جناب مظہر امام اور معروف افسانہ نگار جناب منشا یاد پر خصوصی گوشہ شائع کیا گیا ہے۔ اس میں ان کی شخصیت اور کارناموں پر لکھے گئے تنقیدی مضامین کے علاوہ ان کی تخلیقات کا انتخاب بھی دیا گیا ہے اور خود اپنے تخلیقی سفر اور اپنی تخلیقات سے متعلق دونوں فنکاروں کے مضامین شامل ہیں۔

رسالے کے ابتدائی اوراق میں ''اردو تعلیم: اردو سیاست'' کے زیر عنوان سلمان خورشید، اطہر فاروقی، محمد کاظم اور اقرار حسین کے مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ ''خراج عقیدت'' کے تحت اردو کے مایۂ ناز شاعر و ادیب

احمد ندیم قاسمی پر ایک ادبی گوشہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اور یہ شمارہ انھی کے نام معنون کیا گیا ہے۔ باب ''تحقیق و تنقید'' کو عصر حاضر کے اہم ادیب و نقاد پروفیسر محمد حسن کے نام معنون کیا گیا ہے۔ اس میں وزیر آغا کا مضمون ''فکشن کا عقبی دیار'' خلیق انجم کا'' اردو ادب کی جعلی تحریریں'' ستیہ پال آنند کا ''استعارہ کیا ہے'' اور ناصر عباس مرزا کا مضمون'' .... اور جدید اردو نظم'' شامل کیے گئے ہیں۔

باب غزل کا انتساب مشہور شاعر حیات لکھنوی کے نام کیا گیا ہے جن کا گذشتہ 15 اگست 2006 کو انتقال ہو گیا تھا۔ اس میں حیات لکھنوی، رفعت سروش، مخمور سعیدی، شجاع خاور، ظفر اقبال، مظفر حنفی، عبدالاحد ساز اور شین کاف نظام جیسے کہنہ مشق شعرا کے علاوہ نو جوان شعرا کی غزلیں بھی دعوت مطالعہ دیتی ہے۔

''باب افسانہ'' میں پندرہ افسانے شامل ہیں جن میں محمد حامد سراج کا ''کتنے مہرین''، مظہر الزماں خاں کا ''ختم شد''، حسین الحق کا ''ناگہانی'' اور بشیشر پردیپ کا افسانہ'' ورنہ جانے کوئی'' بہت متاثر کرتے ہیں۔

''باب نظم'' میں وزیر آغاز، رفعت سروش، مخمور سعیدی، ستیہ پال آنند، پرتپال سنگھ بیتاب، عبدالاحد ساز، شین کاف نظام، رئیس الدین رئیس اکرام خاور اور رشید کوثر فاروقی وغیرہ کی شعری تخلیقات میں رباعیات، قطعات، دوہے، ماہیے اور ہائیکوز بھی شامل کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ڈراما، مکتوبات، سفرنامہ اور طنز و مزاح کے علاوہ سنیما اور موسیقی جیسے موضوعات پر بھی مضامین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کتب و رسائل پر تبصرے بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ زیر نظر شمارے کا ایک اہم جز وقلم کاروں کے مختصر مگر جامع تعارف پر مبنی ''اس انجمن میں...'' ہے۔ اس ادبی جریدے کی خریداری ہر سنجیدہ اردو قاری پر فرض ہے اور ہر کتب خانے میں اس کی موجودگی لازمی ہے۔ بلاشبہ نصرت ظہیر صاحب اس تاریخی اور دستاویزی اشاعت پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

کیا ہوئے وہ لوگ (اہم شخصیات کے سوانحی خاکے)

مصنف: معصوم مرادآبادی

صفحات: 160، قیمت:-/80 روپے

ناشر: خبردار پبلی کیشنز، زیڈ، 103، تاج انکلیو، گیتا کالونی، دہلی 110031

مبصر: محمد عارف اقبال، 2724/10، میٹرو پول مارکیٹ، عقب موتی محل، دریا گنج، نئی دہلی 110002

یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں 13 شخصیات مہاتما گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، اشفاق اللہ خاں، سبھاش چندر بوس، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، خان عبدالغفار خاں، رفیع احمد قدوائی، چندر شیکھر آزاد، لال بہادر شاستری، منشی عبدالقیوم الخطاط، مولانا عمر دراز بیگ اور معشوق علی خاں کے سوانحی خاکے ہیں۔

دوسرے باب میں 12 شخصیات مقیم الدین فاروقی، مولانا سید احمد ہاشمی، مولانا افتخار فریدی، محمد عزیز حسن (علیگ)، ادین شرما، محمد سلیمان صابر، ہارون رشید (علیگ)، محمد خلیق ٹونکی، جون ایلیا، خورشید مصطفیٰ رضوی، حاجی انیس دہلوی اور نازش انصاری کے خاکے ہیں۔ اخیر میں ایک خصوصی مضمون صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر عبدالکلام پر ہے، کتاب کا انتساب بھی صدر جمہوریہ ہند کے نام ہے۔ کتاب کا پیش لفظ معروف بزرگ صحافی سعید سہروردی نے لکھا ہے۔ مصنف کو جن الفاظ سے سراہا ہے اس سے مصنف کے قد و قامت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

''معصوم مرادآبادی لکھنے کا سلیقہ رکھنے کے ساتھ بھاگ دوڑ سے گھبراتے نہیں۔ ان کی یہ دودھاری صلاحیت ان کی صحافت کی آبرو بن گئی ہے۔ یہ اسی صلاحیت کا اعجاز ہے کہ'' خبردار جدید'' کے لیے ان کی لکھی تحریریں ملک کے مقتدر اخباروں میں مسلسل نقل ہوتی ہیں۔''

جیسا کہ ناموں کی درج بالا فہرست سے ظاہر ہے کہ اس مجموعے میں جہاں ملک کے نامور سیاست دانوں کے سوانحی خاکے ہیں وہیں چند ایسی شخصیات پر بھی خاکے لکھے گئے ہیں جن کو معاشرے میں وہ مقام حاصل نہیں ہوا یا ادب اور سیاست کی دنیا میں انھیں وہ شہرت نہیں ملی، لیکن ایک صحافی چونکہ اپنی تیسری آنکھ سے معاشرے کا مشاہدہ کرتا ہے لہٰذا اس فہرست میں مولانا عزیز حسن (علیگ)، حاجی انیس دہلوی، نازش انصاری، خورشید مصطفیٰ رضوی کی شمولیت باعث اطمینان ہے کہ مصنف نے ان کو اپنی کتاب میں خصوصی جگہ دی ہے۔ اسی طرح مولانا افتخار فریدی کا بھی خصوصی ذکر ہے اور ان جیسی ہمہ جہت شخصیت کے گمنام گوشوں سے مصنف نے پردہ اٹھایا ہے۔ موصوف کا انتقال اکتوبر 1998 میں ہوا لیکن ان کی شخصیت پر آج تک کوئی مبسوط مضمون نہیں لکھا گیا جس سے اندازہ کیا جا سکتا کہ وہ کن خوبیوں کے مالک تھے اور ان کی خدمات کیا ہیں۔ اسی طرح معروف صحافی اور مجاہد آزادی محمد سلیمان صابر کے سلسلے میں مصنف کا کہنا ہے کہ ان کی شخصیت کے بعض اہم گوشے ہنوز پردۂ خفا میں ہیں۔

کتاب کا آخری مضمون صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام کی شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مصنف نے تقریباً ساڑھے چار صفحات میں

ڈاکٹر عبدالکلام کی زندگی کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے بالخصوص ان کے سائنسی کارناموں اور اعزازات کا تذکرہ کیا ہے۔

اہم شخصیات پر خاکہ لکھنا ایک نازک کام ہے تاہم مصنف نے جملہ شخصیات کا تعارف بڑے سلیقے سے کرایا ہے اور ان کی مثبت خوبیوں کو اجاگر کیا ہے اور منفی پہلوؤں کے بیان سے دانستہ گریز کیا ہے۔

شاگردان داغ کی ادبی خدمات/ ڈاکٹر اصغر کمال

ناشر: داغ اکیڈمی دہلی

قیمت: -/300 روپے

مبصر: ایس. اے. رحمٰن، 1609، کوچہ دکھنی رائے، دریا گنج، دہلی۔ 110002

نواب مرزا داغ کا نام آتے ہی اردو شعر و ادب کے قاری کے ذہن میں ان کا کوئی نہ کوئی شعر ابھر آتا ہے اور یہ دو شعر تو گویا اردو والوں کا روزمرہ ہیں:

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

داغ کو زبان کا جادوگر کہا گیا کیونکہ داغ کو بول چال کی زبان پر زبردست قدرت حاصل تھی اور اجتماعی زندگی کا وہ حصہ جو بولی ٹھولی کی شکل میں وجود میں آتا ہے سمٹ کر داغ کی زبان میں جذب ہو گیا تھا۔ بلاشبہ داغ نے اردو شاعری پر دیرپا اثرات چھوڑے ہیں۔ بقول ظہیر احمد صدیقی: ''ان کی شاعری جس خمیر سے گوندھی گئی اس کے عناصر ترکیبی میں تخیل کا بانکپن، جذبے کی شدت، زبان و بیان کے چٹخارے، لب و لہجہ کا تیکھا پن، کبھی پھبتی کبھی چٹکی، کبھی مسکراہٹ زیرلب اور کبھی قہقہہ، ان کے یہاں عشق کی رنگینی بھی ہے اور رندانہ شوخی بھی مگر ان سب میں ہر لفظ پر، ہر جملے پر نظر ہے کہ کہیں ٹکسال باہر تو نہیں ہو گیا۔'' اردو زبان کی یہ جادوگری داغ کے اکثر شاگردوں کا بھی طرۂ امتیاز رہی اور اس حوالے سے داغ اسکول کی شناخت آج بھی معتبر ہے۔ داغ کی زباندانی اور شعر گوئی اتنی معتبر اور پسندیدہ تھی کہ داغ کے شاگرد کا شاگرد ہونا بھی وجہ فخر تھا۔ ان کے نامور شاگردوں میں آغا شاعر قزلباش، زار تشی دہلوی بیخود دہلوی، سائل دہلوی، رسا رام پوری، احسن مارہروی، نوح ناروی، آصف حیدرآبادی، ولا حیدرآبادی وغیرہ اہم ہیں جن سے داغ اسکول کا سلسلہ تلمذ مستقل چلتا رہا ہے۔ شاگردان داغ کی ادبی خدمات کا جائزہ ایک اہم مگر محنت طلب کام تھا جسے اصغر کمال نے ذمہ داری سے نبھایا ہے اور ان کی یہ کتاب داغ اسکول کے حوالے سے اردو شعر و ادب پر کام کرنے والوں کے لیے ایک حوالہ ثابت ہوگی۔ پروفیسر محمد حسن کی تقریظ بھی کتاب میں شامل ہے۔ ان کا کہنا ہے اصغر کمال صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ شاگردان داغ کی ادبی خدمات پر ایسا بھرپور اور تحقیقی مقالہ لکھ ڈالا کہ حتی الامکان سبھی پہلوؤں کے ساتھ انصاف کیا۔ داغ کسی ایک فرد کا نام نہ تھا وہ تو اپنی ذات سے پوری ایک تحریک کا نام تھا۔ بے شک داغ ہماری شعری روایت کا اہم حصہ ہیں۔ اصغر کمال صاحب کا کمال ہے کہ انھوں نے شاگردان داغ کا یہ مجموعہ تیار کر دیا ہے۔ تنقید کا بڑا فریضہ مختلف ادوار کی پہچان کی فراہمی بھی ہے اور اس کام کو مصنف نے بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔'' ایسے ادبی کاموں کی پذیرائی ہونی چاہیے۔ آخر میں کتابیات کی شمولیت نے کتاب کی افادیت میں اضافہ کیا ہے۔

□□□

موصولہ کتب

خط و کتابت اردو کورس کی پہلی کتاب/ مشاورتی کمیٹی
صفحات: 183، قیمت: -/30 روپے
سنہ اشاعت: فروری 2003
ناشر: شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔ 110025

خط و کتابت اردو کورس کی تیسری کتاب/ مشاورتی کمیٹی
صفحات: 136، قیمت: ندارد
سنہ اشاعت: 1985
ناشر: شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔ 110025

خط و کتابت اردو کورس کی دوسری کتاب/ مشاورتی کمیٹی
صفحات: 139، قیمت: -/25 روپے
سنہ اشاعت: فروری 2003
ناشر: شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔ 110025

بوسہ/ حامد تحسین
صفحات: 48، قیمت: -/30 روپے
سنہ اشاعت: 2006
ناشر: فیصل پبلی کیشنز، جامع مسجد، دیوبند (یو پی)

محبوب راہی ایک مطالعہ/ ڈاکٹر امین انعامدار
صفحات: 240، قیمت: -/250 روپے
سنہ اشاعت: 2006
ناشر: مصنف، شعبۂ اردو، آرٹس کامرس کالج، پوداضلع امراوتی۔ (مہاراشٹر)

تحریر: مصطفیٰ رحمان دوست
ترجمہ: نکہت فاطمہ

بچوں کا گوشہ

رات کا قیدی

الو دن سے زیادہ رات کو پسند کرتا ہے۔ جیسے ہی رات ہوتی ہے اپنے پَر پھیلا کر ایک طرف سے دوسری طرف پرواز کرتا اور خوش ہوتا ہے۔ ''اگر ہمیشہ رات اور اندھیرا رہے تو کتنا اچھا ہو۔ آخر رات کو ایسی کیا پریشانی ہوتی ہے کہ وہ چلی جاتی ہے اور اپنی جگہ سورج کو دے جاتی ہے۔ جب میں چاہتا ہوں کہ رات اور اندھیرے کا مزہ لوں، سورج کا چہرہ نمودار ہو جاتا ہے اور وہ اندھیرے کو بھگا دیتا ہے۔''

ایک روز اُلّو کو خیال آیا کہ وہ آسمان میں بہت بلندی تک پرواز کرے اور سورج کے کاندھے پر بیٹھ کر اپنی مڑی ہوئی تیز چونچ سے سورج کے سر پر حملہ کرکے اسے آسمان سے بھگا دے۔

الو نے ایسا ہی کرنے کی ٹھان لی۔ ایک روز صبح سویرے بہت زیادہ کھانا کھایا اور اڑنے کے لیے آمادہ ہوگیا۔ آسمان میں بہت بلندی کی طرف اڑتا گیا کہ شاید سورج تک پہنچ جائے، لیکن جتنی اونچی پرواز کرتا گیا، اتنا ہی تھکنے لگا۔ گرم ہوا اور سورج کی روشنی سے بھی اسے اذیت ہو رہی تھی۔ آخرکار تھوڑی دیر اڑنے کے بعد تھکا ماندہ زمین پر لوٹ آیا اور ایک درخت کے سوراخ میں بیٹھ کر خود سے بولا: ''سورج سمجھ گیا ہے کہ میں اسے بھگانے والا ہوں، اسی لیے اس نے اپنی تیز روشنی اور گرمی کو میرے ساتھ جنگ کرنے بھیجا تاکہ میں اس تک نہ پہنچ سکوں۔ لیکن میں بھی اتنی جلدی میدان سے نہیں بھاگوں گا۔ کل کھانا تھوڑا کم کھاؤں گا اور پانی زیادہ پیئوں گا تاکہ مجھے دیر تک تھکاوٹ اور پیاس کا احساس نہ ہو اور میں سورج تک پہنچ جاؤں۔ اگر میں سورج تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تو اس کا اتنا برا حشر کروں گا کہ ہمیشہ کے لیے اپنی روشنی پھیلانا بھول جائے گا۔''

دوسرے دن اس نے کھانا تو کم کھایا اور پانی زیادہ مقدار میں پی کر اڑنے کے لیے آمادہ ہوگیا۔ اپنے پر پھیلا کر آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرنے لگا لیکن اس روز بھی پچھلے دن کی طرح سورج تک نہ پہنچ سکا۔ وہ روز آنہ کوشش کرتا اور ہر روز پہلے سے زیادہ تھکا ماندہ اور پیاسا واپس آکر اپنے گھونسلے میں پناہ لیتا۔ یہاں تک کہ رات میں بھی اتنا تھکا ہوا ہوتا کہ اس میں گھومنے اور اڑنے کی بھی سکت نہیں ہوتی۔ اب وہ سمجھ گیا کہ یہ کام صرف اس کے اکیلے کرنے کا نہیں ہے۔

ایک دن بادل کی ایک ٹکڑی نے جب سورج کو اپنے پیچھے چھپا لیا تو ایک نیا خیال الو کے ذہن میں آیا۔ اس نے سوچا: ''کاش! میں کم سے کم بادل تک تو پہنچ جاؤں۔ اگر بادل تک میری رسائی ہو جائے تو میں اس سے التجا کروں گا کہ وہ ہمیشہ آسمان میں رہے اور سورج کا چہرہ چھپا لے۔ ابر آلود دن چمکدار اور روشن دن سے زیادہ بہتر ہے اور اگر بادل بھی سیاہ ہو تو کتنا اچھا ہوگا۔''

اس دن الو نے بادل کی طرف پرواز کی اور آخرکار بادل تک پہنچ ہی گیا۔ بادل سرد، نیلا اور بالکل ساکت تھا۔ ہانپتا کانپتا اور تھکا ماندہ الو جب بادل کے پاس گیا تو جاتے ہی بغیر کسی تمہید کے رونا شروع کر دیا۔ وہ اتنے دردناک طریقے سے رویا کہ بادل کو اس پر بہت رحم آیا۔ اس کا بھی دل بھر آیا اور اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔ پھر بادل نے الو سے پوچھا:

''آخر تمھیں ایسی کون سی پریشانی ہے جو تم اس طرح رو رہے ہو؟''

''میں کہاں سے اپنی درد کی داستان شروع کروں۔ اس دنیا میں میں نے اپنے دل کو صرف رات کے اندھیرے سے خوش کیا ہے۔ اس اندھیرے کو بھی سورج کی روشنی مجھ سے چھین لیتی ہے۔ جیسے ہی سوچتا ہوں کہ رات کے اندھیرے میں اپنے پر پھیلاؤں اور تازہ سانس لوں، سورج اپنی سنہری کرنیں دنیا پر پھیلا دیتا ہے اور ساری چیزوں کو روشن کر دیتا ہے۔''

''لیکن اگر سورج نہ نکلے تو ...''

الو بیچ میں ہی بادل کی بات کاٹ کر بولا:

''مردانگی سے کام لو اور ہمیشہ یہیں رہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو مجھے سورج کی روشنی سے نجات مل جائے گی۔''

بادل تھوڑا ٹال مٹول کرنے لگا۔ بولا: ''کاش میں تمھاری کچھ مدد کر سکتا لیکن میں ہوا کے حکم کے مطابق کام کرتا ہوں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمھاری کچھ مدد کروں تو تم ہوا کے پاس جاؤ اور پہلے اس سے بات کرو۔''

الو نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بادل سے کہا: ''ہوا تو میری دوست ہے۔ راتوں کو جب اڑتا ہوں تو میرے پروں کے نیچے آجاتی ہے تاکہ میں بہتر پرواز کرسکوں۔ اگر ہوا سے کام بن سکتا ہے تو میں آج رات ہی ہوا سے بات کروں گا۔''

اس روز اُلّو بہت زیادہ خوش تھا کیونکہ اس نے سورج سے جنگ کرنے کا راستہ ڈھونڈ لیا تھا۔ رات ہوئی تو درخت کی شاخ پر بیٹھ کر ہوا کے چلنے کا انتظار

کرنے لگا اور اپنا لائحہ عمل تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ سے باتیں بھی کرنے لگا: ''ضروری نہیں ایسا ہی ہو۔ ممکن ہے ہوا کی سورج کے ساتھ دوستی ہو اور وہ میری مدد نہ کرے۔ مجھے چاہیے کہ اس طرح بات چیت کروں کہ ہوا سورج کی دشمن ہو جائے۔ اگر میں کامیاب ہو گیا تو وہ ضرور بادل کو سورج کے سامنے بھیج دے گی اور مجھے سورج کی روشنی دیکھنے سے راحت مل جائے گی۔''

آخر کار ہوا چلنے لگی۔ الو بھی ہوا کے ساتھ اڑنے لگا۔ اس کا حال چال پوچھا اور بولا: ''میں نے سنا ہے کہ سورج تم سے بہت زیادہ ناراض ہے، کیونکہ تم نے بادل سے کہا ہے کہ وہ سورج کے سامنے جا کر اس کی روشنی چھین لے۔''

ہوا نے کہا: ''بادل میرے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ میں ان کو جگہ جگہ بھیجتی ہوں تاکہ پانی برسے۔ اس کام سے سورج کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

الو بولا: ''میں نہیں جانتا۔ تمھیں جو کرنا ہے کرو۔ لیکن میں نے یہ بھی سنا ہے کہ سورج تم سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔''

ہوا بولی: ''مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے؟ میں بادلوں کو حکم دوں گی کہ جہاں ہیں، وہیں رہیں، اور سورج کے سامنے آکر اس کی روشنی لیں تاکہ مجھ سے لڑنے کا خیال اس کے دماغ سے نکل جائے۔'' الو نے جب دیکھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے تو بولا:

''اگر تم اس کام کو کر سکتی ہو تو بہت اچھا ہے لیکن میں سوچتا ہوں کہ تمھارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے۔''

ہوا نے کہا: ''اب تم دیکھو گے کہ میرے پاس طاقت ہے یا نہیں!''

اس کے بعد ہوا بہت تیز و تند ہو گئی۔

الو اس رات بہت آرام سے سویا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ رات کے اندھیرے کی مانند اس کے بڑے بڑے کالے پر ہیں۔ اس کے ان پروں نے سورج کو چھپا لیا ہے اور اسے چمکنے نہیں دے رہے ہیں۔

صبح جب بیدار ہوا تو اس وقت بھی موسم ابر آلود تھا اور سورج نظر نہیں آ رہا تھا۔

کئی دن تک بہت تیز ہوا چلتی رہی اور بادل کی ٹکڑیوں کو جمع کر کے سورج کو چھپا دیتی۔ پھول مرجھا گئے۔ پرندوں نے چہچہانا اور پیڑ پودوں نے لہلہانا بند کر دیا تھا۔

سورج نے جب اپنے ان دوستوں کو غمگین دیکھا تو بادلوں کے پیچھے سے اپنا سر نکالا۔ وہ جانتا تھا کہ دنیا کو روشنی اور دھوپ کی ضرورت ہے۔

ایک بڑی جنگ شروع ہو گئی۔ روشنی اور تاریکی کی جنگ۔ سورج کی جنگ ہوا اور بادل کے ساتھ۔ سورج کی فریادیں بلند ہوئیں اور آسمان میں پھیلنے لگیں۔ اس نے اپنی چمکیلی تلوار سے بادلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بادل سورج کا مقابلہ نہیں کر سکے، ہار گئے اور رونے لگے۔ اس روز الو درخت کی شاخ پر بیٹھا روشنی اور تاریکی کی جنگ دیکھ رہا تھا۔

اچانک طوفانی بارش شروع ہو گئی اس سے پہلے کہ الو بھیگ جاتا، اڑ کر اپنے گھونسلے میں چلا گیا۔

کچھ دیر بعد جب اس نے اپنا سر گھونسلے سے باہر نکالا تو سورج کی تیز روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ بادل اور سورج کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور آسمان میں بادل کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔

الو نے جب دیکھا کہ اس کھیل میں اسے شکست ہوئی ہے تو آزردہ خاطر ہو کر واپس اپنے گھونسلے میں لوٹ آیا۔

□□□

رابطہ:

T-201, Taj Enclave, Geeta Colony, Delhi-110031.

جدیدیت کی فلسفیانہ اساس

مصنف: شمیم حنفی

پروفیسر شمیم حنفی کی اس کتاب میں جو جدیدیت اور نئے فکری اور فلسفیانہ میلانات کے سیاق میں حوالے کی حیثیت رکھتی ہے وجودیت اور مارکسیت سمیت ادب، زبان اور آرٹ سے تعلق رکھنے والے تمام اہم مکاتب فکر اور تصورات سے بحث کی گئی ہے۔ ادب میں قدیم و جدید کی کشمکش اور نئے طرز احساس و اظہار کے حوالے سے ایک اہم کتاب۔

صفحات: 292، قیمت: -/114 روپے

نئی شعری روایت

مصنف: شمیم حنفی

اردو میں جب جدیدیت کے رجحان نے زور پکڑا اور اس وقت کے نئے لکھنے والوں میں اسے غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی تو اس کی موافقت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا۔ پروفیسر شمیم حنفی نے موافق اور مخالف دونوں طرح کی آرا کو سامنے رکھ کر تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔

صفحات، 239، قیمت: -/96 روپے

نوٹ: طلبہ کے لیے 45% اور اساتذہ کے لیے 40% کی خصوصی رعایت. تاجرانِ کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جاتا ہے.

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان : شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8، وِنگ-7، آر.کے. پورم، نئی دہلی-110 066

कौमी काउंसिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

NATIONAL COUNCIL FOR PROMOTION OF URDU LANGUAGE

Ministry of Human Resource Development, Department of Higher Education, Govt. of India
West Block-8, Wing No. 7, First Floor, R.K. Puram, New Delhi - 110066
Tel. 011-26169416, 26109746, Fax : 011-26106425, 26108159

اردو زبان میں ڈپلوما کورس

فاصلاتی نظامِ تعلیم کے تحت اردو زبان میں ایک سالہ ڈپلوما کورس (2007-08)
بذریعہ انگریزی اور ہندی یکم اپریل 2007 سے شروع کیا جارہا ہے۔

رجسٹریشن 28 / فروری 2007 تک

کورس کا خاکہ:

(1) انگریزی یا ہندی کے ذریعے اردو رسمِ خط سکھانا۔

(2) قواعد اور Comprehension کا مختصر تعارف۔

(3) اردو نثر و نظم کا مختصر تعارف۔

یہ کورس دو طریقے سے چلایا جارہا ہے، اوّل اردو اسٹڈی سینٹروں کے ذریعے اور دوم براہِ راست قومی اردو کونسل کے ذریعے۔

کنٹیکٹ کلاسیں: سیکھنے والوں کی آسانی کے لیے اسٹڈی سینٹر میں کنٹیکٹ کلاسیں منعقد کی جاتی ہیں۔

اہلیت: انگریزی اور ہندی جاننے والے افراد اس کورس میں داخلے کے اہل ہیں۔ عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ طلبا کی تعلیمی لیاقت دسویں جماعت تک کی ہو تو بہتر ہے۔

فیس: اردو اسٹڈی سینٹر کے ذریعہ ڈپلوما کورس میں داخلے کے خواہشمند افراد کو کورس کی مکمل فیس -/200 روپے (بشمول دستور العمل اور داخلہ فارم) متعلقہ سینٹر میں رجسٹریشن کے وقت جمع کرنی ہوگی۔ کورس کا مواد مفت فراہم کیا جائے گا۔

جو طلبا قومی اردو کونسل کے ذریعہ براہِ راست اردو ڈپلوما کورس کرنا چاہتے ہیں وہ -/350 روپے کا ڈیمانڈ ڈرافٹ، این۔ سی۔ پی۔ یو۔ ایل۔، نئی دہلی کے نام سے بھیج کر براہ راست رجسٹریشن کرا سکتے ہیں۔

دستور العمل (prospectus) اور داخلہ فارم کے لیے متعلقہ ریاست کے مراکز یا قومی اردو کونسل سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

کونسل کے اردو اسٹڈی سینٹر کے نام و پتے:

ANDHRA PRADESH - NCPUL South Region Branch Office, M.C.H. No. 22 - 7 - 110 to 141, 3rd Floor, Maxi Block, S.Y.J. Complex Patthargatti, Hyderabad-500002 Ph.: 24415194 • **Society for Arabic Academy**, 10-3-280, Flat No. 505, Osman Plaza, Humayun Nagar, Hyderabad - 500028 • **Hanafia Arabic Institute**, H.No.17-4-300 Mata Ki Khidki, Outside Dabirpura, Hyderabad–500023 Ph 24563382,

Cell 9885092789 ☛**Samdani Educational Society,** D.No. 19-1-436 / A / 89,Osmanbagh, Near Kamatipura Police Station, Bahadurpura Hyderabad - 500064 ☛ **Iwan-e-Qawateen,** Educational Society for Women 2 - 1 - 908/2, Murad Nagar, Hyderabad - 500028 Mob.: 9866851252 ☛ **Little Nightingales School,** H.No. 17-8-189/3, Chowni Nader, Ali Baig, Chanchal Guda, Hyderabad-500023, Ph.: 55300630 ☛ **Al-Suffa Model High School,** Tadban, Hyderabad ☛**Magnific High School,** Indra Nagar, Phisalbanda, Behind Santosh Nagar Police Station, Hyderabad-500059 Ph. : 24532500, 55304608☛ **Sidra Women's Welfare Society,** 10-3-15 Mujaddidy Estate, Mehdipatnam X-Road, Hyderabad-500028 Ph.: 24463426 ☛**Faiz Ahmed Faiz Memorial International Institute,** Aiwan-e-Pairaki (693 Spl. Class) New Mallapally, Hyderabad-500001 Ph.: 3346682 ☛**Al-Falah Education & Welfare Society,** Urdu Ghar Adoni, H.No. 2 - 288, Bharpet Shairkhan House, Adoni - 518301 Distt. – Kurnool, Ph.: 08512 - 252360 Cell. 09849435257 ☛**Arrahman Educational Society,** Door No. 9 / 239, Lal Masjid Road, Kurnool – 518001 Ph.: 08518 – 223314 Cell: 9440005448 ☛**Rubina Women Welfare Association,** H.No. 45 / 185 / 20-D, Narsimha Reddy Nagar Kurnool-518004, Cell. : 9392468280 Ph.: 08518-223566 ☛**Al-Quba Educational Technical & Welfare Society,** H.No. 29-1-183, (3-3-4/2), Behind Bharat Talkies, Mahaboobnagar, Cell : 9396312848 ☛**Mallepally Welfare Society,** Public Library, Mallepally, Nizamabad - 503001 Ph.: 222180, (O) 251325 ☛**Khaja Mahila Mandali,** H.No. 3 - 13, Darga Hussanin Shahvali, Lingampally Mandal, Ranga Reddy Distt. Ph.: 9346340917. **BIHAR** - **Anjuman Taraqqui-e-Urdu Bihar,** Araria, Branch - Distt. Araria, Naim Manzil, Ward No. 13 Azad Nagar, Araria - 854311 Mob.: 9431269228, 9431285277, 9334137788 ☛**Anjuman Taraqqi-e-Urdu,** Tirhut DivisionHaji Market Bara Chakya, E. Champaran- 845412 Ph. : 06257-244274, 244442☛**Shatabdi Public School,** Katari Hill Road, Gaya - 823001 Tel. : 0631 - 2424301 ☛**Kainat International School,** Kainat Nagar, Kako Distt. Jehanabad - 804418 Mob.: 9431297223 Ph.: 06114 - 255314 ☛**Kainat Foundation,** Kainat International School, P.G. Road (Fida Hussain Road) Jehanabad - 804408 Ph.: 06114 - 227781☛ **Anjuman Taraqqui-e-Urdu,** Katra Mehmood Chowk D. S. College, College Road, Katihar - 854105 Mob.: 9934242745 ☛**Maulana Abul Kalam Azad Urdu Library,** Jaikaura, Khagarya - 851222 Phone: 06244 - 230008, 230021 ☛ **Bharat Bunker Seva Samiti,** Village: Jarhatia, Momin Tola,Punchayat Maqsooda, Block- Rahika Dist. Madhubahi Ph.: 09415920572 09935406412 ☛**Rehmani Computer Centre,** Rahmani Foundation, Nawab Kothi, Belan Bazar, Munger - 811201 Ph.: 06344-224477 Fax : 06344-224488 ☛**Nalanda Samaj Seva Ashram,** Mohalla Chhajju, Naseerpur P.O. - Bihar Sharif Distt. - Nalanda - 803101☛**Shama Vikas Samiti,** Ansar Nagar, Malah Bigha, Islampur, Distt Nalanda-801303 Ph. : 06222-257047,257050 Mob.: 9431664173, Fax : 257021 Email:Nizam_svs@sify.com ☛**Imarat-e-Sharia Educational & Welfare Trust,** Technical Building, Imarat Shariah Complex Phulwari Sharif, Patna-801505, Ph.: 0612 - 2255581, 2257012 ☛**Anjuman Taraqqui-e-Urdu Bihar,** Urdu Bhawan, 2nd Floor, Ashok Raj Path, Patna - 800004 Ph.: 0612 - 2300656 Mob.: 9431076798☛**Millat Educational Society,** Station Road, Samastipur - 848101 Ph.: 06274 - 222122, 220686 Fax. : 06274 - 222122 E-mail : millatindiya@indiatimes.com ☛**Madrasa Faizul Uloom,** Vill. - Chand Chaur Rahim Tola P.O. - Bela Megh Distt. - Samastipur☛**Anjuman Taraqqui-e-Urdu Distt. Sitamarhi,** Dr. Zakir Hussain Institute, Murtuza Manzil, Hospital Road, Ward - 15,Sitamarhi - 843302 Ph.: 06226 (O) 252957, (R) 254301 Mob: 9430081834 ☛**All India Rajiv Social Welfare Mandal Society,** Family Counseling Centre North Ring Bandh Back side of Kiran Cinema, Sita Madhi Mob.: 9899858095 ☛**Anjuman Taraqqui-e-Urdu,** Sub Division Mahnar At. - Mahnar, Vaishali. **DELHI** - **Anjuman Taraqqi Urdu Hind,** Urdu Ghar, Urdu Ghar Marg, 212, Rous Avenue, New Delhi Phone : 23237210 Mob.: 9811716909 Fax : 23239547 ☛**Madarsa Talimul Quran,** Haji Langa, Sector - 3 R.K. Puram, New Delhi Ph.: 26178298 ☛**Madarsa Zeenatul Quraan,** B - 291, Welcome, Seelampur, Shahdara, Delhi - 53 Ph.: 22828596 - 22825578 ☛**National Arabic School,** C 278 / 5, Shaheen Bagh, Abul Fazl Enclave, Phase - II, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi - 25 Ph.: (O) : 55394007 Mob.: 9811693308 ☛**Little Star Public School Education Society** , (L.S.P.S.) Education Society, P - 5 / 40, 41 (Near Masjid) Mangol Puri, Delhi - 110083 Ph.: 27914174, Mob.: 20568156 ☛**The Hermein Education Society (Regd.)**,118, Pratap Khund, Vishwa Karma Nagar, (Jhilmil) Delhi - 110095 Ph.: 22161243, Mob.: 9810038138 ☛**Rural Association for Women's Alligatory Tribute (Rawat)**, C - 1 / 2, Vashist Park, Opp. Janak Cinema, Pankha Road, New Delhi - 110046 Ph.: (O) 25382526 Mob.: 9312412055 Website: ngo-rawat.org ☛**Jamia-Tus-Suffa,** N - 81, Sailling Club Road, Lane No. 2, Batla

House, Jamia Nagar, New Delhi - 110025 Mob.: 9891104786, 9312607211 ☛**Society For Social Development (S.S.D.)**, E-18, Pipal Wala Road, Mohan Garden, Uttam Nagar New Delhi-110059 ☛**Subham Educational & Cultural Society,** Khasra No. 5/1 & 11/2, Tomar Colony, 30 ft. Road, Kamal Pur Majra, Burari, Delhi-110084 Ph.: 20096834 ☛**Tuba Educational & Social Trust (Regd.)**, K - 27, Khirki Ext., Hauz Rani, Malviya Nagar, P.S. Behind Gatta Factory, New Delhi-110017 Ph.: 65070937, Mob.: 9871279931 ☛**Rohtash Memorial Education,** Jogendra Public School, Main Sherpur Chowk, Karawal Nagar Road, Delhi - 110094 Ph.: 22191074 ☛**Barkat Ali Firaq Trust for Education & Research (BAFTER)**, 332-D/1, Barkat Nishan, Jamia Nagar, New Delhi - 110025 Ph.: 26984173 ☛**Delhi Alapsankhyak Samaj Sudhar Samiti,** 2702, Gali Jammunwali, Kuchapandit, Delhi - 110006 Ph.: 9899182948, 9313160432 ☛**Rashtriya Mahila Sanjivani,** 2085, Ganjmir Khan, Turkman Gate, Delhi - 110002 Ph.: 23280912, 23255366, Mob. 9868863502, 9312269070 ☛**Muhammadiya Public School,** Bara, Rithat, Distt. - Gurgaon Mob.: 9416164102 (P.P.). <u>GUJARAT</u> - **Shams School,** Near Industrial Post Office, Rakhial, Ahmedabad-380023 Ph.:2749955, 2746096 ☛**Farooq-e-Aazam (R.A.) Girls High School,** Salamat Society, S/o. Mubarak Masjid, Opp. Agro Petrol Pump, Sarkhoj Road, Ahmedabad - 55 ☛**Anjuman Falahe Daren,** At. Ratanpur (Dantal)T a. Danta, Distt. - BK (Banaskantha) - 385120 Ph.: 02749 - (O) 278243, (R) 278258 Mob.: 9426365249 ☛**Darul Uloom Hansot,** Jamiah Mazhar-e-Saadat, At & P.O. Hansot - 393030 Distt - Bharuch Ph.: 02646-262050, 262031 Tel-Fax:: 262050 ☛**Navyug Yuvek Mandal & Society,** Near Rajan Masjid, Godhra Ph.: 02672 - 247149 ☛**Madresa Mohammediyah Arabiyah Islamia,** Vehwariya Memon Road, Near Sodhawadi P. B. No. 53, Jamnagar - 361001 Tele-Fax : 0288 - 558105 ☛**Amin-E-Shariat Education Trust,** Rajkot Highway Road, Dhrol- 361210, Distt. Jamnagar ☛**Rehabar Mahila Mandal,** Balasinor Old Palace, AT. - Balasinor - 388255 Dist. - Kheda Ph.: 267197 ☛**Kutch-Bhuj Tanzimul Muslimeen,** Chisti Masjid At. Ajay Nagar, Atmaram Ring Road, P.O. Bhuj, Distt. - Kutch Ph.: 02832 - 255547 ☛**Aman High School,** Ichchhaba Society, Near Rehmaniya Masjid, Limbayat, Udhna Yard, Surat - 394210 Ph.: 0261 - 2282004 ☛**Majlis-e-Dawatul Haq - Surat,** Co-Ordinator Study Center- Surat, Maulana Azad National Urdu University, Moh. - Sadat Nagar, At & P.O. - Unn Distt. - Surat - 394210 Ph.: 0261-2750372, 2751660 ☛**Aman High School** (Saiyed Dana Education Trust's) Ichchhaba Society, Near Rehmaniya Masjid, Limbayat, Udhna Yard, Surat - 394210 Ph.: 0261 - 2282004 ☛**Elahi Education Trust,** Madrasa-E-Farooq-E-Azam, Limwali Masjid, Panigate, Vadodara, Ph.: 3946734 Mob.: 9427351071 ☛**National Educational Society,** C -2/25, G.I.D.C.,Dharwada Road, Vapi - 396195. <u>JAMMU & KASHMIR</u> - **Kashmir Research Institute of Educational and Solar Technology,** (Kriest Society) General Bus Stand, Post Box No. 68 H.P.O. Anantnag -192101 ☛**Islami Model School,** Gujjar NagarJammu Ph.: 2576438 ☛**Hi Fi Computer Technology Institute,** Kashmir Sarhadi Tarkyatee, Adara Pattan, College Road, Kupwara, Regipora, Distt Kupwara-193222 ☛**National Ibrahim Memorial Welfare Society,** Qasim Nagar, MendharDistt - Poonch - 185211 ☛**Madarsa Jamia Islamia Noor-ul-Huda,** V.P.O. - Chhungan, Teh. - Mendher, Distt. - Poonch Pin - 185211 ☛**Paragon women's welfare Society,** Maisoma Gowkadal, Srinagar- 190001 ☛**Eves Welfare Society,** Shagoo Complex, Munawarabad, Khayam Chowk, Srinagar-190001 Ph.: 2483622, 09419033965, 9419478074 Email: info@evescyberit.com ☛**New Kashmir Educational And Cultural Society,** (NGO) H.O. : 114, Nursing Garh, Balgarden Srinagar - 190010 Ph.: 472619. <u>JHARKHAND</u> - **Jamia Umme Salama** *(Syed Sulaiman Eduicational Welfare Society)*, Firdous Nagar Topchanchi, Dhanbad, Mob.: 09431182545, 09431317645 ☛**Bright Career Coaching Institute,** S.R. Market Bus Stand Chitarpur Gola Road, Ramgarh Cant., Distt. - Hazaribagh - 825101 Ph.: 06553 - 251740, 251789 Mob.: 9431153707, 9431153777, 9334360114 ☛**Darul Uloom Wahidia,** Mahora, Jamtara - 815351 Ph.: 06433 - 258066 Cell.: 9396312848 ☛**Mahila Dastkari Vidyalaya,** Shamimabad, P.O. - Itki, Distt. - Ranchi - 835301 Ph.: 06529 - 227216 Mob.: 9431169879. <u>KARNATAKA</u> - **Karnataka Urdu Academy,** Kannada Bhavan, J.C. Road, Bangalore - 560001 Ph.: 2213167 Mob.: 09845281751 ☛**Iqra Education Foundation Trust 11,** Ist Cross, pillanna Garden 2nd Stage, Bangalore - 560045 Tel.: 080-25803719 Mob.: 09242123023 ☛**Huda Educational Minority Society (R)**, Near 1st Railway Gate, Cowl Bazaar, Bellary-583102 Ph.: (O) 43203, (R) 40980

☛**Hyderabad Karnataka Child Labour Development Programme,** MIG IInd KHB Colony, Basavakalyan-585327 Distt - Bidar Mob.: 09449744440 Fax : 08481-650774 ☛**Jamia Noor-Ul-Islam,** Mohalla Chawthai, Chitguppa, Distt. - Bidar K.S. - 585412 ☛**Al Meraj Minority Education Society,** Bhadkal Base Dubal Gundi - 585418 Tq. Humnabad, Distt. - Bidar Ph.: 08483-273668 ☛**Haleema Educational & Charitable Trust,** S.F.S.13, MIG, 2nd, K.H.B. Colony, Vakkalgera, Near Bilalabad, Gulbarga-585104 Tel : 425299 ☛**Tipu Shama Education Society,** H.No. 5-232/1, Near Noor Bagh Roza 'B', Gulbarga-585104 Ph.: 27755 Mob.: 9880672164 ☛**Foukhaniya Arabic School** *(Merhaba Arabic Education Society)*, Rangampet - 585220 Tq. Shorapur, Distt. - Gulbarga ☛**Reshmi Welfare & Educational Society (Regd),** Al Meelad Urdu High School Keshwapur, Hubli - 23 Ph.: 0836-2354861 ☛ **Mysore Educational Social & Cultural Organisation (MESCO),** I.T.I. Building Link Road, N.R. Mohalla, Mysore - 570007 Ph.: (O) 491799, (R) 491585. KERALA - **Co-Ordination of Islamic Colleges (C.I.C),** Markazu Tharbiyathil Islamiyya, Valanchery P.O. Karthala-679571 Distt. Kerala Ph: 09447675557 ☛**Jamia Sa-Adiya Arabia** *(NCPUL Study Centre)*, Sa-Adabad, Deli, P.O. - Kalanad, Kasaragod-671317 Ph.: 04994 - 437216,438216, 437841 Fax : 236776 ☛**Madeenathunnoor College,** Markaz Garden Poonoor Unnikulam, Kozhikode-673574 ☛**Markazu Ssaquafathi Ssunniyya** *(Sunni Cultural Centre)*, Karanthur, Kozhikode Pin-673571 Ph.: 0495-2800121, 2800421, 2800427 Fax : 2801831 E-mail: sunnimarkaz@hotmail.com ☛**Sirajul Huda Educational Complex,** P.B. No. 04, P.O. - Kuttiadi - 673508 Kozhikode, Ph.: 0496 - 2596496, 2596497, 2597098 E-mail: sheckuttiadi@sancharnet.in, sirajulhuda@hotmail.com ☛**Jamia Hasaniyya Islamiyya,** Hasaniyya Nagar (Kallekkad) Palakkad-678004 Ph.: 0491-2856643, 2857256 Fax : 0491- 857256 ☛**South Indian Muslim Educational And Charitable Trust,** TC 30/1/1294 (KRA#3), Nalumukku Pettah,Trivandrum - 695024 Ph.: 0471-2470824, 2727724 / 09447145292, 9387839274. **MAHARASHTRA - Iqra Education and Social Welfare Society,** Branch - Patur, Distt. - Akola Mob.: 94 21747727, 9421746895 ☛**Magaswargea Gramin Mahila Bahu-Uddeshia Shikshan wa Samagik Kalyan Mandal,** Patur, Distt. - Akola Mob.: 94 21747727, 9421746895☛**Pragati Shikshan Sanstha,** Dariyapur, Distt Amrawati Ph.: 982293191 Cell.: 9326081402 ☛**Allama Mohd. Taher Educational & Career (AMTEC) Foundation,** BeedKagzi Darwaza, Near Darga Haz. Syed Suleman Beed - 431122 Mob.: (02442) 310114, 9822457806 ☛**Kohinoor Mahila Mandal,** Painter Galli - Balbhim Chowk Beed - 431122 Ph.: 02442 - 230761 ☛**Osmania Mahila Shikshan Prasaraq Sanstha** "Nasheman" Near Dr. Mehmood's Building Khadka Road, Bhusawal - 425201 ☛**Iqra Education Society's H.J. Thim College of Arts & Science,** Mehrun, Jalgaon - 425135 Ph.: 2211725, 2212735 Mob.: 9890041299 ☛**Pahur Tanzeem-ul-Muslimeen,** Bada Mohalla, Pahur Tal. - Jamner Distt. Jalgaon - 424205 Ph.: 02580 - 242523 ☛**Khairul Bashar Education & Welfare Society,** Pahur Tal. Jamner Distt. - Jalgaon Ph.: 02580 - 242523☛**Anjuman-I-Islam's Akbar Peerbhoy College of Commerce & Economics,** Maulana Shaukat Ali Road, Two Tanks, Mumbai - 400008 Ph.: (O) 23074122, 23083405 Tele-Fax : 23063587 ☛**Youth Education & Welfare Society,** Nashik YEWS National High Schools, Maulana Azad Road, Sarda Circle, Nashik-422001, Ph.: 2594973 ☛**Citizen Welfare Education Society,** 782, Khushamadpura, Malegaon-423203 Distt. - Nashik ☛**Alqama Educational & Welfare Society,** Municipal Shopping Centre, Shop no. 5, Opp. New Bus Stand Malegaon Nashik-423203 Ph.: 434585-433624-439918 Tele-Fax: 430470 ☛**National Anglo Urdu High School,** Pimpri - 411018 Pune Ph.: (020) 7424930, 7454186 Mob.: 9422302292 ☛**Gaaz Institute,** 2/A, Kaka Manzil, Co-Op. HSG. Soc. Ground Floor, Kausa Mumbra, Distt. Thane-400612 Ph.: 25492205. **NORTH-EAST - Assam Falah Society,** Howly. Barpeta - 781316 Assam Ph.: (O) 03666-289323, (R) 289454 Mob.: 94350-25377 ☛**The Assam Social & Industrial Dev.Centre,** Rongpur, Kadamtola Silchar - 788009, Dist. Cachar, Assam ☛**Institute of Oriental Studies,** Sijubari - Dargah Road, House No. 153 (Opp. to Global Hospital) P.O. Hatigaon Chariali Guwahati-781038 Assam Ph.: (R) 2224867 Mob.: 2383050, 9435016395 ☛**Dudpur Rural Development Club,** Vill. Dudpur, P.O. Baliura. Distt Hailakandi, Assam☛**Dawarus Sunnah - Zamia Madrassa** P.O. - Dasgram, Distt. - Karimganj, Assam ☛**North-East India Emarat-e-Shariah & Nadwatut Tameer,** P.O. - Badarpur - 788806 Distt. - Karimganj Ph.: 03845 - 269066, Assam ☛**Ittehaad,** Azimuddin

Khan Memorial Hall RRB Road, P.O. Haiborgaon-782001 Distt. - Nagaon, Assam Ph.: 03672 - 220300 **☛Hundred Flowers Higher Secondary School (CBSE)**, Vill.- Khomidok (Koubak Houbi) Pangei Road, P. O. Pangei, Imphal East, Manipur - 795114 Tel. : 0385- 2422773 **☛Mahila & Child Welfare Association,** Uchiwa Wangbal P.O. Mayang Imphal, Distt. Imphal Manipur Cell.: 9436083686 **☛HRRDA Human Resource Rural Development Association,** Sekmaijin Queen Field, P.O. Mayang B.P.O. Sekmaijin - 795132 District -Thoubal Manipur **☛Hz. Ayesha Educational Trust,** Haji Musafirkhana Road, Islampur, Guwahati - 781007 Assam, Ph.: 0361 - 2452020. **ORISSA - Muslim Welfare Foundation**, MWF Voluntary Organisation, Akatpur, Sunhat, Balasore Ph.: 06782-63833 (R) 66916 (O) **☛Madani Welfare Association,** Plot No. 2631, 3rd Floor, Badagada Canal Colony, Sarugadia, B.J.B. Nagar, Bhubaneswar-751014 Ph.: 0674 - (O) 2502882 (R) 2311686 Mob.: 94370 01686 **☛Rajya Akhyam Seba Sangha,** Room No. - 6, Municipality Block Unit - 4 Market, Bhubaneswar - 751001 Tel.: 0674-2500279 / 2471463 **☛AYESA (Association of Youth for Economic & Social Advances),** Majhipara, Sonepur E-mail : ayesasnp@yahoo.co.in Mob.: 0943730102. **PUNJAB - Century Public School,** 36, Gali, Pelia Gate, Malerkotla - 148023 Distt. - Sangrur Mob.: 09356268881, 09872921999, 019147 78607 Tel. : 01675 - 324092 **☛National School for the Handicapped,** Novelty Complex, Bazaza Bazar, Ambala Cantt-133001 Ph:0171-4008833 Fax : 0171-4000488 Email:pgambhir2001@yahoo.com. **TAMILNADU - S.K.'s Educational Academy,** 36 Jani Jehan Khan Road, (Opp. Road to Zambazaar Police Station) Royapettah, Chennai-14 Ph.: 28481344, 28483231, 28483281 Fax : 28440763 **☛D. Ahmed Ali Parpia Memorial Matriculation Hr. Sec. School**(A unit of Muslim Educational Foundation), No. 2 Pachaiappan Street, Mount Road, Chennai - 600002 Ph.: 28548053 **☛Islami Baithulmal and Welfare Trust,** (Madra-se-Niswan), 37/29, (Old No. 17/26), Mainathottam Street No. 1, Muslim Girls School, N.H. Road, Coimbatore-641001 Ph. : 2304658 **☛Indian Matricuwlation School,** Eswari Nagar, Thanjavur-613004 Ph.: 04362 - 247680 **☛Ubaibas Foundation,** 1&2, M.M. Abdul Huq Street, Tirupattur-635601 Vellore - Distt. Ph.: 04179-220366 **☛C. Abdul Hakeem College,** Hakeem Nagar, Melvisharam - 632509 Vellore Distt. Ph.: 04172-266187 (O), 266487, 266987 Fax : 04172 - 266987. **UTTAR PRADESH - Sir Syed Public School,** Kabir Kunj Behind Prabhu Talkies Roadway's Colony Loha Mandi, Agra - 282002 Ph.: 0562- 2111842 **☛Allama Iqbal Educational Society (AIES),** 13/790, Shekhan, Achnera - 283101Agra Ph. : 9412800235 **☛Kushwah Public Junior High School,** Nagla Prithvi Nath, Shahganj, Agra **☛Maulana Abul Kalam Azad Public School,** Interdisciplinary Biotechnology Unit, Aligarh Muslim University, Aligarh - 202002 Ph.: 0571-3958700, 2720388 **☛Madarsa Islamia Arabia Wasiatul Uloom,** 23/25, Masjid Dhal Wali, Bakshi Bazar, Allahabad, Ph.: 0532 - (O) 2551976, (R) 2656183 **☛Madarsa Subhania,** 95, Maulana Kafi Road, Gadhi Sarai, Allahabad - 211003 Ph. : 2650336 **☛Kidwai Memorial Girl's Inter College,** 196, Himmatganj, Allahabad Ph.: (O) 2615496 (R) 2656147**☛Jameatus-Swalehat-Al-Islamia,** Mahmoodabad, Bisauna Road, Kareli, Allahabad - 211016 Mob.: 9839468070, 0532-3091207 **☛Madarsa Ahle Sunnat Ziyaul Uloom,** Mohalla - Baghaicha, Iltifat Ganj, Distt - Ambedkar Nagar - 224145 Ph.: 05273 - 284527 **☛Makhdoom Ashraf Educational & Social Welfare Society,** Village - Baskhari Sharif, Distt. Ambedkar Nagar Mob.: 09415089643 Ph.: 05274 - (O) 276272, 276111 Fax : 276069 **☛H.R.B. Public School,** Meeran Pur, Akbar Pur Ambedkar Nagar Ph.: 05271 - 244315, Mob.: 9450495340 **☛Sardar Hameedi Taleemi wa Samaji Mission (Regd.),** 196, Chilla, Amroha-244221 Tel. 0592-264338 **☛Babar Khan Educational Technical & Social Society,** Bara Ghar, Near Sai MandirMoh. Kanoon Goyan, Amroha, J.P. Nagar Mob.: 9897550724, Ph.: 05922-260724 **☛Al-Jehad Educational & welfare Society,** Post : Kanura Gahni, Distt. - Azamgarh - 223224 **☛Ideal Educational Society,** Saadatganj, Barabanki - 225206 Ph. : 05241 - 258566 Mob. : 9415141120**☛Rashtriya Mahila Jagriti Sansthan,** S/1070, Line Purwa Dewa Road, Barabanki Ph.: 05248 - 228749 Mob.: 9336328145 **☛Muslim Kindar Garden School,** Shakhayya Pura, Behraich, Ph.: 05252 - 23447 **☛Rohilkhand Gram Vikas Utthan Samiti,** 773 Shahabad Bareilly Ph. : 0581 - 2541125 **☛Suhel Memorial English School,** H. No. 160, Kanghitola Near Qila Sabzi Mandi, Tehsil - Distt : Bareilly Jadonpur, Bareilly Ph.: 2457738 **☛H.A.W. Memorial English School,** Dhaunra Tanda, Bareilly - 243204 **☛Bijnor Muslim Fund,** Qazipara, Street, Bijnor Ph.: 01342-262767 Mob.: 9837469978 **☛Hira Islamic Education Foundation,** Mohallah Qazizadgan, Chandpur, Bijnor **☛Excellent Educational & Social Society,** Near Azad Welding Works, Raje Babu Road, Bulandshahr-20300 Ph.: 05732-

27570 ☛**Gramin Samaj Kalyan Audoyogiki Prashikshan Sansthan,** Nai Abadi, Holi Gate, Etah - 207001 Ph.: 05742 - 231522, 236094 ☛**Madarsa Saeedul Uloom,** *(under taking The Modern Educational Society)* Near Jama Masjid, Deoband - 247554 Ph.: 01336 - 221207 ☛**Shahzad Zafar Memorial Public High School,** Fateh Nagar, Laar Distt. - Deoria ☛**Royal Technical Training Institute,** C/o India Radios, Idgah Market, G.T. Road, Etah Ph.: 36094 ☛**Mohammadiya Educational Society,** 273, Shah Qamar, New City, Etawa Ph. : 9412572204 ☛**Faiz-e-Aam Muslim Hr. Sec. School,** Sheikhpur Jafar, P.O. - Raunahi, Distt - Faizabad - 224182 Ph. : 05278 - 255314 Mob. : 09415139626☛**Milli Darsgah Aligarh Convent School,** 4/22, ChowkFarukhabad - 209625 Ph.: 05692 - 22449 ☛**Madrasa Nooriya Khairiya,** Baghi Bhari, Post - Peepiganj, Distt. - Gorakhpur - 273165 Ph.: 2762340 ☛**Women Organisation for Rural Development** *(Word Sansthan)* C-211A, Ilahi Bagh Chowk Gorakhpur Ph.: 0551 - 2291258 ☛**Al-Ameen Institute of Information Technology,** Dr. Khan's Clinic, IInd Floor Main Bulandshahar Road, Hapur - 245101, Ph. : 0122 - 2308027, 3091307 ☛**Sandila Girls Intermediate College,** *(Chaudhry Wajahat Ali Memorial Urdu Centre)* Musapur, Sandila, Distt. Hardoi-241204 Ph.: 05854 - 270978 Mob. : 9415016479 ☛**Sir Syed Educational Samiti,** Tehsil + P.O. - Bilgram Distt. - Hardoi - 241301 Ph.: 05851 - 241143 ☛**Sandila Girls Intermediate College,** Sandila Hardoi-241204, Ph.: 05854 - 270978 Mob.: 9415016479 ☛**J.S. Educational Centre,** E/E-47, Veerangana Nagar, Kanpur Road, Jhansi-284128 Mob.: 9415067674 ☛**Madarsa Islamia Arabia Jamiatul Raeen,** 188 / 109, Andar Unnao Gate Distt. Jhansi Ph. : 0517 - 5532879, 2352279 ☛**F.A. Ahmad School,** 258, Om Purwa, Kanpur-7 Ph.: 2366877 ☛**Jamea-Tut-Taiyebat,** 89 / 345 A (I), Daler Purwa, Kanpur - 208001 Ph.: 0512 - 2315763 Mob.: 3813701 ☛**Madarsa Ayyubia Tajvidul Quran,** H.No. 131 / 314, Begum Purwa, Kanpur Ph.: 0512 - 3955211 ☛**Abul Kalam Azad Girls Inter College,** Lakhimpur Kheri - 202701☛**Shri Vardhman Inter College,** B block Amrapali Market, Indira Nagar, Lucknow Ph.: 0522 - 2341570 ☛**Jalliiya Muslim Girls Higher Secondary School,** Iradat Nagar, Dali Ganj, Lucknow ☛**Academy of Mass Communication,** 21 Bilhra House, R.K. Tandon Road, Near Kotwali Qaiser Bagh, Lucknow - 226001 Ph.: 0522 - 2200310 ☛**Regional Public School,** Laulai, Lucknow - 227106 Ph.: 2815192 ☛**All India Jamiatul Qureshi Uttar Pradesh,** State Office-38, Royal Hotel, Vidhan Sbha Marg, Lucknow ☛**Rahbar Charitable & Welfare Society,** M.I.G. - 2, L.D.A. Colony, Aishbagh, Lucknow - 226004 Ph.: 0522 - 2263205, 3240695 Mob.: 9415465189, 9415576755, 9335240695 ☛**Sadbhavna Samanvay Sansthan,** 3/200 Vikas khand, Gomti Nagar, Lucknow-226010 Ph.: 0522 - 2300188, 9415001956 ☛**Jamiatul Shabab ul Islam,** Baraulia Tagore Marg, Lucknow - 226020 Tele-Fax - 0522 - 327706 Mob.: 09335256172 ☛**Ghani Talimi Markaz,** 64/12 Masjid Lane, Lal Kuwan, Lucknow Ph.: 2236191, Mob.: 9415012415 ☛**Quresh Ideal Shiksha Samiti,** Pathar Wali Masjid, Manoharpura, Bajariya Mathura Pin - 281001 Cell. 9319075091 Fax.: 0565 - 408124 ☛**Darul Uloom Rahimiah,** Raghauli, Ghosi Distt. - Mau - 275105 Ph.: 05474 - 229264 ☛**Nisar Higher Secondary Education,** Hansapura, Imli Bagh, Kopaganj, Mau - 275305 Ph.: 0547 - 2506744 Mob.: 9236050890 ☛**Momin Ansar Girls Inter School** (Muslim Education Society) Asrari, Khairabad, Dist-MAU - 276403 Ph.: 0547-2322783 (O), 2321109 (R) ☛**Jamia-Tul-Imam-e-Asar-wa-Zamman,** Sirsi Sadat, Distt. Moradabad Ph.: 23620 ☛**Muslim Education Society,** Shahbad Road, Bilari, Distt. - Moradabad -202411 ☛**Riya Jankalyan Samiti,** Qasdi Tola, Mughalpura -1st Moradabad - 244001 Mob. : 9837490050 ☛**Azad Alp Sankhyak Utthan Samiti,** Mohalla : Fateh Ullah, Ganj Thakur Dwara Distt. - Moradabad Ph.: 01343 - 244317 Mob: 09411043144 ☛**GCT Educational Society,** D - 20 / 271, Kisrol Street, Near Moulsiri Mosque, Moradabad - 244001, Cell: 9897060895, 9837452878 ☛**Peetai Basti Dastkar Association,** Mughal Pura 1st, Moradabad Ph.: 313532 ☛**Islamic Society,** Alflah Niswan College, Mohalla Takia, Ahraura, Distt Mirzapur - 231301 Ph.: 05443-224484 Mob.: 9839562158 ☛**Fatima Education Society,** Fatima Children Care Mission & Girls Junior High School, Kambal Ka Tazia Moradabad ☛**Islamic Scientific Academy,** Town / Post - Umri Kalan, Distt. - Moradabad Ph.: 05922 - 278214 ☛**M.E.T. Public School,** Jam-e-Masjid, Sector - 8, NOIDA Ph.: 95120-2333043 (O), Mob.: 9891316279 ☛**Momin Ansar Welfare Association,** C-173, Avas Vikas, Pilibhit - 262001 Mob.: 09897110760, 09719125425 Ph.: 05882 - 256357 Fax.: 05882 - 253210 ☛**Indian Educational Society,** Sadar Bazar, Distt. - Pratapgarh - 230001 Tel.: 05342222309 Mob.: 9335133022 ☛**Sanskriti Institute of Information Technology,** Anil Sewa Sansthan 546 Satya Nagar, Raibarelli-200901 Ph.: 2200676 Mob.: 3103091 ☛**Jamiatul Huda Al Islamia** *(Huda Islamic Institute)*, Syed Ahmed Shaheed Nagar (Otiya) Post - Fatehpur, Distt. - Raibareli - 229309 ☛**Computer Point (Dare Arafat)** Town Hall Market, Raibarelli-229001 Ph.: 0535 - 2213446 ☛**Bhartiya Kisan Sanstha,** Mohalla Rahu Pura, Tanda, Distt Rampur-244925 Mob.:

9412667625, 2535820 ☛**Kainat Public School,** Moh. Imli Jhoolay Wali, Degree College Road, Near Transformer, Rampur - 244901 Ph.: 0595 - 2329782 ☛**Jawahar Lal Sewa Sadan Samiti,** Mohalla Bajariya, Kadhu, Islam Ganj, Rampur - 244901 Ph.: 0595-224538 ☛**Chand Welfare Society,** Purana Gunj, Betuk Road, Rampur - 244901 Tel .: 0595- 2326040 Mob: 09837763344 ☛**Maulana Abul Kalam Azad Islamic Educational Academy,** Ratan Pura, Mirapur (Suwar) Rampur - 244924 Ph.: 9719128961 ☛**Women Institute of Self Employment Training (WISET),** Bushra Education & Social Welfare Society, Moh. Thotar Mansoori Street, Behind Chowki Razzar, Rampur - 244901 Ph.: 0595 - 2324498 ☛**Modern Education Society,** Ghair Najmat Khan, Rampur ☛**Qasmi Educational Society Deoband,** 68, Dar-e-Jadid Darul Uloom Deoband, Saharanpur - 247554 ☛**Shaheed Ashfaq Ullah Khan Infotech Centre,** Green Valley Jr. High School, Ahmadpur Chungi, Shahjahanpur Ph.: 05842 - 236047, 311625 ☛**Madarsa Nizamia Islamia,** Gadipura, Shahjahanpur ☛**Darul Uloom Makhdumiyan Arabia,** Vill. & P.O. - Wasa Dargah, Distt. - Siddharthnagar Ph.: 05541 - 254795 ☛**Jamia Misbahul Uloom,** Chaukonia Bharat Bhari, Siddharthnagar Pin - 272191 Tel.: 00961 - 5541 - 254602, 254620 Fax : 254802 ☛**Abul Kalam Azad Educational Institute,** Azad Nagar, Domariaganj, Distt. - Siddharthnagar Ph.: 05541, 244222 ☛**International Welfare Trust,** Urdu Shiksha Kendra 52, Mohalla Bangla, Sitapur-261001 Mob.: 9810622431 ☛**A.K. Lodi Memorial Society,** B. 8 / 77 - A, Bara Gambhir Singh, Sonarura, Varanasi - 221001 Mob.: 09335411339, 09335323842 Ph.: 052-3248884 ☛**Sanjeevani Social Welfare Society,** Plot No. 19, Cotton Mill Colony, Varanasi Mob.: 9415228020. **UTTRANCHAL** - **Lingua Franca Educational Welfare Society,** Opposite Hotel Shikhar, Mall Road, Almora ☛**Faizan Educational Welfare Society,** Hasnawala, Biharigarh, Hardwar Ph.: 0132- 2784555, 2784430 Mob.: 09719079348☛**Nainital Lingua FrancaSchool of Languages,** Above Lohani Aata Chakki, Malli Bomori Haldwani, Nainital - 263139 Ph.: 9359412620, 05946 - 327330 ☛**Sandal Educational Welfare Academy,** (Under Spring Filed Public School Society), Khuwaja Compound, Qidwai Nagar, Haldwani (Nainital) Mob.: 09359412620 ☛**All India Ali Welfare Educational Society,** Azad Nagar, Kelakhera (Udham Singh Nagar) - 263152 Ph.: 05949-241182 Cell. 9719014182, 9927724266☛**St. Mary J.H. School,** Near New Door Sanchar Building, Ward No. 3, Kichha-263148 (Udham Singh Nagar) Tel.: 05944-264203 Mob.: 98370-69660, 93193-23896, 94121-37237. **WEST BENGAL** - **Nutan Masjid Committee,** Nutan Masjid Complex, West of Lal Dighi Roopnarayan Road, Cooch Behar-736101 ☛**Anjuman Islamia,** Chowk Bazar, P.O. & Distt. Darjeeling ☛**The Adabi Society High Madrasah,** P.O. Angus, Distt Hooghly-712221 ☛**Teacher's Forum,** 22/2 Dharmadas Kundu Lane, Shibpur, Howrah-711102 Ph.: 033 - 26426388 Mob.: 9831516136 ☛**West Bengal Urdu Academy,** Minorities Development & Welfare Department, Govt. of West Bengal 75 / 2A, Rafi Ahmed Kidwai Road, Kolkata - 700016 Ph.: 244 8450 ☛**Hasrat Mohani Girls High School,** S-69, Garden Reach Road, Kolkata-700024 ☛**Subhashini Global Net,** Noor Mansion, 2nd Floor, Rathbari, Station Road, Pranta Pally, P.O. & Distt. Malda-732101 ☛**Subhas Chandra Bose Centenary College,** Lalbagh, P.O. & Distt. Murshidabad-742149 ☛**Islamic Welfare Society,** Wimberly Gunj P.O., South Andaman-744206 Tel. : 03192 - 246191, 234741

تفصیل کے لیے رابطہ قائم کریں :

NATIONAL COUNCIL FOR PROMOTION OF URDU LANGUAGE

Ministry of Human Resource Development, Department of Higher Edu cation,Govt. of India
West Block-8, Wing No. 7, First Floor, R.K. Puram, New Delhi - 1 10066
Tel. 011-26169416, 26109746, Fax : 011-26106425, 26108159

क़ौमी काउन्सिल बराए-फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

NATIONAL COUNCIL FOR PROMOTION OF URDU LANGUAGE

M/O. HRD, Deptt. of Higher Education, Govt. of India, West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110 066.

فنکشنل عربی میں قومی اردو کونسل کا یک سالہ / دو سالہ فاصلاتی کورس

رجسٹریشن 28 فروری 2007 تک

- روزمرہ استعمال ہونے والی عربی زبان اور عربی پڑھنے والے طالب علموں کو معاصر تقاضوں سے جوڑنے کی ایک بڑی کوشش
- باوقار روزگار کے مواقعوں سے جوڑنے کے لیے اس کورس کو عربی شارٹ ہینڈ اور کمپیوٹر پیکیج سے جوڑنے کی کوشش

(1) سرٹیفیکٹ ان فنکشنل عربک (2007-08) (Certificate in Functional Arabic)

اہلیت۔ اردو کی بنیادی تعلیم مع قواعد۔ عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔

فیس: طالب علم فارم اور رجسٹریشن کے لیے -/200 روپیہ یا اس کا ڈرافٹ کونسل کے مندرجہ ذیل کسی بھی عربی سرٹیفکیٹ اسٹڈی سینٹر میں جمع کر سکتے ہیں۔

کورس کی میعاد: ایک سال۔ طالب علم ہر پانچ ماہ کے بعد اختبارات کونسل کے اسٹڈی سینٹر میں جمع کریں گے۔ سال کے اختتام پر ایک پرچہ پر مشتمل فائنل امتحان کونسل کے منظور شدہ اسٹڈی سینٹر میں کونسل کی طرف سے لیا جائے گا۔ مجموعی کامیابی کے بعد ہی کونسل کی طرف سے کامیاب طالب علم کو "Certificate in Functional Arabic" کا سرٹیفکیٹ دیا جائے گا۔ کونسل سے براہ راست سرٹیفکیٹ کورس کرنے کی بھی سہولت ہے۔ براہ راست کورس کرنے کے لیے -/500 روپے کا ڈرافٹ NCPUL, New Delhi کے نام بنوا کر کونسل میں جمع کر سکتے ہیں۔ تفصیل کے لیے رابطہ قائم کریں۔

(2) ڈپلومہ ان فنکشنل عربک (2007-09) (Diploma in Functional Arabic)

اہلیت : عربی کی ابتدائی تعلیم مع قواعد۔ اس کے علاوہ عربی لکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی لازمی ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔

فیس: طالب علم فارم اور رجسٹریشن کے لیے -/200 روپیہ یا اس کا ڈرافٹ کونسل کے مندرجہ ذیل کسی بھی عربی ڈپلوما اسٹڈی سینٹر میں جمع کر سکتے ہیں۔

کورس کی میعاد: دو سال۔ طالب علم ہر پانچ ماہ کے بعد اختبارات کونسل کے اسٹڈی سینٹر میں جمع کریں گے۔ دو سال کے اختتام پر ایک پرچہ پر مشتمل فائنل امتحان کونسل کے منظور شدہ اسٹڈی سینٹر میں کونسل کی طرف سے لیا جائے گا۔ مجموعی کامیابی کے بعد ہی کونسل کی طرف سے کامیاب طالب علم کو "Diploma in Functional Arabic" کا سرٹیفکیٹ دیا جائے گا۔

کنٹیکٹ کلاس : دونوں کورسیز کے لیے کونسل کے اسٹڈی سنٹر میں عربی بول چال میں مہارت کی غرض کی تکمیل کے لیے کنٹیکٹ کلاس کی سہولت ہوگی جس میں طالب علم کی حاضری لازمی ہے۔

نوٹ: اسٹڈی سینٹر کے انچارج ان دونوں کورسیز کے الگ الگ مگر مجموعی ڈرافٹ NCPUL, New Delhi کے نام رجسٹریشن فارم کے ساتھ قومی اردو کونسل نئی دہلی کو رجسٹرڈ پوسٹ سے ارسال کریں۔ رجسٹریشن کے بعد طلبہ کی تعداد کے مطابق کورس میٹریل ارسال کئے جائیں گے۔

ANDHRA PRADESH ***Centre for Certificate Course:*** • **National Council for Promotion of Urdu Language:** (South Reagion Branch) 22-7-110, 3rd Floor, Sajid Yar Jung Complex (SYJ), Block No. 1-5, Pathar Gatti, Hyderabad-500002 (A.P.) • **Society for Arabic Academy:** 8-1-398 / D / 1 / 19 I. A. S. Colony Toli Chowki, Hyderabad, (A.P.) Ph. 55756869 • **Hanafia Arabic Institute:** H. No. 17-4-300 Mata Ki Khidki, Outside Dabirpura Hyderabad-23, (A.P.) • **Mahad Uloomil Hadees:** 2-81, Wadi Hadees, Jal Pally Hyderabad-500005, (A. P.) Ph. 040-25501588 (Madrasa)• **Mesco Arabic Language & Education Foundation:** Secretariat At: 22-1-1037 / 1 Mesco Diagnostic Centre Darul-Shifa, Hyderabad-500024, (A.P.) Ph. 24576890, 24411907 • **Darul Uloom Niswania, Kurnool:** H. No. 32 / 180, Gadda Street, P. O. Kurnool, (A.P.) Pin. 518001 Ph. 240487, Cell. 9440551656 • **Urdu Ghar, Adoni Al Falah Education & Welfare Society:** H. No. 2-288, Baherpet Shairkhan House, Dist. Adoni-518301 (A. P.) Ph. 08512 252425

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Jamiat-ul-Banaath Hyderabad:** 16-2-874/A/2, Jeevan-Yar-Jung Colony Sayeedabad, Hyderabad, (A.P.) Ph. 24550191, 24553534 • **Jamia Makarim-Ul-Akhlaq:** *(Centre of Distance Education)* Moral Edn. & Welf. Society Quadri Bagh, Amberpet, Hyderabad-500013 (A.P.) Ph. 27403392, 55153938

• **Idara-e-Adbiyat-e-Urdu:** Aiwan-e-Urdu, Panjagutta Road, Somaji Gudar, Hyderabad-500082, (A. P.) Ph. 040-23310469 Fax 040-23374448

Centre for Diploma Course: • **Samadani Computerised Calligraphy Training Centre:** 19-1-436/A / 89, Osman Bagh, Near Kamatipura Police Station, Bahadurpura, Hyderabad. (A. P.) Ph. 24463426 • **Jamia Islamia Ashraful Uloom Hyderabad:** 17-1-391 / 2 / 79 / A, Khaja Bagh, Syeedabad Colony, Hyderabad - 500059 (A. P.) Ph. 040-24070681, 24079067 • **Arrahaman Education Society:** Door No. 9 / 239, Lal Masjid Road, Dist. Kurnool - 518001, (A. P.) • **Jamia Mohammedia Ayesha Niswan Kurnool:** H. No. 5 / 47, New One Town, Kurnool - 518001 (A. P.) Ph. 08518-240547 Cell. 9440386782 • **Jaysha Education Society (Regd):** Plot 88, Road 3, West Marredpally, Dist. Secunderabad-500026 (A.P.) Ph. 27803228

ASSAM ***Centre for Certificate & Diploma Course:*** • **Institute of Oriental Studies (I. O. S.):** C /o. Shamshad Ali Bhawan, House No. 153, Opp to. Global Hospital Sijubari - Dargah Road, P. O. Hathigaon Chariali, Guwahati-781038 (Assam) Ph. 0361-2224867, 2383050(Off)

Centre for Diploma Course: • **Assam Falah Society, (Under I.O.S.):**C/o. HOMA, Howly, P. O. Howly, Distt. Barpeta. 781316 (Assam) • **Arabic Language Study Centre:** *Abhayapuri (Under I.O.S.)* Bapuji School Road, Abhayapuri 783384 Distt. Bongaigaon, (Assam) Ph. 03664281482, Mob. 9435482786 • **Sonahat Madrassa Centre (Under I.O.S.):** Sonahat Sr. Madrassa P. O. Dafarpur, Distt. Dhubri-783334 (Assam) • **Arabic Study Centre:***(Under the management of Institute of Oriental Studies)* Katarihara P.O. Katarihara Distt. Goalpara, (Assam) • **Nabin Chandra College:** P. O. Badarpur, Distt. Karimganj, (Assam) 788806 Ph. 03845-268153 • **Dawarus Sunnah Zamia Madrassa:** P. O. Dasgram. Distt. Karimganj, (Assam) • **Kadomoni Centre (Under I.O.S.):** Kadomoni Title, Madrasa P. O. Kadomoni, Distt. Nagaon, (Assam) Pin. 782122 • **Arabic Study Centre:***(Under the management of Institute of Oriental Studies)* S. B. Arabic College P. O. Chariali Dist. Sonitpur, (Assam) Pin. 784176

BIHAR ***Centre for Certificate Course:*** • **Kainat Foundation:** Kako, Distt. Jehanabad, (Bihar) Pin. 804408 Ph 06114-255314 •**Computerised Calligraphy Training Centre:** At. Anjuman Islamia Millat Girls High School, Pani Bagh, P. O. & Distt. Kishanganj (Bihar) Pin. 855107 Ph. 06456-233160(O), 222502 (R) • **Khanquah Teghiya Sufiya:** Damodarpur, Dist. Muzaffarpur-843113 (Bihar) Ph. 0621- 2260124 Mob. 09934872092 • **Madrasa Rahmania Gehwan:** P. O. Ahilgawan, Via Jalalgarh,Distt. Purnia. (Bihar) Pin. 854327 • **Nalanda Samaj Seva Ashram:** Mohall Chhajjoo, Naseerpur P. O. Bihar Sharif, Distt. Nalanda, (Bihar) Mob. 09934048612 • **Madrasa Islahul Muslemi:** At & P. O. Tharbitta Distt. Supaul, (Bihar) Pin. 852138 Ph. 263070

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Banat Foundation:** Jamiatul Banat, Khandai,l Post. Cherki, Distt. Gaya, (Bihar) Pin. 824237 Ph. 0631 - 273455 • **Imarat-e-Sharia Educational & Welfare Trust:** Phulwari Sharif Patna-801505, (Bihar) Ph. 0612-2257012, 2255581

Centre for Diploma Course: • **Madrasa Islamia:** P. O. Daud Nagar Old Town Dist. Aurangabad-824113 (Bihar) • **Darul Uloom Ahmadia Salafia:** Laheria Sarai, Distt. Darbhanga, (Bihar) Pin. 846001 Ph. 0091-6272-240787 • **Darul Uloom Ul Mashraqqia Hamidia:** Madrasa Hamidia, Quilaghat, Dist. Darbhanga-846004 (Bihar) • **Jamia Rahmani:** Khanquah Distt. Munger-811201 (Bihar) Ph.06344-222207 • **Madrasa Islamia Anjuman Falahul Muslemin:** Near Town Thana, Hajipur, Distt. Vaishali, (Bihar) Pin. 84410

DELHI *Centre for Certificate & Diploma Course:* • **Madarsa Ibrahimia Jamiatul Quran:** Masjid Khalilullah, Batla House, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-25 Mobile: 9891104786 • **Madarsa Talimul Quran:** Haji Langa, Sector - 3, R.K. Puram, New Delhi Ph. 011 - 26178298 • **Madarsa Zinatul Quraan:** B - 291, Welcome, Seelampur, Shahdara, Delhi - 53 Ph. 011 - 22828596, 22825578

Centre for Diploma Course: • **Jamia Arabia Quddusia:** N - 99, Batla House, Okhla, New Delhi - 25 • **National Arabic**

School: C - 278 / 5, Near IInd High Tension, Shaheen Bagh, Okhla, New Delhi - 25 Ph. 23275680, Mob. 9811693308 • **Jamia-tus Suffa:** C - 272, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, New Delhi - 25

HARYANA: ***Centre for Certificate Course:*** • **Tasleema Girls School:** Dhadola Khurd, Tehsil, Ferozepur Jhirka, Mewat Ph. 09416320446

GUJRAT ***Centre for Certificate Course:*** • **Shams School:** Near Industrial Post Office, Rakhial, Dist. Ahmedabad - 380028 Ph. 2749955, 2746096 (Gujarat) • **Elahi Educational Trust:** Madrasa-e-Faruke Azam Pani Gate, Distt. Vadodra-390019 (Gujarat) • **Muslim Education & Welfare Society:** Sanchalit High School, Distt. Bhuj Kutchh, (Gujarat)

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Majlis-e-Dawatul Haq–Surat:** At.. Sadat Nagar, Behind Bus Stop, At & P.O. Unn Via. Udhna - Surat. Distt. Surat (Gujarat) Pin. 394210 Ph. 0261 - 751660 - 750372

Centre for Diploma Course: • **Darul Uloom Mazher-e-Saadat:** At & P.O. - Hansot Distt. - Bharuch, (Gujarat) Pin. 393030 Ph. 0091-2646-62050 / 62031 • **Jamia Hamidia Anjuman:**Himayatul - Millat Panoli, Distt. Bharuch (Gujarat) • **Jamiah Uloomul Quran:** At. & P.O. Jambusar - 392150 Distt. Bharuch (Gujarat) • **Madrasa Mohammadiya:** V. M. Road, Near Sadhewadi Distt. Jamnagar Pin. 361001 (Gujarat) Ph. 0288 - 2558105, 2672853

JAMMU AND KASHMIR ***Centre for Diploma Course:*** • **Shamas Memorial Islamic Educational Institute:** Shamsabad, Block Khansahib Budgam, (J & K.) Pin. 191111 Ph. 01951 - 277269 (PP) Mob. 9419034410 • **M. A. M. Educational Institute:** Bagat Kanipora Shamsabad Block, Khansahib Budgam (J & K) Pin. 191111 *Shams Memorial Islamic Educational Institute, Shamsabad, Block Khansahib Budgam,* • **Madrasa Jamia Islmia Noorul Huda (Nabani):** Chhungan Teh. Mendhar Distt. Poonch (J & K) Pin 185211 • **Shamas Memorial Islamic Educational Institute:** Shamsabad, Village. Mashwara, Pulwama (J & K)• **Fast Track School of Info Technology:** 3-Khidmat Complex, The Bund Regal Complex Distt. Srinagar-190001, (J & K) Ph. 0194-2482721 •**International Computer Institute:** Bapari Angan, Bohri, Kadal, Srinagar-190002 (J & K)Ph. 0194 - 2481550

KARNATAKA ***Centre for Certificate Course:*** • **Quwathul Islam Pre-University College:** 8. Bore Bank Road, Benson Town, Distt. Bangalore - 560046 (Karnataka) Ph. 3542010 • **Mohammadia English Medium High School:** Near, Ist Railway Gate, Cowl Bazar, Bellary - 583102, (Karnataka) Ph. 243203, 240980 *Managed By Huda Educational Minority Society (Regd) Cowl Bazar, Bellary - 583102* • **Rahmaniya Arabic Center:** Managed by Al-Hasanth Education Society, Madina Masjid Luhar Galli - INDI Distt. Bijapur - 586209 (Karnataka) • **Himayathul Islam Madrassa:** Karopady P. O. Karopady Bantwal Taluk, (Via) Dist. Kanyana D.K., Karnataka Pin. 574280 • **Anjuman Arts, Science & Commerce College:** Post. Box. No. 02 Anjumanabad, BHATKAL - 581320 (Uttar Kannada) Karnataka State Ph. 08385 - 226443, 222744

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Haleema Educational & Charitable Trust (Regd):** S F.S. 13, Mig II^rd^, K. H. B. Colony, Vakkalgera, Near Bilalabad Distt. Gulbarga - 585104 (Karnataka) Ph. 425299

Centre for Diploma Course: • **Allama Iqbal Educational Society:** Bider H. No. 4-1-68 Noorkhan Taleem Dist.Bider, (Karnataka) Ph. 230900 Mob. 08482311560 • **Jamiya Sultania:** Hidayathpur Distt. Chitradurga, (Karnataka) Pin. 577520, (Karnataka) Ph. 08194 - 223131 • **Al - Hasanath Education & Welfare Society:**Rangampet - 585220 Tq. Shorapur, Distt. Gulbarga (Karnataka) Ph. 08443 - 256823 • **Anjuman-e-Ithahad- e-Islam Mysore:** 2880, Sawday Road, Mandi Mohalla, Mysore - 570021 (Karnataka) Mob. 9880436846

Centre for Diploma Course: • **Allama Iqbal Educational Society:** Bider H. No. 4-1-68 Noorkhan Taleem Dist.Bider, (Karnataka) Ph. 230900 Mob. 08482311560 • **Jamiya Sultania:** Hidayathpur Distt. Chitradurga, (Karnataka) Pin. 577520, (Karnataka) Ph. 08194 - 223131 • **Al - Hasanath Education & Welfare Society:** Rangampet - 585220 Tq. Shorapur, Distt. Gulbarga (Karnataka) Ph. 08443 - 256823 • **Anjuman-e-Ithahad- e-Islam Mysore:** 2880, Sawday Road, Mandi Mohalla, Mysore - 570021 (Karnataka) Mob. 9880436846

KERALA ***Centre for Certificate Course:*** • **Madrasa Noorul Irfan:** Arabic College, Jalalabad Kunnatheri, P. O. Thaikkattukara Aluva - 673606, (Kerala) Ph. 0484 - 627825 • **Oriental Urdu College:** Chennamangallur *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi, Post. Chennamangallur, Mukkam Calicut - Dist. Kerala State - 673602 • **Kuttiadi Muslim Orphanage:** *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi Post - Kuttiadi, Calicut Distt. Kerala State - 673508 • **Al Mujammaul Islami:**Trikaripur P. O. Trikaripur Kasargod (Dt.) (Kerala) Pin. 671310 Ph. 04997 - 210705, 210692, 212786 • **Subulu Ssunnah Sahithya Samajam:** Jama Masjid, Thattamala, P. O., Distt. Kollam Pin. 691020 (Kerala)

• **Kavannur Charitable Trust:** *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi C/o. Popular Store Post. Kavannur, Malappuram - Distt., Kerala State - 673644 • **Kamsic Arabic College:** Kalampadi *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi Post. Malappuram Malappuram - Distt. Kerala State - 676505 • **Izzathul Islam Complex:** Izzath Nagar, Kuzhimanna P. O., Malappuram Dt. Pin. 673641 (Kerala) • **Nibras Secondary School Moonniyur:** Thangal's Road A. C. Bazar Moonniyur - 676311 Malappuram Dt. (Kerala) • **Malharu Noorii Islami**

Tha- Aleemi:Al - Bukhari Compound Hosangadi Distt. Manjeshwar - 671323 (Kerala) • **Habeeb Abdullah Bin Alavi Al Haddad Charitable Trust**: Perumpilavu, Thrissur, Dt., Kerala - 680519 Ph. + 914885 289284, + 914885289456

Centre for Diploma Course: • **Kerala Urdu Prachara Samithi**: Mukkam:*Functional Arabic Study Centre* Orphange Road, Post. Mukkam, Calicut - Distt. Kerala State - 673602 Ph. 0495 - 2297051 (Off) 2298437 (Resi) Mob. 9447118437 •**Rahmania Arabic College**: Kadameri *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi, Post. Kadameri, Via. Villiapally Calicut - Distt. Kerala State - 673542 • **Jouharul Huda Arabic College**: Calicut *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi Panniyankara, Post - Kallai, Calicut - Distt. Kerala State - 673003 • **Al - Ihsan Arabic College**: High School Road, Koduvally Calicut, Kerala - 673572 • **Jamia Sa-Adiya Arabiya**: Sa-adabad, Deli, P.O. - Kalanad Dist. Kasaragod - 671317, (Kerala) Ph. 04994 - 237216, 238216, 237841 • **Jaleeliya Arabic College**: Koottikkada P. O., Distt. Kollam - 691020 (Kerala) • **Markazu Ssaquafathi Ssunniya**: Karanthur, Distt Kozhikode, (Kerala) Ph. 0495 - 2800121, 2800421, 2800427 • **Sirajul Huda Educational Complex**:P.B. No. 04 P. O. Kuttiadi - 673508 Kozhikode, (Kerala) Ph. 0496 - 2596496, 2596497 • **Madeenathul Nnoor**: College of Islamic Studies, Markaz Garden- Poonoor, P. O. Unnickulam, Kozhikode, Distt. (Kerala) Pin. 673574 Ph. 0495 - 2220884 • **Rasheedia Arabic College**: Edavannappara *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi Post. Cheruvayoor Malappuram - Dist Kerala State - 673645 • **Anvarul Islam Arabic College**: Thirrurkkad, *Functional Arabic Study Centre* Under Kerala Urdu Prachara Samithi Post. Thirurkkad, Malappuram - Distt Kerala State - 679351 • **Madina Ssaquafathil Islamiyya**: Swalath Nagar, Melmuri, P. O. Malappuram, (Kerala) Pin. 676514 Ph. 0483 - 2738343 2731145, 2737076 • **Majmau Dha - A Vathil Islamiyya**: Aerocode (Regd.) Distt. Malappuram, (Kerala), Pin. 673639 Ph. 0483 - 2850058 • **Darul Huda Islamic Academy Chemmad**: Functional Arabic Study Centre, Hidayath Nagar, Chemmad Post. Thirurangadi Malappuram - Dist, Kerala State - 676306 • **Jamia Hikamiyya Muhammadabad**: Pappinippara (PO) Distt. Manjeri - 676122 (Kerala) • **Jamia Hasaniyya**: Kallekkad P. O. Kodunthirapulli, Palakkad - 678004 (Kerala)

M.P. ***Centre for Certificate Course:*** • **Barkatullah Public Higher Secondary School**: Gandhi Nagar, 12, Moti Market, Sultania Road, Distt. Bhopal, (M. P.) Pin. 462001• **Kranti Kala Sangam**: H.No. 1, Near Kllole Park, Opp. Petrol Pump, 4 Bunglow Road, Dist. Bhopal (M. P.) Ph. 0755 - 2738738 • **Dr. Zakir Husain Educational & Cultural Society**: Surury Campur, P. B. No - 52
Station Dargah Road, Dist. Burhanpur - 450331, (M. P.) Ph. 07325 - 243900 • **Adarsh Samaj Seva Shiksha Samitee**: Mall Road, Morar, Distt. Gwalior (M. P.) Pin. 474006 Ph. 0751 - 2366525, 5030024 • **Jamia Islamia Arabia Riaz-ul-Islam**: Wan Manzil, SIRONJ - 464228 Distt. Vidisha, (M. P.) Ph. 07591 - 253107

Centre for Diploma Course: • **Shikshodaya M. School Neemuch**: 13/68, Moolchand Marg, Distt.Neemuch - 458441 (M. P.) Ph. 07423 - 20427

MAHARASHTRA ***Centre for Certificate Course:*** • **Zakir Hussain Technical School**: Under Women Welfare Society P.O. Box. 41, 294 - Bashir Gung, Rajuri Ves - BEED - 431122 (Maharashtra) • **Jametul Momenat**: Zafar Manzil, Phatakpura, Khamgaon - 444303 Distt. Buldana, (Maharashtra) Ph. 07263 - 255448

Centre for Diploma Course: • **Jamia Talimul Banat**: (Human Development Education & Welfare Society) Akbar Plots, Akot File Distt. Akola - 444003 (Maharashtra) Ph. 0224 - 2427012 • **Darul Qiraat Kaleemiyah**: Kakan Wadi, Kali Masjid, Station Road Dist. Aurangabad Pin - 431005, (Maharashtra) • **Jamea Rahmania Tahfizul Quran**: Salafi Gali 3, Gandhi Nagar Char Kop. Kandivli (West) Mumbai - 400067 Ph. 022 - 28056158, 28082004 • **Jamia Islamia Ishaatul Uloom**: A / P. Akkalkuwa - 425415 Distt. Nandurbar, (Maharashtra) Ph. 02567 - 252256 • **Youth Education & Welfare Society** (YEWS): National High School For Boys & Junior college, Maulana Azad Road, Sarda Circle, Nashik - 422001 (Maharashtra) Ph. 2594973 • **Madrasa-e-Miftahul Uloom**:122, Bhusar Mohalla Hindustani Masjid Bhiwandi - 421302 Distt. Thane, (Maharashtra) Ph. 230339.

MANIPUR ***Centre for Certificate Course:*** • **Daarul-Uloom Hao-ibi (Markaz)**: Lilong, Manipur, 795130, Tel. No. 0385-2432226 • **Mahila & Child Welfare Association**: Uchiwa Wangbal, P. O. & P. S. Mayang Imphal - 132, Imphal, West District,. Manipur

RAJASTHAN ***Centre for Certificate Course:*** • **Madrasa-e-Gabriel**:144, Deepak Mark, Near Bachha Park, Adarsh Nagar, Distt. Jaipur Pin. 302004 (Rajasthan) Ph. 0141-2616183, 2078006, 2632864 • **Qaimkhani Girls College**: Vill. & P.O. NUA Pin. 333041 Distt. Jhunjhunu (Rajasthan) • **Jame - Ul - Uloom** Sotla, Choonghi Chowki, Chopansi Road, Dist. Jodhpur, (Rajasthan) Ph. 0291 - 2751338 • **Unique Public School**: Dashara Maidan, Gangapur City, Distt. Sawai Madhopur, (Rajasthan)

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Jamea Tul Hidaya**: 1617, Khejre Ka RastaNear Indira Bazar, Jaipur - 302001, (Rajasthan) Ph. 0141 - 2632458, 2632483 • **Darul Uloom Faizane Ashraf**: Vill & P.O. Basni, Distt. Nagaur (Rajasthan) Pin. 341021 • **Maulana Abul Kalam Azad Arabic Persian Research Institute**: Distt. Tonk, (Rajasthan)

Centre for Diploma Course: • **Jame - Ul - Uloom** Sotla, Choonghi Chowki Chopansi Road, Distt. Jodhpur,

(Rajasthan) Ph. 0291 - 2751338 • **Darul Uloom Raza-e-Mustafa:** Vigyan Nagar Distt. Kota, (Rajasthan) Pin. 324005 Ph. 2425618, 2433786

U.P. ***Centre for Certificate Course:*** • **Sir Sayed Public School:** Kabir Kunj (Behind Prabhu Talkies) Roadways's Colony, Loha Mandi Agra - 282002 Ph. 311842 (U. P.) • **Malka Begum Public School:** (Abad Siksha Samiti) H. No. 58 / 278, - A Nagla Mehrab Khan, Sarai Khoaja-Agra (U.P.) Pin. 282001 Ph. 0562-2303215 (Mob) 9358502285 • **Madrasa Subhania:** 95, Maulana Kafi Road Garhi Sarai Allahabad - 211003, (U. P.) • **Bijnor Muslim Fund, Bijnor:** Qazipara Street, Distt. Bijnor, (U.P.) Pin. 246701 Ph. 01342 -262767 • **Darul Uloom Baharshah:** 505, Kandhari Bazar, Distt. Faizabad, (U.P.) Pin. 224001 Ph. 05278 - 25093 • **Jamia Arabia Alzazul - ul - Uloom:** P. O. WAIT Distt. Ghaziabad, (U. P.) Pin. 245207 • **Samaj Sewa Samiti:** Gulshaheed Old Ice Factory, Dist Moradabad, (U. P.) Ph. 0591 - 2494126 / 9897712231 • **Peetal Basti Dastkar Association (Regd.):** Mughal Pura Ist, Haji Altaf Mansoori Marg, Moradabad - 244001, (U.P.) Mob. 0591 - 3106559 • **Jamitaul Huda Islamia:** (C/o - Huda Educational Society) Jamo Road, Jagdishpur - 227809 Distt. Sultanpur (U. P.) Ph. 05361 - 265016 • **Jamia Sirajul Uloom:** *(Jamia Sirajul Uloom Kundau Bondihar Educational Society)* Kandau Bondihar Post, Sekhuiya, Utraula - 271604 (Balrampur) (U. P.) Ph. 0091 - 5265 - 263049, 263120 • **Madrasa Mahmudul Uloom Girls College:** 7, Yusufzai - Fatehpur, (U.P.) Ph. 09335009035 • **Momin Ansar Welfare Association:** C - 173, Avas Vikas Dist. Pilibhit, (U. P.) Pin. 262001 Ph. 05882 - 256357, Mob. 09897110760

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Muslim Social Uplift Society:** Sultan Jahan Manzil, Shamshad Market Distt. Aligarh (U.P.) • **Madarsa Ahle-Sunnat Ziyaul-Uloom:** Iltifatganj, Distt. Ambedkar Nagar, (U.P.) Pin. 224145 Ph. 05273 - 284527 • **Makhdoom Ashraf Educational:** Social & Welfare Society Bashkhari Sharif, Ambedkar Nagar, (U. P.) Ph. 05274 - 276272, 276111 Mob. 9415089643, 9839219930 • **Jamia-u-Shabab-il-Islam:** 504 / 31 - B, Braulia, Tagore Marg, Distt. Lucknow (U.P.) Pin - 226020 Ph. 0522 - 2740553 • **Nisar Higher Secondary Education:** Hunsapura, Imlibagh, Kopagunj, Distt. Mau (U.P.) Pin. 275305 Ph. 0547 - 2506744 (O) 2506727 (R) • **Jamia Ahsanul Banat:** Near Gokul Das CollegeTawela Street, Dist. Moradabad, (U.P.) Pin. 244001 Ph. 0591 - 2470099 • **Computer Point:** Swaraj Nagar Colony, Lucknow Road Distt. Rai Bareilly - 229001 (U. P.) Ph. 09336009823.

Centre for Diploma Course: • **Madarsa Arabia Islamia Wasiatul Uloom:** 23/25, Bakhsh Bazar, Dist. Allahabad, (U.P.) Pin. 211003 Ph. 0532-2656183, 2551976 • **Darul Uloom Ahle Sunnat:** Madrasa Asharfia Misbahul Uloom Mubarakpur, Azamgarh, (U.P.) Pin: 276404 Ph. 05462 - 250092, 250148, 250149 • **Jamiatul Falah:** P. O. Bilariya Ganj Distt. Azamgarh, (U.P.) Pin - 276121 • **Iqra Oriental School:** *(Iqra Global Educational Society)* Head Office. P/539, Peerbatawan, Near Eidgaah, Barabanki - 225001 • **Rohilkhand Gram Vikas Utthan Samiti:** 773, Shahabad Distt Bareilly, (U.P.) Ph. 0581 - 2541125 **Haji Mohd. Raza Memorial Children School:** Vill. Raunahia, P. O. Rauna Kalan Distt. Basti, (U. P.) • **Darul Uloom Alimia:** Jamda Shahi Distt. Basti, (U. P.) Pin. 272002 Ph. 05542-278653 • **Darul Uloom Habibia Rizvia:** Gopi Ganj, Dist. Bhadohi, (U. P.) •**Jamia Arabia Qasimu - Uloom:** Mohalla - Shekhan Nehtaur Distt. Bijnor, (U. P.) Pin. 246733 • **Excellent Educational & Social Society:** Near Azad Welding Works, Raje Babu Road, Distt. Bulandshahr - 203001 (U. P.) Ph. 0091 - 5732-27570, Fax. 0091 - 5732 - 52445 • **Faiz-e-Aam Muslim School:** Sheikhpur Jafar, P. O. Raunahi, Distt. Faizabad, (U. P.) Pin. 224182 Ph. 05278-255314 • **Darsgah-e-Islami Higher Secondary School:** Haidergunj Street, Mughalpura, Distt. Faizabad - 224001 (U.P.) • **Milli Darsgah Aligarh Convent School:** 4 / 22 Chowk, Kathak Pura, Izzat Khan, Distt. Farrukhabad, (U. P.) Pin.209625 Ph. 05629 - 222449 • **ICC Computer Education:** Islamia College of Commerce Buxipur, Dist. Gorakhpur - 273001, (U.P.) Ph. 0551 - 2330786 • **Al-Ameen Institute of Information Technology:** Dr. Khan's Clinic, IInd Floor, Main Bulandhshahar Road, Distt. Hapur, (U.P.) Pin. 245101 Ph. 0122 - 2308027, 3091307 • **Sandila Girls Inter College:** At. Sandila, Distt. Hardoi Pin. 241204 (U.P.) Ph. 05854 - 270978 (Resi) Mob. 9415016479 • **Seerat Educational Society:** 209, Near I. T. I. Opp. Railways Crossing Naya - Gaun Lahar - Gird Jhansi (U. P.) Ph. 0517 - 2362771 • **Jamia Islamia Ma-Aariful Qur'an, Dawoodia:** *Qasba* Ojhari - 244242 Distt. J. P. Nagar Amroha, U. P. Ph. 05923 - 240174, 240154 • **Arabic Study Centre:** Madrasa Arabia Isha-atul Uloom81 / 136, Coolie Bazar Dist.Kanpur, (U. P.) Pin. 208001 Ph. 0512 - 2357377 • **Jamea-Tut-Talyebat:** 89/ 345 A(I), Dalel Purwa Dist. Kanpur, (U.P.) • **Darul Uloom Waraia:** Vishal Khand - 4, Gomti Nagar, Distt. Lucknow, (U.P.) Ph. 0522 - 2392609 • **Al - Firdaus Rahmani School:** Rahmat Nagar, Ring Road, (DUBAGGA) P. O. Kakori, Distt. Lucknow, (U. P.) Ph. 2246175 **Eram Education Society:** C - Block , Indira Nagar, Dist. Lucknow , (U.P.) Ph. 2310712, 2343283 • **Academy of Mass Communication:** 21, Bilehra House, R.K. Tandon Road, Near Kotwali Qaiserbagh, Distt. Lucknow - 226001 (U. P.) Ph. 0522 - 2624687 • **Darul Uloom Rahimiah:** Raghauli, Ghosi, Distt. Mau (U.P.) Ph. 05474 - 229264 • **Maulana Nasrullah Rizwi:** Madarsa Arabia Faizul Uloom, P.O. Mohammadabad, Gohna, Distt. Mau, (U.P.) Pin. 276403 • **Momin Ansar Girls Inter College:** Vill. Atrari P.O. Khairabad Distt. Mau, (U. P.) Pin. 276403 • **MAM Institute of Information Technology:** *(Gulzar - e- Hussainia Educational Society)* Ajrara, Distt. Meerut, (U. P.) Ph. 95 - 121 - 288023 • **Jannat Nishan Computer Training College:** Peerghaib, Khokran Distt. Moradabad, Pin. 244001 (U. P.) Ph. 0591 - 2315287 • **Muslim Education Society:** Shahbad Road, Bilari Distt. Moradabad, (U. P.) Pin. 202411 •**Ali Miya Nadwi Educational Welfare**

Society: Pandit Nagla P.O. Menathair Dist. Moradabad (U.P.) • **Indian Educational Society:** Sadar Bazar, Distt. Pratapgarh, (U.P.) Ph. 222309 Ph. 05342 - 222309 Mob. 09335133022 • **Siddiq-e-Akbar Educational & Welfare Foundation:** 457, Ali Nagar, Dist.Rai Bareilly (U.P.) Pin 229001 Ph. 0535 - 221294 • **Jawaharlal Seva Sadan Samiti:** Mauja Bajraya Kadu Distt. Rampur - 244901 (U.P.) • **Madrasa Jame-ul-Uloom Furquania:** Mestongunj Distt. Rampur - 244901 (U.P.) Ph. 0595 - 2325941 • **Qasmi Educational Society, Deoband:** C/o Mahad Al - Qasim (Maulana Ibadullah Qasmi) Mohalla Khanqah, Deoband 68 - Dare Jadeed, Deoband Distt. Saharanpur Pin 247554 (U.P.) Mob. 9910215431 Shaheed Ashfaqullah Khan • **Shaheed Ashfaqullah Khan Infotech Center:** Ahmadpur Chungi Distt. Shahjahanpur, (U.P.) Ph. 05842 - 236047 M. 311625 • **Safa Shariat College:** Wadi-e-Safa Dumariya Ganj, Distt. Siddhartha Nagar, (U.P.) Pin 272189 • **Darul Uloom Makhdumiyan Arabia:** Vill. & P.O. - Wasa Dargah Distt. - Siddharthnagar, (U.P.) Pin - 272105 Ph. 05541 - 254795 • **Jamia Misbahul Uloom:** Chaukonia, Bharat nari Dist Siddharth Nagar, (U.P.) Pin 272191, Ph. 05541 - 254602, 254620 • **Tauheed Educational & Welfare Society:** Tulsiyapur, (Chawraha) P.O. Aundahi Kalan Distt. Siddharthnagar, (U.P.) Pin 272201 • **Al - Jamiatul Farooqia Information Technology Centre:** B - 18 / 205, Reori Talab Dist. Varanasi - 221001 (U.P.) Ph. 0542 - 2392786 2393325

UTTRANCHAL ***Centre for Certificate Course:*** Medical Education and Social Welfare Society, Opp. Pilibhit Bus Stand Sitarganj, J.S. Nagar, Uttaranchal Ph. 05948-254780

Centre for Certificate and Diploma Course: Lingua Franca School of Languages, Near Lohani, AataChakki Talli Bomori, Haldwani Dist. Nainital, Uttranchal

Centre for Diploma Course: Cambridge Academy Roorkee, Imli Road, Roorkee - 247667, Uttarnchal Ph. 01332-267385 Mob.9837891406.

JHARKHAND ***Centre for Certificate Course:*** • **Madrasa Rashidul Uloom,** Lion Mohalla, Rahmat Nagar, Distt. Chatra - 825401 (Jharkhand) Ph. 06541 - 222261 (Off) • **Darul Uloom Wahidia,** Mahora, P.O. Sanbad, Distt. Jamtara, (Jharkhand) Pin 815351 Ph. 6175283 • **Mahila Dastkari Vidyalaya:** Shameemabad, P.O. Itki Distt. Ranchi, (Jharkhand) Pin 835301 Ph. 06529 - 227216 • **Madrasa Ghausia,** Ghaus Nagar, Mani Tola, Doranda, Distt. Ranchi, (Jharkhand) Pin 834002

PUNJAB ***Centre for Certificate Course:*** • **Century Public School:** Chhatti Gali, P.O. Malerkotla - 148023 Distt. Sangrur (Punjab) Ph. 01675 - 324092, Mob. 09356268881, 09872921999, 01914778607

ORRISA ***Centre for Certificate Course:*** • **Jamia Abu Hurairah:** At / P.O. Bisra, Rourkela - 770036 Dist. Sundergarh, (Orissa) Ph. 0661 - 2612353

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Maulana Abul Kalam Azad:** Multi - Purpose College, Sayeed Saminary Complex Nimo Sahi, Distt. Cuttack - 753001 (Orissa) Ph. 2418387

TAMIL NADU ***Centre for Certificate Course:*** • **D. Ahmed Ali Parpia Memorial Matriculation Higher:** Secondary School No. 2, Pachiappan Street, Mount Road, Distt. Chennai - 600002 (T.N.) Ph. 044 - 28548053 • **S. K.'s Educational Academy:** 36, Jani Jehan Khan Road, Opp. Road to Zambazaar Police Station Royapettah, Chennai - 14 (Tamilnadu) Ph. 2848-1344 / 2848, 3231 / 2848 • **Firdousul Uloom Arabic College:** Cherambadi - Nilgiris (Tamilnadu) Pin 643205 Ph. 04262 - 266199 • **Ubaibas Foundation:** 1 & 2, M. M. Abdul Huq Street, Tirupattur, Vellore District Pin 635602, (Tamilnadu) Ph. 04179 - 230218

Centre for Certificate & Diploma Course: • **Computerised Calligraphy Training Centre:** Jamal Mohammad College, Tiruchirappalli - 620020 Ph. 0431 - 2331235, 2331675 Extn. 234, (T.N.)

WEST BENGAL ***Centre for Certificate Course:*** • **Madrasa Khadijatul Kubra Lilbanat:** O. K. Road, Railpar, Asansol - 2 Distt. Burdwan, (W.B.) Mob. 09832114440 • **Al - Ameen Memorial Society For Education & Health Programme:** Shahajahan Road, Baruipur Kolkata - 700144 (W.B.) Ph. 033 - 24333219 Cell. 09331800327

تفصیل کے لیے رابطہ قائم کریں :

ڈسٹینس ایجوکیشن سیل، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔8، ونگ نمبر۔7، آر۔کے پورم، نئی دہلی 110066

فون 26109746(011)،26169416(011) فیکس 26108159 (011) ای میل urducourse@rediffmail.com

www.urducouncil.nic.in

جناب شمس الرحمن فاروقی (وائس چیئرمین قومی اردو کونسل) کے ناول "کئی چاند تھے سرِ آسماں" کی رسم اجرا 4 جنوری 2007 کو شام سات بجے انڈیا ہیبیٹیٹ سینٹر، لودھی روڈ، نئی دہلی میں منعقد کی گئی۔ اس موقعے پر لی گئی تصویر میں (دائیں سے) جناب سید حامد (چانسلر، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی) اور پروفیسر مشیر الحسن (وائس چانسلر، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) کے ساتھ جناب شمس الرحمن فاروقی کو دیکھا جا سکتا ہے۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی نے نارتھ ایسٹرن ہل یونیورسٹی، شیلانگ، میگھالیہ کے اشتراک سے دو روزہ کانفرنس "ترقی پسند خواتین مصنفین کی خدمات — ڈاکٹر رشید جہاں کے خصوصی حوالے سے" کے موضوع پر 27 تا 28 نومبر 2006 کو یونیورسٹی آڈیٹوریم میں منعقد کی۔ اس موقعے پر ڈاکٹر پروین کمار (اسسٹنٹ پروفیسر آف لا) محترمہ رشمی چودھری (ڈائرکٹر، قومی اردو کونسل) کا استقبال کرتے ہوئے۔

RNI No. 70323/99
DL-SW-15/4104/2006-08
Date of Publication : 24/01/2007

URDU DUNIYA Monthly, February 2007, Vol. 9, Issue 2
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Secondary & Higher Education, Ministry of H.R.D., Government of India

قومی اردو کونسل کا معتبر علمی جریدہ

''فکر و تحقیق''

جو ہر سہ ماہی پر دعوت فکر دینے والے تحقیقی مواد کے ساتھ منظر عام پر آتا ہے۔

''فکر و تحقیق'' کا تازہ شمارہ ''داغ دہلوی نمبر'' ہے جو ان کی وفات پر سو سال گزر جانے پر شائع کیا گیا ہے۔ اس خصوصی اشاعت میں جہاں ایسے مضامین شامل ہیں جو داغ کی شخصیت اور شاعری پر نئی روشنی ڈالتے ہیں، وہیں کچھ مضامین ان کے ان شاگردوں کا تعارف کراتے ہیں جنھیں اپنے استاد کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔

''فکر و تحقیق'' کا داغ دہلوی نمبر اردو کے اس با کمال شاعر کو خراجِ عقیدت بھی ہے اور داغ کے فکر و فن کی تفہیم و تحسین کی ایک سنجیدہ کوشش بھی۔

272 صفحات پر مشتمل اس یادگار نمبر کی قیمت عام شماروں جتنی ہی رکھی گئی ہے۔

''فکر و تحقیق'' کی سالانہ قیمت صرف سو روپے ہے، فی شمارہ پچیس روپے۔

سالانہ قیمت بذریعہ ڈرافٹ، منی آرڈر یا چیک NCPUL, New Delhi کے نام ارسال کریں۔

دہلی سے باہر کے خریدار صرف ڈرافٹ یا منی آرڈر ہی ارسال کریں

غیر ملکی خریداروں کے لیے

ممالک	سادہ ڈاک آرڈینری	سادہ ڈاک رجسٹرڈ	ہوائی ڈاک آرڈینری	ہوائی ڈاک رجسٹرڈ
پاکستان	172 روپے	184 روپے	256 روپے	316 روپے
نیپال	160 روپے	228 روپے	292 روپے	360 روپے
بنگلہ دیش	146 روپے	174 روپے	238 روپے	306 روپے
دیگر ممالک	160 روپے	220 روپے	336 روپے	396 روپے

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
ویسٹ بلاک-8، ونگ-7، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی-110066

Printed and Published by Rashmi Chowdhary, Director, NCPUL on behalf of NCPUL and printed at S. Narayan & Sons, B-88, Okhla Indl. Area, Phase-II, New Delhi-110020 and published at NCPUL, West Block-1, Wing-6, R.K. Puram, New Delhi-110066, Editor : Rashmi Chowdhary, Tel : 26103381, 26103938